هو الواجد

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ
(مائدہ-۸۳)

پہلی بار ڈیڑھ سو سالہ قدیم فارسی مخطوطۂ تصوف

شاہدُ الوجود

جسے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرفِ قبولیت کی سند سے نوازا گیا

تصنیف

فاضلِ شریعت کاملِ طریقت، عمدۃ الاتقیا، زبدۃ الاصفیا
انیس العلماء، رئیس العرفاء، نبیرۂ غوث الوریٰ، سید السادات شیخ المشائخ

حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ

اُردو ترجمہ
مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادریؒ

بہ اجازت
مولوی سید احمد نور اللہ صاحب حسینی قادری
سجادہ نشین درگاہ شریف یکمال

بہ اعانت
قاضی افضل الدین صاحب فاروقی

اشاعت
صفۃ المصنفین حیدرآباد
(الہند)

کتاب کا نام: شاہد الوجود

فن: تصوف

مصنف: حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ

ترجمہ: مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

کمپیوٹر کتابت: اردو کمپیوٹر سنٹر (☎:4413850)

17-1-181/M/35 روبرو جامعہ عائشہ نسوان

داراب جنگ کالونی ۔ مادنا پیٹ ۔ حیدر آباد ۔ ۵۰۰۶۵۹ (اے ۔ پی)

صفحات: فارسی (۱۰۴) ۔ اردو (۱۹۲)

ٹائیٹل (بیرونی و اندرونی): حافظ سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی حیدر قادری

طباعت: او ۔ ایس گرافکس نارائن گوڑہ

تعداد: ایک ہزار

اشاعت: باہتمام صفتہ المصنفین

قیمت: فارسی مع ترجمہ ۔/Rs 75 صرف اردو ترجمہ ۔/Rs 50

کتاب ملنے کے پتے

۱ 21-1-247 ، تصوف منزل قریب ہائیکورٹ حیدر آباد ۔ ۲ فون 562636

۲ دار الہدیٰ سبزی منڈی ۔ احاطہ درگاہ حضرت سید عبد اللہ شاہ قادریؒ فون 516743

۳ 16-10-28 " نور منشن " میونسپل کالونی ملک پیٹھ حیدر آباد ۔ ۳۶ فون 549903

۴ گجرات کارپوریشن 3-6-101/1 گرین گیٹ اپارٹمنٹ ۔ بشیر باغ حیدر آباد ۔ ۲۹ فون 234459

۵ حسامی بک ڈپو ۔ مچھلی کمان حیدر آباد

۶ ہمالیہ بک ڈپو ۔ نامپلی حیدر آباد

۷ اسٹوڈنٹس بک ہاوس ۔ چارمینار حیدر آباد

انتساب

برادر بزرگ حضرت سید احمد قادری
صاحب مرحوم پراجکٹ افسر مجلس اقوام متحدہ
کے نام جنہوں نے خانوادۂ درگاہ شریف
ٹیکمال کے قیمتی علمی سرمایہ کی تلاش و جستجو
اور حفاظت واشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا اور میری
یہ علمی کاوش اسی کا ایک سنگ میل ہے۔

خادم العلم والعلماء
قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

سوانح حضرت مصنف قدس سرہٗ کا خلاصہ ایک نظر میں

نام نامی	حضرت سید صاحب حسینی قادری ؒ
والد بزرگوار	حضرت سید عبدالرزاق قادری ؒ
نسب	سادات بنی ہاشم از اولاد حضرت غوث اعظمؓ
ولادت	۱۲۱۹ ہجری
وطن مولود	قصبۂ ٹیکمال ۔ ضلع میدک حیدرآباد (انڈیا)
پیر و مرشد	حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ فاروقی قادری چشتی ؒ (۱۱۷۵ تا ۱۲۴۹ ہجری)
بیعت	۲۴/ محرم ۱۲۴۱ ہجری
خلافت	قادریہ ۔ ۲۵/ رمضان شریف ۱۲۴۱ ہجری چشتیہ ۔ ۲۷/ رمضان شریف ۱۲۴۱ ہجری
بناء مسجد و مدرسہ	۱۲۴۲ ہجری
وصال	۲۶/ محرم ۱۲۹۷ ہجری جمعہ ۱۱ ساعت شب بمقام ٹیکمال
عمر	۷۸ سال
مزار اقدس	قصبۂ ٹیکمال ضلع میدک حیدرآباد (انڈیا)
تعمیر گنبد	۱۳۰۰ ہجری
تصانیف	شاہد الوجود ۔ فرہنگ حسینی ۔ مثنوی شاہد اذکار شواہد حسینی ۔ مکتوب حسینی ۔ نکات شاہد ۔

بطورِ نمونہ اصل مخطوطہ کے ایک صفحہ کا عکس

رب یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وتمم بالخیر

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد

و بارک وسلم بنام احدیکہ از مقام احدیت کہ عبارت از لاتعین و

منقطع الاشارات است بمنزل وحدت کہ اشارت بحقیقت محمدیست

رخت بمنزل فرق آورد و بشاہدیکہ از خلوت کنت کنزاً مخفیاً

بر منصہ جلوہ وحدت کہ کنایت از الوہیت است جلوہ ار اگردید پردہ در

عالم شال گشتہ غلغلہ حسن نیرنگ در بازار شہادت انداخت ابیات

زہی احدیکہ احمد شاہد او :: رسول اللہ محمد حامد او :: یقین دانم ہو اللہ احد است

بر ہمعنے کہ اللہ الصمد است :: نہ زاد و ہم نہ زاد از خالق کل :: منزہ از توالد و تناسل

شریک او گہی احدی نباشد :: خدای را بغیر شکل نشاید :: نہ ضد و ند و رانی عرض و جوہر

نہ رنگ و بو نہ مثل آب و گوہر :: کہ ذاتش ہست بیچون بیگونہ :: مقدس بے شبیہ ہم بی نمونہ

خدای جملہ موجودات و موصوف :: باوصاف کمالات است معروف :: مبرا از زوال و نقص و غفلت

منزہ از تمامی عیب و علت :: بری از قید امکان و زمانست :: کہ ذاتش پاک از وہم و گمانست

نہ در جائی و لی ہر جا ست موجود :: نہ در سمتی ولی ہر سمت مشہود :: بعلم و قدرت و ہم ارادت

کلماتِ تحسین

(از مولوی سید احمد نور اللہ حسینی قادری (بی۔ ایس سی) سجادہ نشین درگاہ شریف ٹیکمال)

الحمد للہ جدنا و سیدنا حضرت سید صاحب حسینی قادری قبلہ قدس سرہٗ کی مشہور فارسی تصنیف "شاہد الوجود" کی اردو ترجمہ کے ساتھ یہ اشاعت یقیناً موجب مسرت ہے جس کا صاحبانِ ذوق کو شدت اور بے چینی سے انتظار تھا۔ فاضل مترجم عم مکرم حضرت مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہٗ العالی کی علمی و دینی خدمات قوم و ملت کے لئے عموماً اور خانوادۂ درگاہ شریف ٹیکمال کے لئے خصوصاً ناقابل فراموش ہیں۔ قبل ازیں بھی آپ نے خاندانی کتب کا فارسی سے اردو ترجمہ کیا تھا اور بڑی تحقیق و عرق ریزی کے بعد شائع شدہ اپنی تاریخی کتاب "مقدس ٹیکمال" تصنیف فرمائی تھی۔ اب شاہد الوجود مع اردو ترجمہ کی اس اشاعت سے مزید ایک شہ پارہ کا اضافہ ہوا ہے۔ کاش اس وقت میرے عم بزرگوار حضرت سید احمد قادری صاحب مرحوم بقید حیات ہوتے تو اپنی دلی آرزو کی اس تکمیل پر بے حد خوش ہوتے کیونکہ ٹیکمال درگاہ شریف کی حیاتِ نو اسکیم کا مرحوم نے جو آغاز فرمایا تھا اسی سلسلہ کی یہ ایک اہم کڑی ہے۔

اگرچہ کہ دیگر خاندانی کتب کی طرح "شاہد الوجود" کو بھی ٹیکمال درگاہ کمیٹی کی جانب سے شائع کرنا طے پایا تھا لیکن ادارۂ صفۃ المصنفین حیدرآباد نے اپنے ایک بامقصد کام کے آغاز کے لئے شاہد الوجود شائع کرنے کی اجازت چاہی جس سے ہم نے اتفاق کیا۔ چنانچہ اس اشاعت پر میں اربابِ صفۃ المصنفین کو مبارکباد دیتا ہوں اور آئندہ بھی اس ادارہ کی کامیابی کے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں۔

کتاب ہذا کی اشاعت میں عزیزم قاضی افضل الدین صاحب فاروقی نے عظیم حصہ لیا جو دوسروں کے لئے قابل تقلید ہے۔ خدائے برتر انہیں خیر و برکت عطا کرے نیز مترجم محترم حضرت صوفی چچا مدظلہٗ کو بھی صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے تاکہ آپ کی جانب سے ہماری دیگر خاندانی کتب کے تراجم کا سلسلہ انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہ سکے۔ آمین۔

"نور منشن"
ملک پیٹھ حیدرآباد

خاکپائے اولیاء اللہ
سید احمد نور اللہ حسینی قادری

خراج عقیدت

(از: قاضی افضل الدین صاحب فاروقی بی۔ ایس۔ سی اگریکلچر۔ ایم۔ بی۔ اے (عثمانیہ))

اللہ کے فضل و کرم اور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے پہلی بار فارسی شاہد الوجود مع اردو ترجمہ کی اشاعت عمل میں آئی جو بے حد مسرت کا باعث ہے کیونکہ اس طرح میری ایک دیرینہ آرزو کی الحمدللہ تکمیل ہوگئی۔ یوں تو مصنف بزرگوار حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ کے آستانہ مبارک سے فیض یاب ایک عقیدت کیش ہونے کا مجھے شرف حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ سعادت بھی کچھ کم نہیں کہ آپ کے فرزند اکبر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے ایک نواسے یعنی قاضی پر بھنی حضرت منیر الدین صاحبؒ میرے پدری جد (حقیقی دادا) ہیں تو دوسرے نواسے یعنی حضرت قاضی عبدالصمدؒ میرے مادری جد (حقیقی نانا) ہیں۔ ان ہی بزرگان سلف کے نظر فیضان کا اثر ہے کہ اولیاء اللہ سے نہایت عقیدت اور ان کے ملفوظات کے مطالعہ کا بڑا شوق حاصل ہے۔ فارسی مشہور خاندانی مخطوطہ شاہد الوجود تقریباً نایاب تھا۔ البتہ چند سال قبل اس کے کچھ حصوں کے صرف اردو ترجمہ کی کراچی سے اشاعت کے ذریعہ اچھی شروعات کی گئی تھیں لیکن وہ ادھورا ہونے کے علاوہ عربی و فارسی ثقیل الفاظ پر مشتمل اس کی عبارت سمجھنے میں کافی مشکل اور دشوار طلب تھی۔ مجھے جب یہ خوشخبری ملی کہ شاہد الوجود کا فارسی قلمی نسخہ مکمل اور عمدہ حالت میں خاندان ہی کے ایک بزرگ عالم دین حضرت قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری کی لائبریری میں محفوظ ہے اور موصوف اس کا سلیس عام فہم اردو میں ترجمہ بھی فرما چکے ہیں تو میں اس کی طباعت پر مسلسل زور دینے لگا۔ بالآخر صفۃ المصنفین کے زیر اہتمام اس کی اشاعت کا وقت آیا تو خوش قسمتی سے اس کے جملہ مصارف کی تکمیل کے لئے اپنی جانب سے نذر عقیدت پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوی۔ دعا ہے کہ رب العزت میری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اس کی بدولت دارین کی برکتوں سے مجھے اور میرے اہل و عیال کو مالا مال فرمائے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھے اور والد مرحوم حضرت قاضی وحید الدین فاروقیؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین فقط

طالبِ دعا

قاضی افضل الدین فاروقی

تاثرات

(از ڈاکٹر سید محمد حمید الدین صاحب قادری شرفی ڈائرکٹر اسلامک ہسٹری اینڈ ریسرچ کونسل انڈیا)

بسم الله الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شاہد الوجود تیرھویں صدی ہجری کے نصف آخر کی تصنیف ہے۔ دکن میں یہ عہد علوم و فنون کی ترقی کا سنہرا دور تھا۔ اس زمانے میں ہر طرف تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف اور شعر و ادب کا بول بالا تھا۔ سلاطین اور امراء ہی نہیں عامتہ الناس بھی اہل علم و ہنر کی قدر افزائی اور ان سے اکتساب فیض کو سعادت جانتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہ خطہ باکمال لوگوں کی توجہات سے علوم و حکمت کا گہوارہ بن گیا تھا۔ ہر جگہ علم و عمل کے چرچے تھے۔ دانش گاہوں میں طالبان علم کا ہجوم، خانقاہوں اور ارادت مندوں کا اژدھام اور مجاہدوں کی ولولہ انگیزیاں، علماء کے حلقوں میں درس و تدریس کی سرگرمیاں، صوفیہ کے اطراف عاشقان مولیٰ کے حلقے، معاشی آسودگی اور فرصت حیات کے اس یادگار دور میں خاصان خدا نے مخلوق کو اپنے خالق سے جوڑے ہوئے رکھنے کے عظیم البرکت کام کو کچھ اس اخلاص اور استقامت کے ساتھ جاری رکھا تھا کہ کوئی اخلاقی برائی نہ فرد کو بھٹکا سکی نہ معاشرہ پر اثرانداز ہو سکی۔ کتاب زیر نظر کے مصنف علیہ الرحمہ علوم دین میں اپنی عمیق نظر اور تصوف میں بلند پایہ مقام کے سبب اپنے دور کی ممتاز ترین ہستیوں میں نمایاں مقام کے حامل تھے۔ انہیں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، فلسفہ اور ادبیات میں جو دسترس حاصل تھی اس کا ثبوت بجائے خود شاہد الوجود ہے۔

کتاب شاہد الوجود کے مصنف حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہ۔ محبوب سبحانی حضرت سلطان الاولیاء سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیرؒ سے نسبی تعلق ہی نہیں بلکہ آپ کے سلسلہ طریق سے وابستہ بھی تھے اور فیضان سلسلہ عالیہ قادریہ کا زندہ جاوید نمونہ تھے۔ صوفی، عالم اور فقیہہ کی حیثیت سے بلند مرتبہ و

نیز مرشد، مصلح اور ہادی و رہبر کی حیثیت سے اپنے عہد میں یکتا و فرید تھے۔ علوم دین کے ساتھ ساتھ علوم متداولہ بالخصوص عربی اور فارسی زبانوں سے ان کا گہرا لگاؤ اور تصوف کے دقیق مسائل کی تفہیم و تشریح کے ضمن میں دلنشین لب و لہجہ اور طرز نگارش ان کا خاصہ ہے۔

تصوف کے موضوع پر دستیاب کتابوں میں شاہد الوجود اپنی جامعیت اور مواد کے لحاظ سے ایک اہم تصنیف ہے۔ الہیات، ارواح، امثال و اجسام کی صوفیانہ تشریحات، اقسام روح، حواس اور نفس کی توضیحات، منازل سلوک اور آداب و درجات کی عارفانہ تفہیم، اطاعت و عبادت کے حقائق اور اذکار و اشغال و معمولات صوفیہ کا بیان مواد و معلومات کے خزانے ہیں۔

شاہد الوجود فارسی زبان میں ہے ترجمہ زیر نظر حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی پسر زادی کے لخت جگر اور ہمارے عہد کے بلند قامت عالم و خطیب، منفرد محقق، مفکر اسلام، صاحب طرز ادیب و ماہر لسانیات صوفی باصفا حضرت مولانا المحترم قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی وقادری مدظلہ، کی سعی بلیغ کا حاصل ہے۔

ترجمہ بجائے خود ایک مکمل فن ہے۔ مترجم کا ان دونوں زبانوں پر عبور رکھنا لازم ہے جن زبانوں سے ترجمہ کے سلسلہ میں واسطہ ہے۔ ترجمہ کے ضمن میں متعلقہ علم و فن کی مخصوص لغات اور اصطلاحات میں کماحقہ، واقفیت مفہوم کی صحیح ادائیگی، اختصار اور جامعیت، اصطلاحات کے لفظی ترجمے کے بجائے متعلقہ زبان میں موجود اصطلاحات کا موزوں برتاؤ، مطالب کی وضاحت اور محاروں کا بہ محل استعمال متن کے ساتھ ساتھ ترجمہ کو بھی مفید اور بامقصد بناتے ہیں۔ شاہد الوجود کا زیر نظر ترجمہ ان تمام خصوصیات اور اصولوں کا ایک مکمل نمونہ ہے۔ فاضل مترجم کی عبقری شخصیت، علم و ادب، تحقیق و تدوین، تصنیف و تالیف ہر میدان میں اپنی شناخت، انفرادیت اور خداداد صلاحیتوں کے پرچم نصب کر چکی ہے۔

حضرت علامہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری مدظلہٗ نے اس قدر محنت، کمال اور فنی شعور کے ساتھ ترجمہ کیا ہے کہ بعض جگہوں پر ترجمہ نہیں بلکہ طبعزاد نگارش کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ خوبصورت طرز تحریر زبان کی سلاست، دلکش فقرے،

چست ترکیبیں، موثر اصطلاحیں اور تحریری آرائش دیدنی ہے ان سب پہ حاوی وہ پیام و مقصد ہے جو رہروان جادہ طلب حق کے لئے مشعل راہ ہے جسے مصنفؒ کے منشاء کے مطابق فاضل مترجم نے بہت موثر انداز سے پیش کر دیا ہے۔

خدا اور خودی کا عرفان، سالک و صوفی کا مقصد عین ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے اسے جن حالات کا سامنا، جن مراحل سے گزرنا اور جن منازل کو طے کرنا ہوتا ہے اس کی تفصیل تصوف کا موضوع ہے۔ شاہد الوجود بلاشبہ مرید صادق کو اس نصاب سے واقف کروانے والی بہترین کتاب ہے۔

اردو زبان میں تصوف کے موضوع پر اگرچہ کہ اچھا خاصا تحریری سرمایہ موجود ہے تاہم اتنا نہیں ہے کہ اہل طریقت اور تمام وابستگان سلاسل کی علمی تشفی کرے۔ البتہ عربی اور فارسی میں ایسی گراں مایہ تصانیف موجود ہیں جو ہر طلب اور ضرورت کو پورا کر سکتی ہیں لیکن اللہ والوں کی یہ مجبوری ہے کہ وہ ان خزائن سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ شاہد الوجود کا اردو میں ترجمہ اور شائع ہونا یقیناً ایک علمی نعمت سے کم نہیں۔ فاضل گرامی حضرت مترجم صد ہزار شکریئے کے مستحق اور لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے نہایت عرق ریزی، محنت اور اخلاص کے ساتھ ایک عظیم الشان علمی کام انجام دیا ہے جو یقیناً اردو میں اس موضوع پر ایک وقیع حیثیت حاصل کرے گا۔ مولانا المحترم صوفی صاحب مدظلہٗ کی غیر معمولی شخصیت سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ مستقبل میں ایسی مزید علمی اور تحقیقی کوششوں سے ملت اسلامیہ کی فکری و علمی رہنمائی کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

شرفی چمن
حیدرآباد۔ ۵۰۰۲۶۷

ڈاکٹر سید محمد حمید الدین قادری شرفی
(ڈائرکٹر آئی ہرک)

سرنامہء سخن

(از حکیم و ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری ہادیؔ معتمد صفتہ المصنفین)

الحمدلله الملک المعبود ۔ المتفضل بجزیل الکرم والجود ۔ قال الله عزوجل والیوم الموعود و شاهد ومشهود ۔ اشهدان لا اله الا الله وحدہ لا شریک له وهو واجب الوجود ۔ واشهدان سیدنا و شفیعنا و مولٰنا محمداً صلی الله علیه وسلم اکرم من ظهر فی الوجود ۔ وعلے اله وصحبه الی یوم النشور والموعود ۔

تصوف بروزن تفعل مادہ صوف سے مشتق ہے جس کے معنیٰ عموماً اونی لباس پہن لینے کے ہیں ۔ اس کے مشتقات میں **صفة ' صفاء ' صفو ' صوفة** اور **صافی** اپنے اپنے الگ الگ معنیٰ رکھتے ہیں ۔ بعض متعصب مورخین بشمول مسلم اور غیر مسلم تصوف کو دوسری یا تیسری صدی کی پیداوار مان کر اپنی بات کے ثبوت میں کچھ بے جان تاویلات بھی پیش کرتے ہیں مگر حقیقت اس کے برعکس ہے ۔

خطیب الامم ، رؤف و رحیم حضرت محمد مصطفے علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیات طیبہ کے کچھ گوشے صاف طور پر تصوف کی تربیت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں ۔ ترمذی کی حدیث میں حضور اقدس کا فرمان **کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل** ' صحابہ کے کھکھلا کر ہنسنے پر تنبیہہ ، قلت کلام ، قلت طعام ، قلت منام ، "**قم الیل الا قلیلا**" پر مداومت اور "**ومن الیل فتهجد به نافلة لک**" پر تاعمر پابندی کے علاوہ اوراد و تسبیحات وغیرہ اعمال میں تمام تر تصوف کی تعلیم موجود ہے ۔ صحابہ کرام میں کچھ معروف و غیر معروف صحابہ ایسے تھے جو بیشتر صوفیانہ صفات سے متصف تھے اور انہوں نے تابعین کو بھی یہی تعلیم دی ۔ **خیر القرون** کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں کئی افراد صوفی کہلائے اور ان سے کئی سلاسل بھی جاری ہوئے ۔ بعد کے لوگوں نے اس تعلیم کو عام کرنے اس موضوع پر اپنا قلم اٹھایا ۔ چنانچہ ابتدائی صدی ہجری سے جاریہ صدی ہجری تک بے شمار صوفیہ کرام نے تصوف پر بیش

قیمت اور نایاب کتابیں تحریر کی ہیں جن میں اللمع فی التصوف ، غنیتہ الطالبین ، عوارف المعارف ، منطق الطیر ، فصوص الحکم ، احیاء العلوم ، رسالہ قشیریہ ، اشعتہ اللمعات ، قوت القلوب اور شفاء العلیل قابل ذکر ہیں ۔ متاخرین کی بعض کتابیں بھی تصوف میں لاقیمت سرمایہ کی مصداق ہیں ۔

زیر نظر کتاب " شاہد الوجود " سن جاریہ سے مکمل ڈیڑھ سو سال قبل قصبہ ٹیکمال ضلع میدک کے ایک صوفی حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ نے تصنیف کی جو حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہہ کی عترت میں ہیں ۔ اور اپنی کتاب کا نام اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ چشتی قادری علیہ الرحمتہ کے نام پر " شاہد الوجود " رکھا اور اپنی ارادت کامل کا ثبوت دیتے ہو کتاب کے نام کو ذو معنی بنادیا ۔

تصوف کی بعض کتابوں میں مختلف موضوعات کو مختلف ابواب یا عناوین میں منقسم کرکے اس کی تفصیل اور اقسام بیان کئے گئے ہیں ۔ مگر شاہد الوجود میں موصوف نے باب یا عنوان کے بجائے حجلہ کا لفظ استعمال کرکے جدت کی ہے اور انہیں پنج گنج فرمایا ہے ان میں سے پہلے حجلہ کا عنوان نزول تعینات ، دوسرے کا ماہیت عالم ، تیسرے کا عروج یعنی سلوک ، چوتھے کا طاعت و عبادت اور پانچویں کا شغل اور مکاسبت رکھا ہے یہ پنج گنج گویا خمسہ خزائن تصوف ، تصوف یا خمسہ کنوز تصوف ہیں ۔

مصنف کتاب حضرت سید صاحب حسینی قادری رحمتہ اللہ علیہ نے عربی زبان کے اٹھائیس حروف تہجی کے لحاظ سے اٹھائیس اسمائے الٰہی ، اٹھائیس اسمائے کیانی اور اٹھائیس منازل قمریہ کے اسماء تحریر کئے ہیں ۔ علاوہ ازیں رسول الراحتہ و رسول الرحمتہ و مقیم السنتہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے حروف کی بہت مناسب انداز میں تشریح کی ہے ۔ مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ کیجئے ۔

بفحوائے **اول ما خلق اللہ نوری** ۔ خود بخود یک آئینہ نوری گردید وچہرہ حسن نیرنگ خود را بخطاب **انی انا اللہ لا الہ الا انا** در آئینہ وادید پس آں آئینہ خود را بہ مجموعہ حروف خمسہ باسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم موسوم ساخت و موافق عدد آں بہ نزول تعینات خمسہ حضرات پرداخت ۔ تعین اول وحدت از میم ۔ تعین دوم

الوہیت از ح ۔ تعین سوم ارواح از میم دوم ۔ تعین چہارم عالم مثال بہ میم سوم ۔
تعین پنجم عالم اجساد یعنی شہادت از دال "۔

صاحب شاہد الوجود نے فارسی عبارت کے درمیان میں موزوں آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور مشہور شعراء کے اشعار کے علاوہ اپنے اشعار سے عبارت کے رنگ کو دوبالا کر دیا ہے۔

الغرض علم تصوف کی یہ نایاب کتاب ڈیڑھ سو سال سے اپنی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ " مجھے گمنامی کے اندھیروں سے نکالو اور عامۃ المسلمین کو مجھ سے استفادہ حاصل کرنے کا موقعہ دو "۔ اللہ جل مجدہ ، نے اس کی پکار سن لی اور اس کی طباعت کا خیال جناب مولوی سید احمد نور اللہ حسینی صاحب قادری ، سجادہ درگاہ حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادریؒ کے دل میں القا کیا۔ ساتھ ہی سب سے اہم کام یعنی اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت الحاج مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی صاحب قادری کے حصے میں آئی ۔ مترجم موصوف نے فارسی عبارت کا عام فہم ترجمہ کرنے کے علاوہ آیات کا مطلب بیان کرتے ہوے سورت اور آیت کا حوالہ بھی دیا ہے جو متن میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فارسی اشعار کا بھی با محاروہ ترجمہ کیا ہے۔
اس کتاب کے پانچوں تجلات (ابواب) میں تصوف کے کئی عنوانات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو پڑھنے اور سمجھنے کے علاوہ عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

صفتہ المصنفین حیدرآباد جناب سید احمد نور اللہ حسینی صاحب قادری اور جناب قاضی افضل الدین صاحب فاروقی کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتی ہے کہ سجادہ صاحب ٹیکمال نے شاہد الوجود شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور قاضی فاروقی صاحب نے کتابت و طباعت کے مکمل اخراجات کی پابجائی فرمائی جس کے بعد الحمدللہ صفتہ المصنفین کی یہ پہلی اشاعت منظر عام پر آسکی ۔ فقط

دار الہدیٰ
حیدرآباد

ڈاکٹر سید محی الدین قادری ہادی
معتمد صفتہ المصنفین

عرضِ مترجم

بارگاہِ ربِّ کردگار میں حمدوثنائے بے کنار، دربارِ رسولِ مختار میں درود و سلامِ بے شمار، شانِ آلِ اطہار و اصحابِ اخیار میں مناقب سدا بہار اور سرکارِ غوثِ نامدار میں ہزاروں ہزار گلہائے عقیدت نثار کرنے کے بعد عرض ہے کہ زیرِ نظر کتاب "شاہدالوجود" ایک عارفِ باخدا، صوفی باصفا، نبیرۂ غوث الوریٰ حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ کی تصوف کے موضوع پر ایک معرکتہ الآرا تصنیف ہے جو آج سے ٹھیک ڈیڑھ صدی قبل یعنی ۱۲۶۵ ہجری میں بزبانِ فارسی لکھی گئی اور آج پہلی بار شائع کی جارہی ہے جس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی شامل ہے۔ کتابِ ہذا میں تصوف اور سلوک و طریقت کے تقریباً سب ہی موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے جو پانچ ابواب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں تعینات اور حضرات خمسہ کی عمدہ تفہیم ہے نیز اسماء الٰہی، حروفِ تہجی اور منازلِ قمریہ کے درمیان باہم ربط و ہم آہنگی سے بھی بحث کی گئی ہے دوسرے باب میں انسان کی ماہیت کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ کس طرح ساری کائنات کا خلاصہ ایک حضرتِ انسان کے اندر موجود ہے۔ تیسرے باب میں عروج سلوک کے عنوان سے چاروں منازل یعنی ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کی نفیس تشریح ہے جن کے ساتھ ہی ذکر و فکر، تصور و مراقبہ اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ منزلِ مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ نیز کلمۂ طیبہ کے مراتب و اصطلاحات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں اطاعت و عبادت کے زیرِ عنوان شریعت و طریقت کے باہمی ربط و تعلق اور طہارتِ ظاہری و باطنی کی وضاحت کے علاوہ علی الصبح بستر سے بیدار ہونے کے وقت سے لے کر رات بستر پر آرام کرنے کے وقت تک جملہ عبادت فرائض و نوافل، اوراد و وظائف اور ماثورہ دعائیں درج ہیں جس کو ایک سالک کا گویا روزمرہ نظام العمل کہا جاسکتا ہے۔ پانچویں باب میں اذکار و اشغال کے عنوان سے ذکرِ جہری و سری، پاسِ انفاس، اشغال و مراقبات کے کئی عملی طریقے اور مجرب قاعدے دل نشیں انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ حسب ضرورت قرآنی آیات اور

ارشاداتِ نبوی کے علاوہ مشائخِ سلف کے عربی و فارسی میں اقوال و اشعار کے حوالوں نے کتاب کو معتبر اور نور علیٰ نور بنادیا ہے ۔ مثنوی حضرت مصنف قدس سرہ کے جابجا مترنم اشعار سے نہ صرف ادبی چاشنی دوبالا ہوگئی ہے بلکہ اس کا بخوبی اندازہ بھی ہوجاتا ہے کہ آپ کو فارسی نثر کے علاوہ نظم پر بھی کس قدر دسترس حاصل ہے ۔ تصوف پر ایسی کتابوں کی اشاعت آج وقت کی ایک اہم ضرورت بن گئی ہے کیونکہ بعض گوشوں کی جانب سے علم تصوف سے متعلق عجیب و غریب غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کیا جارہا ہے ۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے بجا فرمایا ہے کہ "تصوف وہ علم ہے کہ جس کو وہی دانشمند لوگ جانتے ہیں جو اہل حق کے نام سے مشہور ہیں اور جو شخص اس پر مطلع ہی نہیں وہ اس علم کو ہرگز نہیں جان سکتا کیونکہ ایک اندھا بھلا سورج کی روشنی کا کس طرح مشاہدہ کر سکتا ہے " چنانچہ تصوف ناآشناؤں میں سے بعض کا یہ غلط خیال ہے کہ علم تصوف اور معمولاتِ صوفیہ کا اسلامی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ۔ بعض تو تصوف کو ہندو جوگیوں اور سادھوؤں کی نقل اور ویدانت کا چربہ قرار دیتے ہیں ۔ بعض ناواقفوں کے نزدیک تصوف محض ایسا خالص یونانی فلسفہ ہے جس کو عمل سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ بعض مصلحت پسند ایسے اصحاب جن پر طریقت کا رنگ کم اور دانشوری کی چھاپ زیادہ ہے انہوں نے بھی تصوف کو " فلسفۂ شیخ اکبر " کا نام دے رکھا ہے جو دراصل ایک خیالِ خام اور سراسر بے بصیرتی پر مبنی ہے ۔ درحقیقت علمِ تصوف اور معمولاتِ صوفیہ تو قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ و مستنبط تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی وہی تعلیمات ہیں جو صحابۂ کرام نے حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل فرمائی تھیں اور بعد میں تابعین ، تبعِ تابعین اور سلفِ صالحین کے وسیلے سے اسی فیضان کا زنجیری سلسلہ آج ہم تک آپہنچا ہے اور انشاء اللہ صبحِ قیامت تک جاری و ساری رہے گا ۔ مخفی مباد کہ جس طرح صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ جیسی عباداتِ شریعت کو عملی طور پر ادا کرنے سے قبل ، فقہی مسائل اور اصطلاحات سے واقفیت کے نظری علم کو امامِ اعظم یا کسی اور امامِ شریعت کا فلسفہ ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا اسی طرح سلوک و طریقت کی تکمیل سے قبل حاصل

کیئے جانے والے نظری علم و اصطلاحاتِ تصوف کو بھی شیخِ اکبر یا کسی اور شیخِ طریقت کے فلسفہ کا نام ہر گز نہیں دیا جاسکتا۔ علمائے شریعت ہوں کہ مشائخِ طریقت ہر دو مقدس جماعتیں دراصل ایک ہی شجرِ نبوت کی دو شاخیں ہیں مگر علمائے کرام علم ظاہر کے معلم اور شریعت کے رہبر ہیں اور مشائخِ عظام علمِ باطن کے عامل اور طریقت کے رہنما ہیں۔ علماءؒ شرعی دلیلوں سے احکام شریعت کی تعلیم دیتے ہیں تو صوفیہ فیضِ باطن سے قلب کو پاکیزگی عطا کر کے شریعت کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ شریعت و طریقت دونوں باہم منسلک و مربوط اور لازم و ملزوم ہیں چنانچہ مرج البحرین میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے "مَنْ تَفَقَّهَ بِغَيْرِ تَصَوُّفٍ فَتَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ بِغَيْرِ تَفَقُّهٍ فَتَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَتَحَقَّقَ" یعنی جو شخص تصوف کے بغیر فقیہہ بنا وہ فاسق ہوا اور جو فقہ کے بغیر صوفی بن بیٹھا وہ زندیق ہوا اور جو دونوں کا جامع ہوا وہی محقق ہوا۔

واضح باد کہ شاہد الوجود کا اصل قلمی نسخہ حضرت مصنف قدس سرہٗ کے خاندانی کتب خانۂ ٹیکمال ضلع میدک میں محفوظ تھا لیکن ایک تو انقلاباتِ زمانہ اور دوسرے خاندان کے اکثر ارکان کا اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہو کر بلدہ حیدرآباد میں سکونت اختیار کرنا یہی وہ اسباب تھے کہ خاندانی کتب کی ضروری نگہداشت نہ ہو سکی اور نایاب و نادر کتب کا ذخیرہ بوسیدہ اور دیمک کی نذر ہو گیا جس کے باعث قیمتی مخطوطات بشمول شاہد الوجود ضائع ہو کر رہ گئے۔ زمانۂ قدیم میں کسی کتاب کا طبع کرنا کچھ آسان و ارزاں کام نہ تھا۔ نیز زیراکس کی موجودہ سہولت بھی اس وقت ایجاد نہیں ہوی تھی اس لئے لوگ اپنا کافی وقت اور محنت صرف کر کے اہم کتابوں کی ایک سے زیادہ قلمی نقلیں کر لیا کرتے تھے۔ ٹیکمال کے جن مخطوطات کی نقول آج میری لائبریری کی زینت بنی ہوی ہیں ان میں شاہد الوجود کا وہ قلمی نسخہ بھی شامل ہے جس کو حضرت مصنف قدس سرہٗ کے وصال سے صرف چھ سال بعد آپ ہی کے صاحبزادے حضرت سید لیٰسین پادشاہ قادری علیہ الرحمہ (کمترین مترجم کے حقیقی نانا) نے بہ نفسِ نفیس اپنے قلم سے نقل فرمایا تھا۔ میرے برادر ماموں زاد حضرت سید احمد قادری عرف بڑے

حضرت مرحوم کے مسلسل اصرار پر شاہدالوجود کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہوی جس کی اشاعت ابھی زیر غور ہی تھی کہ کراچی سے شائع کردہ شاہدالوجود کے کچھ حصوں کا صرف اردو ترجمہ وصول ہوا جو نامکمل اور بڑی حد تک غیر صحیح پایا گیا جس کی تصدیق خود اس کتاب میں کیئے گئے اس اعتراف سے ہوجاتی ہے کہ شاہدالوجود کے سن تصنیف کے پورے چھیاسی (۸۶) سال بعد یعنی ۱۳۵۱ ہجری میں جب کہ اصل قلمی نسخہ کافی کرم خوردہ ہوگیا تھا حضرت مصنف قدس سرہٗ کے ہمشیرزادہ حضرت شاہ محمد غلام جیلانی قادری تسلیم علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت شاہ محمد روح اللہ قادریؒ نے اپنی ضعیف العمری میں داہنا ہاتھ مفلوج ہوجانے کے باعث اپنے بائیں ہاتھ سے پنسل کے ذریعہ "شاہدالوجود" کی نقل کی مگر اس کے ساتھ یہ ضروری نوٹ بھی لکھ دیا کہ دوران نقل بعض مقامات مشکوک ملے اس لیئے ان کی محض صورت نویسی کردی گئی ہے جن کی تصحیح ضروری ہے ۔ موصوف کے فرزند مولوی شاہ محمد کلیم اللہ قادری مرحوم پنسل کے اسی مسودہ کو اپنے ساتھ پاکستان لے گئے اور حروف مٹ جانے سے مسودہ جب ضائع ہونے کے قریب ہوا تو انہوں نے اس کی نقل در نقل ۱۳۹۹ ہجری میں مکمل کی پھر ان کے ہی ایک عزیز جناب سید عطاء اللہ حسینی قادری نے اس کا اردو ترجمہ کرتے ہوے توثیق کردی کہ نقل در نقل ہوکر مسودہ کی عبارت کے الفاظ اس قدر متروک ہوگئے ہیں کہ اس کے ترجمہ سے بھی مفہوم واضح نہیں ہوسکتا اس لیئے بعض مضامین حذف کردئے گئے ۔ اس پس منظر میں یہ حقائق کھل کر سامنے آجاتے ہیں کہ

(۱) پاکستان تک پہنچا فارسی مسودہ نامکمل، مشکوک اور تصحیح طلب تھا جو حضرت مصنف قدس سرہٗ کے وصال سے ایک سو دو (۱۰۲) سال طویل عرصہ بعد آپ کے خاندان کی تیسری نسل میں نقل در نقل کے مرحلوں سے گزرا۔

(۲) لہذا پاکستان سے شائع فقط اردو ترجمہ بھی نامکمل ہونے کے ساتھ ساتھ صحت پر مبنی نہیں کیونکہ مسودہ میں متروک و مشکوک عبارت کی جگہ متبادل الفاظ کی مبینہ صورت نویسی کی گئی ہے مثلاً دوازدہ ، بے واسطہ ، بقا ، شاہ حیدر اور سہ شنبہ کے بجائے علی الترتیب دوزانو ، باواسطہ ، فنا ، شاہ جنیدی اور دوشنبہ وغیرہ ، بلکہ خواب میں ارشاد نبوی "بدار بمعنی رکھو" کی جگہ "برادر بمعنی بھائی" کی قیاسی تحریر سے ترجمہ مختلف

بلکہ برعکس ہو گیا اور مفہوم ہی بدل کر رہ گیا۔

(۳) اصل فارسی کتاب شاہد الوجود تو طبع ہی نہ ہوی تھی جس کے بغیر پاکستان سے فقط اردو ترجمہ کی اشاعت بھی عجیب و غریب لگتی ہے کیونکہ مستقبل میں ریسرچ کرنے والے کسی بھی اسکالر کے لئے فارسی نسخہ کی عدم موجودگی سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوگی۔یوں بھی فارسی کتاب ہی سے مصنف کے تبحر علمی اور فارسی زبان پر عبور و مہارت کا نہ صرف پتہ چل سکتا ہے بلکہ ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مترجم نے ترجمہ کا حق کس حد تک ادا کیا ہے۔

(۴) ترجمہ کی زبان اردو میں زیادہ تر عربی و فارسی آمیز مشکل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جسے سمجھنے میں بھارت کی نئی نسل کو خصوصاً بڑی دشواری محسوس ہوتی ہے۔

اس کے بر خلاف (۱) ہمارے اس مکمل ترجمہ کے ساتھ اصل فارسی تصنیف بھی مکمل موجود ہے جو پہلی بار شائع کی گئی ہے جس کے بعد اب کسی بھی ریسرچ اسکالر کو اپنی تحقیق میں کوئی کمی محسوس نہ ہوگی نیز فارسی متن اور اردو ترجمہ کا تقابل بھی باآسانی ممکن ہے۔علاوہ ازیں صاحبان ذوق کی سہولت کے لئے فارسی کے بغیر صرف اردو ترجمہ پر مشتمل نسخے بھی اس کے ساتھ فراہم کئے گئے ہیں۔

(۲) ہمارا فارسی مسودہ حضرت مصنف قدس سرہٗ کے وصال سے صرف چھ (۶) سال بعد اس وقت کا نقل کردہ ہے جب کہ کتب خانہ ٹیکمال میں محفوظ اصل فارسی مخطوطہ بہترین حالت میں موجود تھا اور اس کا ایک لفظ بھی محو ہونے نہ پایا تھا۔

(۳) اس فارسی مسودہ کو حضرت مصنف قدس سرہٗ کی پہلی ہی پشت میں آپ ہی کے صاحبزادے حضرت سید لیٰسین پادشاہ قادری علیہ الرحمہ نے خود اپنے قلم سے جلی حروف میں نہایت خوشخط تحریر میں نقل فرمایا ہے نیز اس کے لئے عمدہ کاغذ اور اعلیٰ قسم کی سیاہی کے استعمال کا اہتمام بھی فرمایا ہے جس کے سبب اس کا ایک ایک لفظ واضح اور انمٹ حالت میں آج تک موجود ہے۔اس کا بخوبی اندازہ اشاعت ہذا میں بطور نمونہ دیئے گئے ایک صفحہ کی فوٹو کاپی کے ملاحظہ سے کیا جاسکتا ہے۔

(۴) ہمارا فارسی مسودہ آج سے ایک سو بارہ (۱۱۲) سال قبل کا نقل کردہ ہے لہذا ہمارا مخطوطہ ہی قدیم سے قدیم، صحیح سے صحیح ہونے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ معتبر اور

مکمل قرار پاتا ہے۔

(۵) ہمارے ترجمہ میں زیادہ سے زیادہ عام فہم، آسان اور سلیس اردو استعمال کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی گئی ہے۔ اصطلاحات کے سوا دیگر مشکل الفاظ کے آگے قوسین میں مختصر مفہوم بھی درج کر دیا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۶) اشاعت ہذا کے بعد یہ مفروضہ ادعا بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ شاہد الوجود کا صرف ایک نسخہ پاکستان میں ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا نسخہ کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کمترین کی لائبریری میں شاہد الوجود کے علاوہ حضرت مصنف قدس سرہٗ کی دیگر تصانیف کی نقول الحمدللہ آج بھی بحفاظت صحیح سلامت ہیں۔ چنانچہ آپ ہی کی ایک اور فارسی کتاب "مثنوی شاہد اذکار" کمترین کے زیر ترجمہ ہے جو انشاء اللہ بہت جلد طبع ہو کر منظر عام پر آئے گی۔

(۷) ترجمہ کے ساتھ ساتھ ہر جگہ قرآنی آیات مع حوالہ اور دعاؤں کی عربی عبارت بھی درج کر دی گئی ہے تاکہ آئندہ فقط اردو ترجمہ کی اشاعت ہو تو مفید ثابت ہو۔

یہی وہ ترجیحات تھیں جس کی بناء پر حضرت قادری صاحب مرحوم نے میرے اس ترجمہ کی اشاعت کا ارادہ فرمالیا تھا مگر افسوس کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔ بعد میں اس کو شائع کرنے پر مختلف اصحاب کی جانب سے مسلسل اصرار کیا جاتا رہا جن میں خصوصاً عزیز القدر قاضی افضل الدین صاحب فاروقی پیش پیش رہے۔ موصوف قابل مبارکباد ہیں کہ وہ اس کی اشاعت میں اپنے کثیر مالی تعاون کے ذریعہ ثواب بے حساب کے مستحق ہو گئے۔ ان کی ترقی مدارج دارین کے لئے میری خصوصی دعا ہے۔ عزیز گرامی مولوی سید احمد نور اللہ حسینی قادری سجادہ نشین درگاہ شریف ٹیکمال کا میں ممنون ہوں کہ موصوف نے اپنے اس قیمتی خاندانی مخطوطہ کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے صفتہ المصنفین کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔

فاضلین گرامی حکیم و ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری ہادی اور ڈاکٹر سید محمد حمید الدین صاحب قادری شرفی کا بھی سپاس گزار ہوں کہ جن کے بیش بہا عالمانہ نگارشات نے کتاب کی قدر و زینت میں بے حد اضافہ کر دیا۔ مولانا سید شاہ حبیب پادشاہ قادری مخدومی کا بھی شکریہ کہ کتاب کی طباعت میں پیش رفت سے واقفیت

حاصل کرنے وقتاً فوقتاً زحمت فرماتے رہے اور اپنے زرین مشوروں سے نوازا۔ میرے دونوں فرزندان بھی نیک دعاؤں کے مستحق ہیں کہ قاضی سعید پادشاہ سلمہٗ شروع تاآخر اشاعت کے جملہ مراحل کی بخوبی تکمیل میں شب و روز منہمک رہے تو حافظ حیدر پادشاہ سلمہٗ نے بیرونی و اندرونی ٹائٹیل کی تزئین میں اپنا حصہ ادا کیا۔

قارئین باتمکین سے التماس ہے کہ طباعت میں گویا ترجمہ و کتابت میں خطاو سہو کہیں بھی پائیں تو بنظر عفو اصلاح فرماتے ہوے فقیر مترجم کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں لحاظ رکھاجاسکے۔

آخر میں دعاہے کہ مولیٰ تعالیٰ میری اس حقیر علمی و دینی خدمت کو قبول فرماتے ہوے اس کو میرے لئے کفارۂ سیئات اور میرے والدین مرحومین کے لئے وسیلۂ عالی درجات بنائے اور قیامت میں اولیاء اللہ کے ساتھ حشر فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الہ الطاہرین واصحابہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین فقط

تصوف منزل ہائیکورٹ سگِ سگانِ درِ پاکِ غوثِ صمدانی

۲۶/ اگست ۱۹۹۴ء م ۱۷ ربیع المنور ۱۴۱۵ھ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری غفرلہ

بروز جمعہ

قطعات تاریخ ترجمہ

(منجانب مولانا سید شاہ حبیب پادشاہ قادری حبیبؔ مخدومی معزز رکن صفتہ المصنفین)

مولانا قاضی اعظم علی صوفی مرحبا زورِ قلم زیادہ کرے خالقِ ودود
تھی فارسی کتاب تو پہلے ہی لاجواب قدر اردو ترجمہ سے مزید ہوگئی فزود

ہجری سنِ اشاعتِ عمدہ کہو حبیبؔ
انوارِ دل ہے ترجمۂ شاہدالوجود
۱۴۱۵ھ

دیگر

(منجانب حافظ قاری سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی قادری حیدرؔ متعلم ایم ..اے (عثمانیہ) فرزند مترجم)

فارسی میں حضرتِ صاحب حسینی کی کتاب اک مرقع ہے تصوف کا بہ طرزِ موعظت
والدِ ماجد کا اردو ترجمہ کیا خوب ہے ہوگئے ہیں منکشف ہم پر رموزِ احدیت

عیسوی و ہجری دونوں سال حیدرؔ نے کہا
"بابِ عظمت" پر فروزاں ہے "چراغِ معرفت"
۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء

مصنف کتاب

حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ

(۱۲۱۹ تا ۱۲۹۷ ہجری)

تفصیلی تذکرہ کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "مقدس ٹیکمال" جس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

نام ونسب:۔

آپ کا اسم گرامی "سید صاحب حسینی قادری" ہے۔ "سید" اس لئے کہ قصبۂ ٹیکمال ضلع میدک کے مشہور سادات مشائخ گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔ "صاحب" اس لئے کہ صاحب کمالات وکرامات بزرگ ہیں۔ "قادری" اس لئے کہ آپ کا پدری سلسلہ نسب اٹھائیس (۲۸) ویں پشت میں حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ شجرہ نسب کی تفصیل کتاب ہذا کے آخر میں دی گئی ہے جس کی روشنی میں آپ "حسنی سادات" یعنی حضرت امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں لیکن تخلص "حسینی" فرماتے تھے۔ اس لئے "سید صاحب حسینی قادری" کے نام سے زیادہ مشہور ہوے۔

آباء واجداد اور انکی ہند میں آمد:۔

ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعلیمات کو عام سے عام کرنے کا شرف حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری قدس سرہٗ کی اولاد مبارک کے حصہ میں آیا جنکی چوتھی پشت میں حضرت سید ابراہیم قادری قدس سرہٗ کے صاحبزادوں کی آمد سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت (۷۵۵ تا ۷۹۳ ہجری) یعنی آٹھویں صدی ہجری یا چودھویں صدی عیسوی میں ہوی۔ انہوں نے پہلے پنجاب اور پھر الہ آباد کو اپنا وطن بنایا۔ پھر اس کے قریب ساڑھے تین صدی بعد مغلیہ فرمانروا اورنگ زیب عالمگیر کی

حکومت کے دوران ۱۱۱۳ھ م ۱۷۰۲ء یعنی بارھویں صدی ہجری یا اٹھارویں صدی عیسوی کے شروع میں اس خانوادہ کے بزرگ حضرت سید عبدالواحد قادری قدس سرہٗ نے الہ آباد سے دکن کا رخ کیا اور ضلع میدک کے موضع جوگی پیٹھ کو اپنے تبلیغی مشن کا مرکز منتخب کیا جو آندھرا پردیش کے مستقر حیدرآباد سے کوئی ۸۸ کیلو میٹر پر واقع ہے۔ یہیں ۱۱۲۷ھ میں آپ کے وصال و تدفین کے کچھ عرصہ بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید شکر اللہ قادری قدس سرہٗ جوگی پیٹھ سے تقریباً (۲۵) کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع قصبۂ ٹیکمال منتقل ہوگئے اور اسی کو اپنا وطن قرار دیا۔ آپ ہی کے فرزند زادے کا نام حضرت سید عبدالرزاق قادری قدس سرہٗ تھا جو حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ کے والد ماجد ہیں۔

ولادت باسعادت:۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۹ ہجری میں بمقام ٹیکمال ضلع میدک ہوی جسکا مادۂ تاریخ "ظہورِ حق" (۱۲۱۹) ہجری ہے۔

دورِ طالب علمی:۔

آپ کو بچپن ہی سے علوم دینی کے حصول سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اعلی دینی تعلیم کے شوق میں آپ چودہ برس کی عمر ہی میں ٹیکمال سے گہوارۂ علم و عرفان شہر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ اور جید علمائے عصر سے کوئی پانچ سال تک فیضان حاصل کرتے رہے۔

والد ماجد کی رحلت:۔

حیدرآباد میں قیام کے دوران ۱۲۳۹ ہجری میں جبکہ آپ تعلیمی مراحل طے کرنے میں مشغول تھے اچانک اطلاع ملی کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق قادری قدس سرہٗ کا سایہ شفقت اٹھ گیا ہے۔ رنج و غم میں فوراً ٹیکمال واپس پہنچے تو اپنے والد مرحوم سے بوقت وصال ظاہر کردہ کرامات کا جابجا تذکرہ تھا۔ علوم ظاہری میں تو مہارت حاصل ہو چکی تھی لیکن اپنے والد ماجد سے سلسلہ بیعت و خلافت خاندانی سے محرومی کا خیال و ملال ہمیشہ دامن گیر رہتا تھا۔ بالآخر بحالت خواب آپ کے والد

مرحوم نے ان الفاظ سے اپنے فرزند کی ہمت بڑھائی "جب تک میں زندہ رہا تم غفلت میں رہے اور اب راہ سلوک طے کرنا چاہتے ہو تو یہ ایسے مرشد کامل کے بغیر مشکل ہے جو دنیا میں بقید حیات ہو لہذا تم اس کے لئے جستجو کرو کیونکہ جو بھی محنت و جستجو کرتا ہے اسی کو کامیابی نصیب ہوتی ہے"۔

پیر کامل کی تلاش:۔

خواب کے بعد پیر کامل کی تلاش کا اشتیاق روز بروز بڑھتا گیا۔ اسی دوران ایک رات کیف و مسرت میں مولانا جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کا مطالعہ کرتے کرتے حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آپ نے بچشم نم یوں عرض کی "آپ کا یہ غلام ابن غلام آپ کی بارگاہ عالی کے کتوں سے نسبت رکھتا ہے۔ حذا کے واسطے اس بھٹکے ہوئے پر اپنی ایک نظر کرم فرمائیے اور قطبیت کے فیض سے نوازئیے، بھلا غلام اپنے آقا کو اور خادم اپنے مخدوم کو چھوڑ کر جا ہی کہاں سکتا ہے۔"

پیر و مرشد کا خواب میں دیدار:۔

اسی عالم استغراق میں بحالت خواب ایک نورانی چہرہ والے بزرگ "یا غوث" کا نعرہ لگاتے ہوئے ظاہر ہوئے تو آپ انکے قدموں پر گر پڑے۔ انہوں نے اٹھا کر شفقت سے گلے لگالیا تو آپ نے روتے ہوئے فریاد کی "اے میرے پیر دستگیر میری مدد فرمائے" جواب ملا " تمہارے جد حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تمہارے قریب کھڑے حکم دے رہے ہیں۔ کل میرے مکان واقع محلہ قاضی پورہ متصل مقبرۂ خواجہ خلیل حیدرآباد آؤ تاکہ تمہارے جد حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق میرے پاس جو تمہاری امانت ہے تمہارے حوالے کردوں" اور خواب میں ہی اپنا اسم گرامی "شاہ معروف قادری" بھی بتادیا۔

پیر و مرشد سے ملاقات:۔

بعجلت ممکنہ آپ خواب میں بتائے ہوئے پتہ پر پہنچے تو دیکھا کہ دیوان خانہ میں تنہا کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول وہی بزرگ رونق افروز ہیں جن سے خواب

میں زیارت کا شرف ہوا تھا ۔ آپ ہی کا نام نامی حضرت پیر شاہ محمد معروف شاہد اللہ فاروقی قادری چشتی قدس سرہٗ ہے جنکا سلسلہ نسب حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ سے جاملتا ہے ۔ سن ولادت ۱۱۷۵ ہجری اور سن وصال ۲/ شعبان ۱۲۴۹ ہجری ہے ۔ بمقام ٹیکمال ہی آپ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص و عام ہے جہاں آپ کا عرس شریف ہر سال ماہ شعبان کی تیسری تاریخ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے ۔ آپ سے جو بے شمار عجیب و غریب کرامات خصوصاً بوقت وصال صادر ہوئیں وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں جن سے واقف ہونے کے بعد اولیاء اللہ کی شان جمال و جلال کی بدولت ایمان تازہ ہوجاتا ہے ۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "مقدس ٹیکمال" یہاں عقیدتاً اس رباعی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

تم مظہرِ انوارِ خدا ہو "شاہد"
اور "شمعِ مدینہ" کی ضیاء ہو "شاہد"
کاسہ لئے اعظمؔ ہے گدا درپہ کھڑا
لِلّٰہ اسے کچھ بھیک عطا ہو "شاہد"

بیعت و خلافت:۔

منزل مقصود تک تو پہنچ چکے تھے اب گوہر مقصود حاصل کرنے کیلئے درکار مجاہدوں اور ریاضتوں سے گزرنے کے بعد پیرومرشد کی خدمت و صحبت میں جب سلوک کے جملہ مراحل پایۂ تکمیل کو پہنچے تو بالآخر بتاریخ ۲۴/ محرم ۱۲۴۱ ہجری پیرومرشد نے اپنے شیخ حضرت مخدوم محی الدین سید امیاں قدس سرہٗ کے عرس شریف کی تقریب میں آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اس کے بعد خواب میں ہدایت پانے پر پیرومرشد نے بتاریخ ۲۵/ رمضان ۱۲۴۱ ہجری بلدہ کے مشائخ و فقرا کی موجودگی میں حسب الحکم حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ خلافت قادریہ اور حسب الحکم حضرت شیخ المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ خلافت چشتیہ ' دونوں سلسلوں میں خرقۂ خلافت سے حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ کو سرفراز کیا ۔ اس طرح آپ نسباً تو قادری ہیں لیکن بلحاظ خلافت قادری و چشتی دونوں نسبت رکھتے ہیں ۔ دونوں شجرۂ خلافت

قادریہ و چشتیہ کی تفصیل کتاب ہذا کے آخر میں درج ہے۔

جانشینی:۔

۱۲۴۳ ہجری میں پیر شاہد اللہ قادری قدس سرہٗ دوسری بار جب ٹیکمال تشریف لائے تو آپ کے استقبال کے لئے سجائی گئی بارونق مسند کی جانب اشارہ کرتے ہوے آپ نے تمام اہلیان ٹیکمال کے سامنے اپنے خلیفۂ صادق حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ سے شخصی طور پر مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا "یہ مسند سجادگی اور خلافت تم کو مبارک ہو" اور اس طرح اپنے روحانی جانشین کا اعلان عام فرمادیا۔ چنانچہ پیر شاہد اللہ قادری قدس سرہٗ نے اپنی ابدی آرام گاہ کیلئے ٹیکمال کی سرزمین کا ہی انتخاب فرمایا اور آپ کے پہلے سجادہ نشین حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ ہی ہوے اور آپ ہی کے خانوادہ میں آج تک الحمد للہ سجادہ نشینی کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ اس وقت برادر زادۂ عزیز القدر مولوی سید احمد نور اللہ حسینی قادری زاد قدرہٗ سجادہ نشین ششم کی حیثیت سے درگاہ شریف ٹیکمال کی مسند سجادگی کی زیب و زینت اور اپنے اسلاف کرام کے فیوض و برکات کا سرچشمہ ہیں، جنھیں یہ منفرد اعزاز و امتیاز بھی حاصل ہے کہ اپنے جد اعلیٰ کی چوتھی نسل میں ہونے کے باوجود صرف دو درمیانی واسطوں (یعنی حضرت سید احمد عبد القادر حسینیؒ اور حضرت سید احمد پادشاہؒ) کے ذریعہ موصوف کی نسبت خلافت حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ سے جا ملتی ہے۔

ہمہ پہلو شخصیت:۔

حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ جہاں زہد و تقوی اور عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ تھے وہیں اپنے وطن ٹیکمال کے باشندوں کی بلاامتیاز فرقہ و مذہب ترقی کا دل میں سچا درد بھی رکھتے تھے چنانچہ قصبۂ ٹیکمال کی معاشی اور تعلیمی پستی کو دور کرنے اور اپنے ہم وطنوں کو خوشحال بنانے میں آپ کی شخصی دلچسپی اور خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں آپ ایک عالم دین اور پیر طریقت کے علاوہ بے لوث مصلح قوم اور ملت کے سچے درد مند کی حیثیت سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ جبھی تو وزیر اعلیٰ نواب سالار جنگ بہادر، نواب سلطان الدین، جمدۃ الملک اور عمدۃ

الملک کے علاوہ لالہ بہادر راگھورام ، دیسمکھ رام ، شمبھو پرشاد اور وزیراعظم چندولال تک آپ کے حلقۂ عقیدت میں شامل تھے۔

مدرسۂ حسینیہ ٹیکمال:۔

آپ کے اپنے ذاتی صرفہ کثیر سے ٹیکمال میں مدرسۂ حسینیہ کا قیام آپ کا ایک عظیم کارنامہ تھا جہاں دینی و مذہبی تعلیم کے ایک معیاری نصاب کی تکمیل کے علاوہ عصری علوم جیسے ریاضی ، ادبیات اور خصوصاً سرکاری زبان فارسی کی ٹھوس تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا تھا اور جہاں پر آشوب دور میں تک تمام طلباء کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام موجود تھا۔ یہ مقامی مدرسہ ترقی کے زینے طے کرتے کرتے ریاست بھر میں اعلیٰ تعلیم کا ایک معیاری ادارہ بن گیا جہاں سے مسلمان ہی نہیں ہندو ، کائستھ ، راجپوت اور برہمن وغیرہ سب اقوام فارغ التحصیل ہوتے تو حکومت کے محکموں اور سررشتہ جات میں اعلیٰ عہدوں پر انکا انتخاب و تقرر کیا جاتا۔ دیگر سررشتہ و صیغہ ملازمت کے علاوہ ایک بار جب ضلع بندی نظم و نسق کیلئے قابل عہدہ داروں کی ضرورت پیش آئی اور حکومت کی جانب سے صرف مدرسۂ حسینیہ کے طلباء کا ہی انتخاب عمل میں آیا تو نواب سرسالار جنگ اول نے حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ کے نام اپنے ایک فارسی خط میں ان الفاظ کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا تھا۔

" دریں قحط الرجال ، ایں قدر مردم باکمال ، ازیک قصبۂ ٹیکمال بہم رسید موجب خوشنودی کمال است " یعنی اُس دور میں جبکہ لائق لوگوں کی بڑی قلت ہے صرف ٹیکمال کے ایک قصبہ سے اس قدر قابل اور باکمال افراد فراہم کئے گئے ہیں جو نہایت مسرت کا باعث ہے "

رفاہی خدمات:۔

عوام الناس کیلئے آپ نے جو رفاہ عام کے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ آج تک صدقۂ جاریہ کے طور پر قائم و برقرار ہیں ۔ پنجوقتہ نماز باجماعت کیلئے ایک خوبصورت مسجد حسینیہ اور طالبان سلوک کی تربیت کیلئے خانقاہ تعمیر کی گئی ۔ مسجد کی باؤلی کے علاوہ ٹیکمال کے دیگر مقامات پر بھی آپ نے بلالحاظ مذہب و ملت متعدد

کنویں کھدوائے ۔ اپنے پیرو مرشد حضرت شاہد اللہ قادری قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر خوشنما گنبد بھی آپ ہی نے بنوایا۔ وسیع احاطہ درگاہ شریف ٹیکمال کی حفاظت کیلئے اطراف دیواریں تعمیر کی گئیں جن میں چار شاندار کمانیں بھی بنائی گئیں ان میں سے ایک بلند کمان ٹیکمال کے باب الداخلہ پر تعمیر کرنے سے قصبہ کی شان دوبالا ہوگئی۔

کرامات:۔

اللہ والوں کی ہر بات اور ہر ادا اللہ کی شان کی ترجمان ہوتی ہے۔ زندگی کے دوران نیز وصال کے بعد بھی آپ کی لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں ۔ " مقدس ٹیکمال " کے علاوہ آپ کی کرامات پر مشتمل علحدہ ایک مختصر رسالہ میں متعدد معتبر کتب سے اخذ کردہ کوئی پچیس کرامات ہم نے جمع کی ہیں، ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

وصال:۔

بتاریخ ۲۶/ محرم ۱۲۹۷ ہجری جمعہ گیارہ بجے شب سے کچھ بعد بمقام ٹیکمال جہر کے ساتھ پہلے کلمۂ طیبہ کا پھر آخری وقت تک اسم ذات کا ذکر کرتے کرتے آپ واصل بحق ہوگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ کی روح پرواز ہونے کے وقت حاضرین نے عینی مشاہدہ کیا کہ آپ کے جسم کی نس نس اور بال بال سے اسم ذات کے ذکر کی علانیہ آواز آرہی تھی۔ آپ کے پیرومرشد کے گنبد شریف کے مغرب میں قبلہ کی جانب دوسرے دن بروز شنبہ دس بجے صبح آپ کے جسم اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ تین سال بعد مزار قدس پر آپ کے فرزند اکبر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کی جانب سے ایک عالیشان گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ ہر سال ۲۶/ محرم کو آپ کا عرس شریف شاندار پیمانے پر منایا جاتا ہے۔

فقیر مترجم رباعی ذیل کے ذریعہ اپنا خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

آلِ نبی اولادِ علی ہیں "صاحب"
بغداد کے گلشن کی کلی ہیں "صاحب"
خالی نہیں جاتا کوئی در سے جن کے
اللہ کے اعظم وہ ولی ہیں "صاحب"

بحساب ابجد "یا غفور" اور "حکیم" سے بالترتیب آپ کا سن وصال ۱۲۹۷ ہجری اور عمر ۸۷ سال برآمد ہوتے ہیں۔ حضرت قاضی محمود بحری گوگی نے بھی مادہ تاریخ وفات کے طور پر مصرع "حاضر درگاہ حبیب اللہ" تجویز فرمایا تھا۔اسی کے علاوہ آپ کی رحلت وجدائی پر آپ کے ہمشیر زادہ و خلیفہ مجاز حضرت شاہ محمد غلام جیلانی قادریؒ کا "کیا سہانا پیرومرشد کا ہے روضہ دیکھئے" والا دردانگیز مرثیہ اور آپ کے فرزند زادے حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ کا "شیخ اکبر سید صاحب حسینی قادریؒ" والا اثرانگیز مرثیہ دونوں پڑھنے کے لائق ہیں۔

تصانیف:۔

آپ کے علم و فضل اور تبحر و کمال کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو ادب، تصوف سلوک، تاریخ اور اسلامیات پر مشتمل ہیں جن میں سے بعض منظوم ہیں تو بعض نثر میں ہیں۔عربی، فارسی اور دکھنی زبانوں پر آپ کو کامل عبور حاصل تھا۔آپ ایک ماہر انشاء پرداز اور کہنہ مشق شاعر تھے۔آپ کی چند کتب کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) فرہنگ حسینی جس میں زبان فارسی کے قواعد نیز چند اہم قاعدوں کو اردو کے ساتھ آسان اور عام فہم انداز میں ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔یہ کتاب ۱۳۱۹ ہجری میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

(۲) مثنوی "شاہد اذکار" فارسی جو حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کی کتاب "خاتمہ" کی منظوم شرح ہے۔

(۳) "شاہد الوجود" فارسی یعنی کتاب ہذا جو تنزلات، تعرجات، اذکار، اشغال اور مثنوی پر مشتمل پانچ ابواب پر محیط ہے۔

(۴) "شواہد حسینی" جس میں عقائد، فقہ، مسائل صوفیہ، خانوادہ ہائے طریقت، عبادات، عملیات، اذکار و اشغال درج ہیں۔

(۵) "نکات شاہد" شرح ارشاد حضرت شاہدی ہے جس میں حقیقت احدی و احمدی بیان کی گئی ہے۔

(۶) مکتوبات حسینیؔ " جو آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے۔

(۷) عربی، فارسی اور دکھنی زبانوں میں آپ کے عارفانہ و صوفیانہ کلام کا چیدہ چیدہ ذخیرہ ہے جس میں شامل چند فارسی مثنوی اور مناجات کے شہ پارے کتاب ہذا میں جگمگا رہے ہیں ۔اس کے علاوہ دکھنی زبان میں آپ کا مقبول کلام مثلاً گیارہ بندوں پر مشتمل " سب سے چھڑا کر اپنا بنالے " والی مناجات اور خصوصاً " اے خالق ارض و سما " والی وہ مناجات جو آپ نے اپنے محل مبارک کی جانب سے تحریر فرمائی تھی وہ آج بھی خاندان کے زنانی افراد میں پابندی سے پڑھی جاتی ہے ۔یہ دونوں مناجات مقدس ٹیکمال کتاب میں شائع ہو چکی ہیں۔

اولاد:۔

حضرت سید صاحب حسینیؔ قدس سرہٗ کے چھ فرزندان میں سب سے پہلے فرزند شیرخواری میں اور سب سے چھوٹے لاولد فوت ہوئے ۔باقی چار فرزندوں اور ایک دختر کے نام یہ ہیں (۱) سید احمد پادشاہ قادریؒ جنکی اولاد میں سجادگی جاری ہے (۲) سید معروف مرشد پادشاہ قادریؒ (۳) سید لیسین پادشاہ قادریؒ (۴) سید محی الدین پادشاہ قادریؒ (۵) دختر صاحبنی بی صاحبہؒ اور ان سب ہی سے حضرت سید صاحب حسینیؔ قدس سرہٗ کی کثیر آل و اولاد بر صغیر ہند و پاک کے علاوہ امریکہ، کینیڈا، جرمنی، برطانیہ، ایران سعودیہ و دیگر عرب ممالک میں پھیلی اور حکومتی محکمہ جات میں وزراء، کلکٹر، سکریٹری ناظم، صدر مہتمم، فوجی کیپٹن، کرنل، ڈاکٹر، انجینیر، بنک مینجر، طبیب، مددگار منصف، تحصیلدار، پیشکار اور وکیل وغیرہ جیسے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر ملک و ملت اور انسانیت کی خدمت کی اور کر رہے ہیں۔ان میں حالیہ اعلیٰ ترین اعزاز مترجم کے برادر ماموں زاد حضرت سید احمد قادری عرف بڑے حضرت مرحوم کو حاصل ہوا تھا جبکہ موصوف کو قریب دس سال تک عرب ممالک میں اقوام متحدہ نے اپنا پراجکٹ افسر مقرر کیا تھا۔۱۹۷۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق حضرت سید صاحب حسینیؔ قدس سرہٗ کی آل و اولاد کی تعداد سات سو تک جا چکی تھی جو اَب غالباً دوگنی ہو گئی ہوگی۔

حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ کا مختصر تذکرہ

(جنکے قلم سے ۱۳۰۳ ہجری میں نقل کردہ فارسی مخطوطہ "شاہد الوجود" کا یہ ترجمہ کیا گیا)

حضرت سید صاحب حسینی قدس سرہٗ کے تیسرے صاحبزادے عارف باللہ الحاج حضرت سید یسین پادشاہ قادریؒ (مترجم کے حقیقی نانا) ایک عالم باعمل تھے۔ بچپن سے ہی بڑے نیک شعار اور پاکیزہ اطوار تھے۔ مدرسۂ حسینیہ ٹیکمال میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ اپنے والد بزرگوار سے جملہ فیوض ظاہری و باطنی سے سرفراز ہو کر سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں خلافت و اجازت سے ممتاز ہوئے۔ پہلے کچھ عرصہ کیلئے مدرسۂ حسینیہ میں ہی معلم کے فرائض انجام دیتے رہے پھر محکمۂ تعلقداری میدک میں سررشتہ داری کی خدمت پر تقرر ہوا لیکن زہد و تقوی اور آبائی غیرت نے گوارا نہ کیا تو بہت جلد ملازمت ترک کردی اور درویشانہ متوکل علی اللہ زندگی اختیار کرلی۔ آخر عمر تک اراضی انعامی و پٹہ جات پر ہی قانع رہے۔

علم و فضل میں یکتا تھے۔ عربی و فارسی زبان و ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اکثر علماء و فضلاء کی مجالس اور علمی حلقوں میں شریک رہتے۔ بلدہ حیدرآباد میں حضرت انوار اللہ خاں فصیلت جنگ بہادرؒ بانی جامعہ نظامیہ کے اکثر مہمان رہتے حضرت فضیلت جنگؒ اور دیگر علمائے کرام کی معیت میں ہی آپ ادائی فریضہ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ عابد صالح ہونے کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی آپ نظیر تھے۔ آپ کے تقوی کا ایک واقعہ اب بھی ٹیکمال میں مشہور ہے کہ ناشتہ کا پہلا لقمہ منہ میں لیتے ہی رک کر خادم سے آپ نے دریافت کیا کہ سودا کہاں سے لایا تھا۔ پتہ چلا کہ بازار میں ترکاری دستیاب نہ ہونے کے باعث خادم کسی کے کھیت سے بلا اجازت و بغیر ادائی قیمت ترکاری توڑ لایا تھا جس کا سالن تناول میں آگیا۔ آپ نے ناراض ہو کر وہ لقمہ حلق سے نکال پھینکا اور معدہ میں جانے سے قبل انگلیوں کی مدد سے قے کر کے باقی حصہ بھی نکالدیا تاکہ حرام و مشکوک لقمہ جزو بدن ہونے نہ پائے۔ فن تعویذات و عملیات میں آپ کو درک کامل تھا۔ آسیب و سحر کے شکار ہزاروں مریض آپ کی دعاء و علاج سے شفا پائے۔

آپ کی تین ازواج تھیں۔زوجۂ اول منشی محمد صدیق یار جنگ بہادر کی اکلوتی دختر تھیں جو لاولد فوت ہوگئیں۔زوجۂ دوم سے ہوئیں تینوں دختران عقد کے بعد انتقال کر گئیں۔البتہ آپ کی زوجۂ سوم حضرت سید شاہ امین اللہ محمد محمدالحسینیؒ کی صاحبزادی تھیں جو قصبۂ نہالکل ضلع میدک میں واقع درگاہ شریف حضرت سید محمود شاہ عبدالرحمن محمدالحسینی بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے سجادہ نشین تھے۔زوجہ سوم سے تین فرزند اور تین دختر ہوئیں جن میں سے صرف ایک فرزند سید ندیم اللہ حسینی قادری اور ایک دختر حضرت ام الخیر فاطمہ محل حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی علیہم الرحمہ (مترجم کے والدین ماجدین) سے آپ کی آل و اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔آپ کی روحانی اولاد یعنی مریدین و طالبین کی بڑی تعداد ٹیکمال و میدک کے اطراف واکناف بلدہ حیدرآباد اور دور دور تک موجود ہے۔

آپ نے بتاریخ ۳/ ربیع الاول ۱۳۳۳ہجری م ۱۷/ اسفندار ۱۳۲۴ فصلی م ۲۰/ جنوری ۱۹۱۵ عیسوی بروز چہارشنبہ بعد مغرب بمقام ٹیکمال وصال فرمایا۔آپ کا مزار انور حضرت پیر شاہد اللہ قادری قدس سرہٗ کے پائین میں واقع ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ندیم اللہ حسینی قادری سالکؒ (مترجم کے حقیقی ماموں) کے مستخرجہ عربی مادہ ہائے تواریخ کے علاوہ ایک فارسی قطعہ تاریخ مزار کے سرہانے دیوار پر نصب ایک سنگ سفید پر کندہ ہے جس سے ہجری، فصلی اور عیسوی تینوں سن وفات برآمد ہوتے ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

غفر بالودود (۱۳۳۳ہجری)۔بہ الغفور (۱۳۲۴ فصلی)

ھوالمقیت والغفور (۱۹۱۵عیسوی)

۔(قطعہ تاریخ)۔

والد و مرشدِ من شیخِ دکن — زاہد و عارف و پیر کامل

سومِ ماہِ ربیع الاول — شد ازیں منزلِ دنیا راحل

چار شنبہ بہ نمازِ مغرب — شادماں گشت بہ جنت داخل

سنہ ہجریش بگفتہ سالکؔ

گشت با حق شہ یٰسٓ و اصل

۱۳ ھ ۳۳

فہرست مضامین اردو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

حرفِ آغاز

اس ذات احد کے نام سے ابتداء ہے جس نے تعینات سے آزاد اور اشارات سے بے نیاز "مقام احدیت" سے حقیقتِ محمدی کا پتہ دینے والی "منزلِ وحدت" کی جانب نزولِ اجلال فرمایا اور "كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيّاً" کی خلوت سے نکل کر الوہیت کا پتہ دینے والی وحدت کی شہ نشین پر جلوہ گر ہوا۔ عالمِ مثال پر پڑے ہوئے پردے کو اٹھادیا اور اپنے حسن کی رنگینی کے ذریعہ شہادت کے بازار میں ایک ہنگامہ بپا کر دیا۔

زہے احدیکہ احمد شاہدِ او
رسول اللہ محمد حامدِ او

اس ذاتِ احد کی تعریف کیا ہو سکیگی جسکی شہادت دینے والے اور جسکی حمد بیان کرنے والے احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

یقیں دانم ہو اللہُ احد است
بریں معنی کہ اللہُ الصمد است

میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اللہ یکتا ہے اور اسی لحاظ سے اللہ بے نیاز ہے۔

نزاد و ہم نزادہ خالقِ کل
منزّہ از توالد وز تناسل

ایسا خالقِ کائنات ہے کہ اسکی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کو پیدا ہوا۔ اولاد یا نسل کے ہونے سے وہ پاک ہے۔

شریکِ او گہے احدے نباشد
خدائی را بغیرش کس نشاید

کبھی بھی اسکا کوئی شریک ہرگز نہیں اور خدائی کی شان اسکے سوا کسی کو زیبا نہیں۔

نہ ضدّ وند ورا نے عرض و جوہر
نہ رنگ و بو نہ مثلِ آبِ گوہر

اسکی نہ کوئی ضد ہے نہ نظیر۔اسکا نہ کوئی عرض ہے نہ جوہر۔اسکے لئے رنگ و بو کا کوئی تصور ہی نہیں اور نہ اسکے لئے موتی کی چمک کی مثال دی جاسکتی ہے۔
(نوٹ:۔اپنے قیام میں دوسرے کی محتاج شئے کو عرض اور اپنی ذات سے قائم شئے کو جوہر کہتے ہیں مثلاً دیوار کا سایہ ہو تو سایہ عرض ہے اور دیوار جوہر ہے۔)

کہ ذاتش ہست بیچوں بے چگونہ
مقدس بے شبہ ہم بے نمونہ

اس ذات کیلئے یوں اور اسطرح کا تصور ہی نہیں۔ایسی مقدس ذات کہ جسکی تشبیہہ یا تمثیل ہی ممکن نہیں۔

خدائے جملہ موجودات و موصوف
باوصافِ کمالاتست معروف

تمام موجودات کا خدا وہی ہے جسکی خوبیاں مشہور اور جسکے کمالات معروف ہیں۔

مبرّا از زوال و نقص و غفلت
منزّہ از تمامی عیب و علّت

وہ زوال، نقص اور غفلت سے آزاد اور ہر قسم کے عیب اور علت سے پاک ہے۔

بری از قیدِ امکان و زمانست
کہ ذاتش پاک از وہم و گمانست

وہ امکان اور زمانہ کے تعین سے آزاد ہے کیونکہ اسکی ذات وہم اور گمان سے پاک ہے۔

نہ درجائے ولے ہر جاست موجود
نہ درسمتے و لے ہر سمت مشہود

وہ کسی ایک ہی جگہ نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ وہ کسی ایک ہی سمت میں نہیں بلکہ ہر سمت میں موجود ہے۔

بعلم و قدرت و ہم از ارادت
بہر جائے نہ از تمکین و صحبت

کسی ایک ہی کی مکانیت اور صحبت سے بے نیاز وہ اپنے علم، قدرت اور ارادہ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔

ہمہ عقلِ بشر عاجز و قاصر
پئے ادراکِ کنہِ ذاتِ قادر

وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ اسکی حقیقتِ ذات جاننے سے تمام انسانی عقل عاجز اور قاصر ہے۔

محمد نورِ او کز نور او شد
وجودِ جملہ شے کاں در عدم بُد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اسی ذات اقدس کے نور سے پیدا ہوا اور آپ ہی کے نور کی بدولت تمام چیزیں عدم سے وجود میں آئیں۔

درودِ حق برو بر آل اطہر
پیاپے باد بر اصحابِ رہبر

آپ پر اور آپ کی آل پاک پر اور آپ کے اصحابِ رہبر پر حق تعالیٰ کا مسلسل درود ہو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ رَبَّنَا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ بِلُطْفِ الْعَمِيْمِ۔

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و الہ و اصحابہ اجمعین اللہ کے رسول ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا اور اپنے لطفِ عام

کے ذریعہ ہمیں اشیاء کی حقیقتوں سے آشنا فرمادے)

میری ظاہری اور باطنی آنکھوں پر جو غفلت کا پردہ پڑا ہے اپنے کرم سے اسے اٹھادے اور ہر چیز میں تیری جو کچھ بھی حقیقت ہے اسکو ظاہر کر کے مجھے وہم کی قید سے نکال دے۔ اور میری ہر ہر سانس کو تیری یاد میں ذکر و فکر کے ساتھ مشغول فرما اور تیری بارگاہ میں مراقبہ کے ساتھ مجھے ہر گھڑی شاد و آباد رکھ۔

رباعی مصنف علیہ الرحمہ:۔

یارب سببے کن کہ جمالِ تو بہ بینم
از ذرۂ ذراتِ کمالِ تو بہ بینم
ہر جا کہ رود مدرکہ ام بہرِ خیالے
آنجا ہمہ آثارِ وصالِ تو بہ بینم

یعنی یارب! ایسا کوئی سبب پیدا کر دے کہ میں تیرا جمال دیکھ سکوں، تیرے کمال کے ذرات سے ایک ذرے ہی کا نظارہ کر سکوں اور میرا ذہن و خیال جہاں بھی جا پہنچے وہاں مجھے تیرے وصال کی نشانیاں ہی نظر آئیں۔

امابعد! اللہ کے محبوبوں کے قدموں کی خاک کے برابر یہ فقیر حقیر سید صاحب حسینی قادری فرزند حضرت سید شاہ عبدالرزاق قادری علیہ الرحمہ جو حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی غوث اعظم میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے غلاموں کا غلام اور کرامت مآب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مریداں پناہ ہدایت دستگاہ حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ چشتی قادری قدس سرہٗ کے مریدوں میں ادنیٰ مرید ہے اور ملک دکن کے سلطان، سکندر دستگاہ، فقیروں کے آسرا، غریبوں کے سہارے عالم پناہ ناصر الدولہ بہادر (انکی عمر دراز ہو اور ان کی شوکت و سلطنت کو خدا قائم رکھے) کے صدر مقام شہر حیدرآباد کے قریب واقع قصبۂ ٹیکمال جو اسکا وطن ہے، عارفان کامل اور حق شناس خدا رسیدہ بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ صبح و شام کے مونس، لعل بدخشاں (قیمتی پتھر) کے دل دادہ، وفادار بھائی، مخلص دوست یعنی شاہد عطا (انکا شوق زیادہ ہو) کی خواہش پر اپنے حقیقی فرزندوں، دینی بھائیوں طریقت کے طالبوں اور یقین کے طلبگاروں کی تعلیم کی خاطر قرآن و حدیث

اور عالی صفات بزرگوں کے ارشادات کی روشنی میں یہ چند کلمات میں نے اپنے حافظہ سے کاغذ پر منتقل کر دئے ہیں۔ جنکی تعلیم و تلقین کا شرف مجھے اپنے پیر دستگیر (حضرت شاہد اللہ قادری قدس سرہٗ) سے حاصل ہوا اور جو سلوکِ طریقت اور حصولِ حقیقت کے علم کے سلسلے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برزخِ سرمدی کے نور سے روشن حضراتِ خمسہ اور کیفیتِ تعینات کے نزول کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کا نام "شاہد الوجود" رکھا جسمیں پانچ حَجلہ (یعنی باب) ترتیب دئے۔ اگر اسمیں کسی جگہ کوئی غلطی واقع ہوئی ہو تو قارئین اسکی اصلاح فرمادیں اور اس گنہگار کو از راہِ کرم معاف کرتے ہوئے فاتحہ سے ممنون فرمائیں۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں رابہ نیکاں ببخشد کریم

میں نے سنا ہے کہ قیامت کے روز خداوندِ کریم نیک بندوں کے طفیل گنہگار بندوں کو بخش دے گا۔

(1) پہلا حَجلہ تعینات کے نزول کے بیان میں (2) دوسرا حَجلہ سارا عالم ایک انساں میں موجود ہے اسکی ماہیت کے بیان میں (3) تیسرا حَجلہ عروج یعنی سلوک کے بیان میں (4) چوتھا حَجلہ طاعت اور عبادت کے بیان میں (5) پانچواں حَجلہ شغل اور مکاسبت کے بیان میں۔

(نوٹ:۔ حَجلہ عربی لفظ ہے یعنی وہ پردہ جو دلہن کیلئے مکان کے اندر لگایا جائے یا وہ کمرہ جو دلہن کیلئے آراستہ کیا جائے۔ فارسی میں حَجلہ ح کو فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں جسکے معنی ہیں دلہن کیلئے پردوں سے آراستہ کی گئی جگہ جیسے ہندی میں چھپر گھٹ۔ البتہ حُجلہ ح کو ضمہ کے ساتھ تلفظ کرنا غلط ہے۔ غیاث۔ المنجد)

قطعۂ تاریخ تصنیف شاہدالوجود
(از مصنف علیہ الرحمہ)

چوں آں شاہدِ حجلۂ رازِ غیب
بصحنِ عیاں جلوہ سنج آمدہ
بترکیبِ پنج حجلہا در نزول
پئے عاشقاں پنج گنج آمدہ
زہجرِ نبی سال اندر شمار
دہ و دو صد و شصت و پنج آمدہ (۱۲۶۵ھ)

جب غیبی راز کے خلوت خانہ کا گواہ (معشوقِ حقیقی) کھلے صحن میں برآمد ہوکر جلوہ نما ہوا تو اسکے اس نیچے اترآنے کے دوران پانچ حجلوں کی ترتیب سے عاشقوں کیلئے پانچ خزانے ہاتھ آگئے اور ہجری نبوی سال کے حساب سے سن بارہ سو پینسٹھ (۱۲۶۵) ہجری برآمد ہوا۔

پہلا باب

(تعینات کے نزول کا بیان)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اشارات سے آزاد اور تعینات سے بے نیاز احدیت کی غیبی شان میں موجود معشوقِ حقیقی کی ذات مطلق نے جب چاہا کہ اپنی بے مثال ذات کے جمال کا نظارہ فرمائے اور اپنے مقام "کُنْتُ کَنْزاً مُّخْفِیّاً" (حدیث قدسی = میں ایک پوشید خزانہ تھا) سے نکل کر ظہور کی شہ نشین پر جلوہ گری کرے تو "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" (حدیث شریف = اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا) کے مطابق پہلے خود بخود نور کا ایک آئینہ بن کر ظاہر ہوا اور "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا" (بیشک میں اللہ ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں) کے ارشاد کی روشنی میں اپنے حسین و رعنا چہرہ کو اس آئینہ میں علانیہ ملاحظہ فرمایا۔ پھر اسی آئینہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک میں موجود پانچ حروف (م۔ح۔م۔م۔د) کے مجموعہ سے خود کو موسوم کرلیا۔ اور اسی عدد (پانچ) کے موافق نزول فرما کر "حضرات خمسہ" (یعنی وحدت، الوہیت، ارواح، امثال، اجسام) کے تعینات کی جانب متوجہ ہوا۔ بلحاظ علم پہلے "م" سے پہلا تعین وحدت۔ "ح" سے دوسرا تعین الوہیت۔ دوسرے "م" سے تیسرا تعین ارواح تیسرے "م" سے چوتھا تعین عالم مثال اور "د" سے پانچواں تعین عالم اجسام مقرر فرمایا جنکی تفصیل اسطرح ہے۔

1) وحدت:۔ یعنی پہلے تعین سے مراد حقیقت محمدی، روح قدسی، وجہ اللہ اور برزخ کبریٰ ہے۔ یعنی وہی نوری آئینہ خود ہی صفت محمدی سے متصف ہوگیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّتِیْ" (حدیث قدسی = اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی شانِ ربوبیت ظاہر نہ کرتا) اس مقام پر چار اعتبارات یعنی (1) وجود (2) نور (3) علم (4) شہود، معین ہیں جو

ذات و صفات اور اسماء و افعال کی جگہ ہیں وہ سب کے سب آشکار ہوئے۔ ان ہی اعتبارات کے ظہور کا نام واحدیت ہے یعنی وہی وحدت جسکے اعتبارات دراصل ذات کے قائم مقام ہیں اور جس تفصیل کیلئے صفات ضروری ہیں وہ درحقیقت نور محمدی ہی ہے۔

2) الوہیت:۔ دوسری تجلی سے مراد الوہیت ہے جو دوسرا تعین ہے جس میں چار صفات، حیات، علم، ارادہ، قدرت ایک ساتھ جمع ہیں جو "ائمہ صفات" کہلائیں۔ یعنی اس تعین میں حیات کی صورت میں وجود ہے صفات کے علم میں ذات کا علم ہے اور ارادہ کی صورت میں نور ہے کیونکہ اسمائے مشروطی کا ظہور اسی سے ہے اور قدرت کی صورت میں شہود ہے کہ عالم کا ظہور اسی سے ہے۔ معلوم ہوا کہ "اعیان ثابتہ" ان سب کا نام ہے۔ غرض الوہیت کا یہ مرتبہ ان چاروں صفات کے ساتھ اسمائے الٰہی کی صفات کا مجموعہ بن گیا۔ مثلاً کریم (اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے) کہ کرم فرمانے کی صفت کیلئے یہ چاروں صفات یعنی حیات، علم، ارادہ اور قدرت ضروری ہیں۔ اسی طرح ہر اسم الٰہی کی صفت کیلئے یہ چاروں صفات لازمی ہیں۔ لہذا عالمِ الوہیت ان چاروں صفات کے ساتھ جملہ مشروط اور غیر مشروط صفات کا جامع ہے اور ان چار صفات سے تین دوسری صفات سمع (سننا)، بصر (دیکھنا) اور کلام (بات کرنا) نکلے، سمع جو خواہش قبول کرانے کی صلاحیت کے مطابق اسماء الٰہی کو سننے والی (صفت) ہے اور بصر، صلاحیت کے مطابق اسمائے الٰہی کو دیکھنے والی (صفت) ہے کہ بلحاظ صلاحیت حکم فرمایا جاتا ہے، وہی حکم "کلام الٰہی" ایک "نفس" ہے جو کسی شئے کی خارجی اور ذہنی ایجاد کی خاطر ہے کہ نفس سے مراد "نفس الرحمٰن" ہے۔ غرض ان ساتوں صفات کو جو کہ "امہاتِ صفات" ہیں الوہیت کہتے ہیں جو اسمائے الٰہی اور اسمائے کیانی کی جملہ صفات کا مجموعہ ہے کیونکہ "اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" (ایسی کوئی شئے نہیں جو اسکی حمد کرتے ہوئے اسکی پاکی بیان کرتی نہ ہو۔ بنی اسرائیل۔ ۴۴) کے حکم کے مطابق ہر شئے کو تسبیح کرنے کیلئے یہ ساتوں صفات ضروری ہیں۔ لہذا "کُنْ" (یعنی "ہوجا"۔ سورۂ مریم۔ ۳۵) کے حکم سے جو کہ کلام الٰہی ہے اٹھائیس (۲۸) اسمائے کیانی ہوئے جو روحوں اور جسموں کی اصل ہے یا

اٹھائیس (۲۸) حروف تہجی اور اٹھائیس (۲۸) چاند کی منزلیں ہیں جو خارجی اور علمی طور پر ساتوں صفات کے جامع اٹھائیس (۲۸) اسمائے الٰہی کی شانِ ربوبیت کے ساتھ اس مقام پر مربوب (پروان چڑھے) اور معین ہوئے چنانچہ

اسمائے الٰہی:۔ بدیع۔ باعث۔ باطن۔ آخر۔ ظاہر۔ حکیم۔ محیط۔ شکور۔ غنی۔ مقتدر رب۔ علیم۔ قہار۔ نور۔ مصور۔ محصی۔ مبین۔ قابض۔ حی۔ محی۔ ممیت۔ رزاق۔ عزیز۔ مذل۔ قوی۔ لطیف۔ جامع۔ رفیع الدرجات۔

اسمائے کیانی:۔ عقل کل۔ نفس کل۔ طبیعت کل۔ جوہر ھبا۔ شکل کل۔ جسم کل۔ عرش۔ کرسی۔ فلک البروج۔ فلک منازل۔ فلک زحل۔ فلک مشتری۔ فلک مریخ۔ فلک شمس۔ فلک زہرہ۔ فلک عطارد۔ فلک قمر۔ کرۂ نار۔ کرۂ ہوا۔ کرۂ آب۔ کرۂ خاک۔ مرتبۂ جماد۔ مرتبۂ نبات۔ مرتبۂ حیوان۔ مرتبۂ ملک۔ مرتبۂ جن۔ مرتبۂ انسان۔ مرتبۂ جامع۔

حروف تہجی:۔ ا ہ ع ح غ ج ق ک خ ش ی ض ل ن ر ط د ت ز س ص ظ ث ذ ف ب م و۔

منازل قمریہ:۔ یعنی چاند کی اٹھائیس منزلیں یہ ہیں۔ شرطین۔ بطین۔ ثریا۔ دبران۔ ہقعہ۔ ہنعہ۔ ذراع۔ نثرہ۔ طرفہ۔ جبہ۔ زبرہ۔ صرفہ۔ عوا۔ سماک۔ غفرہ۔ شولہ۔ نعائم۔ بلدہ۔ سعد ذابح۔ سعد بلع۔ زبانا۔ اکلیل۔ قلب۔ سعدِ سعود۔ اخبیہ۔ مقدم۔ موخر۔ رشا۔

ارواح:۔ پھر اس جگہ تیسرے تعین سے مراد یثاق کے دن (روز ازل جبکہ سب ارواح سے عہد لیا گیا تھا) اعیانِ ثابتہ کی تفصیل ہے جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور "صور علمیہ" سے مراد وہی ہے جو اس مرحلہ پر ارواح کے نام سے موسوم ہے کہ انسانی، حیوانی، نباتی اور جمادی روح اسی مقام پر پیدا ہوئی۔ غرض وہی روحِ اعظم یعنی نورِ پاکِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو مقامِ احدیت میں عینِ ذات ہے وہ مقامِ وحدت سے اس مقامِ ارواح تک جملہ کائنات کے ظہور کے ساتھ اعیانِ ثابتہ اور صورِ علمیہ کی مناسبت کے لحاظ سے نزول فرما کر آثار (علامات) اور افعال کے ظہور پر مائل ہوا۔

مثال:۔ اسی قابلیت کا نام مثال ہوا جو کہ چوتھا تعین ہے۔ یعنی جب عالم الوہیت کا وہ

نور مجمل پھیلتا گیا تو اسکا نام عالم ملکوت ہوا اور روحوں اور جسموں کے درمیان برزخ ہو گیا تا کہ معنیہ وقت پر عالم اجسام کی ہر جنس کی روح میں نزول کرے۔

اجسام: ۔ پھر عالم مثال جب اجسام کی طرف مائل ہوا اور اعیانِ ثابتہ کی مناسبت کے لحاظ سے جسمانی لباس پہنا اور "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دال سے وابستہ ہوا تو پانچویں تعین یعنی عالمِ شہادت کے نام سے موسوم ہوا۔

اشعار: ۔

از مقامِ کُنتُ کنزا مخفیاً یعنی عدم
چوں بجلوہ غیب اول شاہدِ حق زد قدم

"کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً" یعنی عدم کے مقام سے غیبی جلوہ کے ساتھ معشوقِ حقیقی جب پہلی بار رونق افروز ہوا۔

شد تعین اول و نامش بوحدت مشتہر
روحِ قدسی امر گشت از نورِ شاہِ ذوالکرم

پہلا تعین ہوا جسکا نام وحدت مشہور ہوا۔ شاہِ ذوالکرم کے نور سے روح قدسی "امر" بن گئی۔

شد بہ تختِ اعتباری جلوہ پیرا چوں عروس
زاعتبارِ چار کسوت گشت رنگیں محترم

اور جب وہ اعتبارات کی مسند پر نوشہ کی طرح جلوہ افروز ہوا تو چاروں لباسوں (یعنی وجود، نور، علم، شہود) کے اعتبار سے رنگین محترم ہو گیا۔

پس بجلوہ دوئی آمد اضافی نام یافت
عالمِ ارواح اول پس مثال آخر بہم

پھر جب دوسری تجلی کا مرحلہ آیا تو اضافی نام (یعنی الوہیت) پایا۔ پہلے عالمِ ارواح ہے اور بعد میں عالمِ مثال ہے۔

آخرش در چار سوئے ملک تشبیہہ زد خرام
باشہادت گشت روشن نام آں امرِ قِدم

بالآخر تشبیہہ کے ملک میں چاروں طرف جب وہ معشوق حقیقی رونق افروز

ہوا تو اسکا "امرِ قدیم" شہادت کے نام سے روشن ہو گیا۔
غرض "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے ۔نور ۳۵) اور "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" حدیث = اللہ تعالیٰ سب سے پہلے میرے نور کو ہی پیدا فرمایا کے ارشاد کے بموجب وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وحدت سے کثرت تک ہر تعین میں ایک صفت سے متصف ہو کر جز اور کل کا مظہر بنتا گیا ۔چنانچہ وحدت میں چاروں اعتبارات کے ساتھ بطریقِ ذات رہا ۔اور الوہیت میں ساتوں صفات کے لحاظ سے مجملاً ارواح میں اسمائے الٰہی و کیانی کی تفصیل کے ساتھ ظاہر ہوا ۔اس سے جملہ اٹھائیس اسمائے کیانی قرار پائے اس طرح کہ ہر ایک اسم کیانی اسمائے الٰہی میں سے ایک ایک نام کا ترجمان ہے ۔
چنانچہ اسمائے الٰہی سے پہلا نام "بَدِیْع" عقل کل کا مربی (تربیت دینے والا) اور مظہر (ترجمان) ہے یعنی "عقلِ اول" کہ جسکی عقلی صفت "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" ہے ۔اسلئے کہ روح اور عقل کا پرتو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔یہ تمام جزوی عقلیں اس عقلِ کل کا پرتو ہیں ۔اور اس طرح اسم پاک "باعث" ہے جو نفسِ کل کا مربی و مظہر ہے کہ اس نفس کا پرتو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ تمام نفوس اس نفسِ کل کا پرتو ہے ۔اسی طرح اسم "بَدِیْع" اور عقل کلِ سے لے کر آخری اسم پاک "رَفِیْعُ الدَّرَجَات" اور مرتبۂ جامع تک جس سے مراد انسان ہے، ہر ایک اسم الٰہی ایک ایک اسم کیانی کا رب ہے چنانچہ پہلے اسم پاک بدیع کا فیض آخری جامع اسم تک محیط ہے ۔اسی طرح اسمائے الٰہی میں سے ہر ایک اسم شروع سے آخر تک حروف تہجی کے ساتھ، ہر ایک اسمِ کونی کی تاثیرات کے مطابق میلان رکھتا ہے ۔غرض حروف تہجی اور چاند کی منزلیں، اسمائے الٰہی کے فیض سے، اسمائے کیانی کو اگرچہ تازہ سے تازہ اور نئی سے نئی تاثیرات سے ہمکنار کرتے ہیں جس سے مراد "تجددِ امثال" ہے لیکن در حقیقت اسمائے کونی اور حروف تہجی اور منازل قمریہ کے مربی اسمائے الٰہی ہیں اور جملہ اسمائے الٰہی دراصل ذاتِ باری کی صفات ہیں ۔غرض اس عالمِ اجسام کا خلاصہ اور مغز انسان کا مرتبہ ہے جو اسمِ جامع "رفیع الدرجات" کا مربوب و مظہر ہے اور یہ اسمائے الٰہی اور اسمائے کیانی کے مراتب میں سب سے آخری ہے ۔لہٰذا انسان،

اسمائے الٰہی و کیانی اور حروف تہجی اور منازلِ قمریہ کا جامع ہے کہ ان سب کی قابلیت اپنے میں رکھتا ہے۔ یعنی ذاتِ مطلق کا وہ مرتبہ جو کہ حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان تمام صفات، اسماء، آثار اور افعال کے ساتھ، حضراتِ خمسہ کے آخری مرتبہ تک، جو کہ مرتبۂ جمعیت ہے، انسانِ کامل اور آدم کے لقب سے مشہور و معروف ہوا اور "خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ" (اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمانی وجاہت پر پیدا فرمایا) کی صفت سے متصف ہوا۔ اسم "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پانچ حروف کہ جو علیحدہ علیحدہ حضرات خمسہ کے مراتب میں شامل ہیں جملہ مراتب کے جامع آدم کی برزخی صورت میں جمع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ظاہر میں ان ہی حروف کی ترکیب سے آدم کا جسم مرکب ہوا تاکہ اس جسم سے متعلق جملہ درجات کے کشف کے مشاہدہ کی صورت پیدا ہو۔ اسکی ترکیب یہ ہوی کہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقش دونوں طرف سے ظاہر ہوا۔ یعنی پہلی "میم" کی شکل میں کان اور "ح" سے مشابہ بازو اور دوسری "میم" کی طرح کمر اور تشدید والی تیسری "میم" محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں دل صنوبری جو کہ اعضاء کا سردار اور عالم مثال کا مقصود ہے اور حرف "دال" کے مشابہ پاؤں ہے۔ اور "اللہ" کے نام کا نقش کہ اسکی اصل اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ جو صدر پیشانی سے منور اور ہاتھ پاؤں کے آخر سے ظاہر ہے۔ حرف الف حلق کے نیچے اور دال سینہ پر اور میم ناف کی جگہ ہے یہ سب اسم آدم کی علامت ہے جو اس ترتیب سے بنا۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ آدم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش اور اسم ذات (اللہ) کے نقش پر جو کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل اور "ہمہ اوست" کا مطلوب و مقصود ہے، اس برزخ کے اندر ظاہری صورت میں جلوہ نما ہوا تاکہ اس برزخ کے مشاہدہ کی بدولت اپنی اصل اصول (جڑوں کی جڑ) تک پہنچے اور کوئی بھی لمحہ اللہ کی یاد سے خالی نہ رہے اور ہمیشہ ہر مقام کی مناسبت سے عبادت، ذکر، مراقبہ اور حق کے مشاہدہ اور اس برزخ کے نظارے میں مشغول رہے جسکی تفصیل آگے آئے گی۔ ورنہ اگرچہ کہ آدم کی صورت رکھتا ہو تو بھی "کَالْاَنْعَامِ" (چوپایوں کی طرح ہیں۔ اعراف۔۱۷۹) کے حکم کے بموجب جانور کی طرح ہوگا بلکہ شیطان کا نطفہ ہوگا جو ایک حدیث شریف کے مطابق انسان کا شریک ہے۔ معارج

(یعنی معارج النبوہ) میں لکھا ہے کہ کافروں کو اس جسم کے ساتھ دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا مگر اعمال کی نوعیت کے مطابق جانور کی شکل بنا کر (دوزخ میں) ڈالا جائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، لپنے محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسم مبارک سے مرکب جسم کو آگ (جہنم) میں نہیں جلائے گا۔حاصل کلام یہ کہ جب آدم کا جسم اس ترکیب سے بنایا گیا "اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ " (اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص روح پھونک دوں۔حجر ۲۸-۲۹) کی تعمیل میں اللہ نے اس قالب کے اندر اپنی روح کو یعنی لپنے نور کو جسکی تفصیل نور محمدی ہے آدم کی پیشانی سے سر میں اسطرح پھونکدیا کہ اسکے قالب کے تمام اعضا میں وہ پھیل گئی

پانچ مرتبے:۔ برزخ میں اسم "اللہ" کے اوپر جو پانچ نقطے لکھے گئے ہیں اسکے پہلے نقطے سے عالمِ وحدت، دوسرے سے مرتبۂ الوہیت جو حقیقتِ انسان ہے اور تیسرے سے مرتبۂ ارواح جو روحِ قدسی کی تفصیل ہے اور چوتھے سے عالمِ مثال جو اعیانِ ثابتہ کی صلاحیت کا ظہور ہے اور پانچویں سے عالمِ شہادت (اجسام) مراد ہے جو جملہ مراتب کا جامع ہے۔

نو درجے:۔ان پانچ مراتب سے نو درجے نکلے۔قرآن کے بھی نو بطون ہیں کیونکہ قرآن سے مراد ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔بموجب حدیث قدسی "اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَاهِرٌ وَّ بَاطِنٌ وَبَطْنٌ بَطْنٍ اِلٰی تِسْعَۃِ الْبُطْنِ " (یعنی بیشک قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور اسکے بطن کے بھی نو بطون ہیں)

پہلے تین بطون:۔(1) امین دیک (2) امین شاہد (3) امین نور

یہ وحدت کے تین باطن ہیں۔امین دیک سے مراد ہستیِ محض ہے جو روح کی جگہ ہے یعنی "حی" کی صفت ہے۔اور امین شاہد سے مراد علم قدیم ہے "اَلْعِلْمُ نُقْطَۃٌ" (علم ایک نقطہ ہے) سے اسی طرف اشارہ ہے۔اور امین نور سے مراد مرتبہ خفی ہے جو نفس

اور جسم کی جگہ ہے۔ یہ تینوں مراتب مطلق ہیں۔

دیگر تین بطون:۔ ارواح اور امثال کے تین باطن ہیں یعنی (1) روح مقیم (2) اَنَانور (3) ممکن۔ روح مقیم سے مراد روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور اَنَانور سے مراد قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور ممکن سے مراد نفس و جسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دیگر تین بطون:۔ عالم شہادت کے بھی تین بطون ہیں (1) مِنْ نور (2) روحِ جاری (3) واجب الوجود یعنی لازم الوجود۔ مِن نور سے مراد انسان کا قلب ہے جو عقلِ کل کا پرتو ہے۔ روحِ جاری سے مراد انسانی روح ہے جو روح الروح (یعنی روح کی روح) کا پرتو ہے۔ واجب الوجود سے مراد انسانی جسم ہے جو جسمِ کل کا مظہر ہے۔

غرض یہ نو بطون ان پانچ درجوں کی تفصیل کے ساتھ ہر شئے میں موجود ہیں۔ کسی میں ظاہر کسی میں پوشیدہ ہیں۔ چونکہ عالم ملک و شہادت و ناسوت پر مشتمل جملہ اجسام کا ظہور جسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل کا مظہر ہے جو عین وجود اور عالمِ ارواح سے بھی لطیف ہے اسی لئے آپکے جسم پاک کا سایہ نہ تھا۔

اور سارے عالم مثال سے مراد قلب، خیال اور خواب کا عالم ہے۔ اور عالمِ ملکوت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ منور کا مظہر ہے جو کہ عین علمِ ذات ہے۔ اور عالمِ جبروت سے مراد تمام ارواح ہیں کیونکہ ارواح سے مراد روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے جو عین نورِ ذات ہے یہ تینوں منزلیں ایسی ہیں کہ جن میں سے ہر ایک تین بطون سے متصف ہے۔ اسطرح یہ نو بطون اس ایک نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل ہے کہ "اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ" (یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے۔ حدیث)

جنبشِ دریا اگرچہ موج خوانندش ولے

در حقیقت [illegible] دریا عینِ آں دریا بود

دریا میں حرکت کو اگرچہ موج کہا جاتا ہے لیکن دریا کی موج در حقیقت عینِ دریا ہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسان میں ذات و صفات اور اسمائے الٰہی و کیانی کے جملہ مراتب

فعل و قوت کے ساتھ موجود ہیں۔

اشعار جامی علیہ الرحمہ:۔

آدمی چیست برزخِ جامع
صورتِ خلق و حق درو لامع

انسان کیا ہے ایک برزخِ جامع ہے جو صورت میں تو مخلوق ہے لیکن اس میں حق کی جلوہ گری ہے۔

یک صفت نیست ازصفاتِ خدا
کہ نہ در ذاتِ او بود پیدا

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت بھی ایسی نہیں جو اس (انسان) کی ذات میں پائی نہ جاتی ہو۔

ہم سمیع است وہم علیم و بصیر
متکلم ، مرید و حی و قدیر

یہ (انسان) بھی سنتا ہے، علم والا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے، ارادہ کرتا ہے، زندہ ہے اور قدرت والا ہے۔

چنانچہ آگے کے ابواب میں انسانی حقیقت کی تفصیل درجہ بدرجہ جب بیان کی جائے گی تو اس سے واقفیت حاصل ہو جائے گی۔

دوسرا باب

اس بیان میں کہ سارا عالم ایک انسان میں موجود ہے

عالمِ شہادت :۔عالمِ شہادت یعنی ناسوت کا عالم، عرش بریں سے فرش زمیں تک پھیلا ہوا ہے اور اس عالم میں آغاز سے مرتبۂ جمعیت تک اسمائے کیانی، اسم " محیط " سے " رفیع الدرجات " تک اسمائے الٰہی سے مربوب و مظہر ہیں ۔تین موالید (پیدا شدہ چیزیں) یعنی جمادات (پہاڑ) ، نباتات (درخت) اور حیوانات (جانور) کی ترکیب چاروں عناصر (مٹی ۔پانی ۔آگ ۔ہوا) سے تکمیل پائی ۔اسلئے کہ عناصر سے جوہرِ ھبا ظہور میں آیا اور جوہرِ ھبا ایک ھیولا (ہرشئے کی اصل) ہے کہ جسکو عرف عام میں خلا یا ہوا کہتے ہیں ۔جب یہ ہوا حرکت میں آئی تو " باد " ہوی اور باد کی کثرت سے آگ پیدا ہوی اور جب آگ سے دھواں نکلا تو وہی پانی بن گیا۔جب پانی ایک جا ٹھیر گیا اور کثافت ملی تو مٹی پیدا ہوی ۔اسطرح عناصر کی پیدائش ہوی اور ان ہی سے تینوں موالید وجود میں آئے ۔حضرتِ انسان ، تینوں موالید کا خلاصہ اور پچھلے جملہ مراتب کا مجموعہ ہے ۔یعنی آدم اور آدم کا قالب ان ہی عناصر سے مرکب ہے ۔

روح کی پانچ اقسام :۔جب اس قالب میں روح داخل ہوی تو عناصر کے درمیان باہمی ملاپ ہوا اور عناصر کی حقیقت میں تبدیلی ہونے کے سبب روح پانچ صفتوں سے متصف ہو گئی ۔

1) روح انسانی :۔جو قالب کے اندر اور باہر پھیلی ہوی ہے ۔

2) روح جمادی :۔جس نے اجزاء کو منجمد کر رکھا ہے ۔

3) روح نباتی :۔جس نے قالب کو نمو (پھولنے پھلنے) کی قوت بخشی اور جس سے مزید سات قوتیں پیدا ہویں یعنی ۔

ا) جاذبہ = وہ قوت جو غذا کو باطن میں پہنچاتی ہے ۔

ب) ماسکہ = وہ قوت جو باطن میں غذا کی حفاظت کرتی ہے ۔

ج) ہاضمہ = وہ قوت جو غذا کو پکا کر جذب کرتی ہے۔
د) ممیزہ = وہ قوت کہ غذائے کثیف کو لطیف سے جدا کرتی ہے۔
ہ) مصورہ = وہ قوت جو غذا کو جسم کی شکل دیتی ہے۔
و) دافعہ = وہ قوت جو غذائے کثیف کو خارج کرتی ہے بالکل اسی طرح جسطرح گوند وغیرہ درختوں سے نکلتا ہے۔
ز) مولدہ = وہ قوت ہے کہ جسم میں جو کچھ لطیف ہو اسے جمع کرتی ہے جیسے بیج یا منی۔

۴) روح حیوانی:۔ جو گوشت کے لوتھڑے "قلب" میں داخل ہو کر جسم میں حرکت پیدا کرتی ہے۔ جس سے دو صفتیں یعنی ایک غضب اور دوسری شہوت ظاہر ہوں جو کہ جملہ صفات ذمیمہ (بری عادتوں) کی اصل جڑ ہیں۔

۵) روح نفسانی:۔ جو روح حیوانی کا دھواں ہے اور جو "حِس" کی قوت بخشتی ہے۔ اور حِسّی قوتیں جملہ دس ہیں۔

پانچ حواس ظاہری:۔ جن میں سے پانچ حواس ظاہری ہیں یعنی پہلی باصرہ (دیکھنا)۔ دوسری سامعہ (سننا)۔ تیسری ذائقہ (چکھنا)۔ چوتھی شامہ (سونگھنا)۔ پانچویں لامسہ (چھونا)۔ ان میں سے ہر ایک حِس اپنے کام کیلئے مختص ہوتی ہے اور دوسری حِس کے کام میں کوئی دخل نہیں دیتی۔

پانچ حواس باطنی:۔ حواس باطنی پانچ ہیں یعنی۔

پہلی "حِسِ مشترک" ہے جو دو آنکھوں سے (ایک) دیکھتی اور دو کانوں سے (ایک) سنتی ہے اور ناک کے دونوں سوراخ سے (ایک) سونگھتی ہے اس طرح کہ دونوں جانب مشترک ہے اور کسی شخص کی اس حِس میں خلل واقع ہو تو اسے ایک کی جگہ دو نظر آئیں گے اسکو "احول" کہتے ہیں۔

دوسری باطنی حِس "خیال" ہے جو دیکھی گئی یا سنی گئی یا چکھی گئی یا سونگھی گئی کسی چیز کا تصور اس کی غیر موجودگی کی صورت میں پیدا کرتی ہے۔ پھر حسِ خیال کی دو اقسام ہیں ایک متصل اور دوسری منفصل ہے۔ خیالِ متصل اسکو کہتے ہیں جو اجسام کی صورت کو الفاظ کے ذریعہ تصور میں لائے۔ اور خیال منفصل وہ ہے جو

جسموں کی روحوں کو الفاظ کے معنی کے ساتھ تصور میں لائے۔

تیسری باطنی حس "وہم" ہے جو دیکھی گئی یا نہ دیکھی گئی چیز کا تصور کرتی ہے اس طرح کہ آسمان پر آفتاب کا یا زمین پر ہزار آفتاب کا تصور کرے یا پہاڑ کو لعل اور زمرد گمان کرے۔

چوتھی باطنی حس "حافظہ" ہے جو ظاہری و باطنی حواس کے ذریعہ پائی گئی یا سنی گئی ہر بات کو یاد رکھتی ہے۔

پانچویں باطنی حس "متصرفہ" ہے کہ حافظہ میں جو بھی خیال اور وہم محفوظ ہو ترتیب اور تفصیل کے مطابق اس میں وہ تصرف کرتی ہے۔

دیگر تین باطنی حواس:۔ان پانچ باطنی حواس کے علاوہ مزید تین باطنی حواس بھی قیاس کئے جاتے ہیں یعنی ایک "ذاکرہ" دوسری "متخیلہ" اور تیسری "متفکرہ" ہے۔ اگر حواس متصرفہ عقل کے تابع رہے تو انہیں ذاکرہ اور متفکرہ کہتے ہیں اور اگر وہم کے تابع ہوں تو اسکو متخیلہ سے موسوم کرتے ہیں۔ حس منصرفہ دماغ کے درمیانی حصہ میں اور حس مشترک و خیال دماغ کے اگلے حصہ میں اور حافظہ و واہمہ دماغ کے پچھلے حصہ میں واقع ہوتی ہیں۔یہ جملہ ظاہری و باطنی حواس، انسانی روح کے تابع ہیں لیکن وہم تابع نہیں ہوا کرتا۔روح جو کہ سب کی سب ملکوت ہی ہے ان ہی قوتوں کی بدولت ظاہر ہوی اور تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس کو اسی وہم کے غلبہ کی وجہ سے آدم میں مٹی کے سوائے کچھ نہ دکھائی دیا اسلئے اس نے سجدہ نہ کیا۔چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنی ماں کو پیدا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ ایک شیطان بھی جنم لیتا ہے اور اس شیطان سے مراد وہی وہم ہے۔

نفس اور اسکی اقسام:۔اگرچہ وہم، روح کی صفت سے خالی نہیں لیکن روح جب ادراک (واقفیت) پیدا کر کے قالب کی صفات اختیار کرتی ہے تو اسکو "نفس" کہتے ہیں اور یہی نفس چار عناصر کی مناسبت سے چار خاصیتیں پیدا کرتا ہے۔

۱۔ نفس امارہ = جسکو آگ سے نسبت ہوتی ہے۔

۲۔ نفس لوامہ = جسکو ہوا سے نسبت ہوتی ہے۔

۳۔ نفس ملہمہ = جسکو پانی سے نسبت ہوتی ہے۔

۴۔ نفس مطمئنہ = جسکو مٹی سے نسبت ہوتی ہے۔

ان ہی صفتوں میں ہر ایک سے خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی امارہ سے برے خطرات اور لوامہ سے حق و باطل میں فرق کرنے کے خطرات اور ملہمہ سے طاعت و عبادت پر مشتمل محمود خطرات اور مطمئنہ سے رحمانی خطرات پیدا ہوتے ہیں۔

انسان کائنات کا خلاصہ ہے:۔ حاصل یہ کہ عالم الوہیت کی وہی روح جو نور محمدی کا پرتو ہے آدم کے وجود میں داخل ہوئی جو عالم مثال کی مناسبت سے دل سے موسوم ہوئی اور عالم شہادت کی نسبت سے نفس سے مشابہت پائی۔ در حقیقت وہ ایک نور ہی ہے جو اول سے لے کر آخر تک مقصود ہے۔ خصوصاً انسانی برزخ میں جو کہ برزخ کبریٰ اور برزخ صغریٰ کا خلاصہ ہے، اسی نور پاک کے جملہ مراتب قوت اور فعل کے ساتھ موجود ہیں۔ یعنی جو کچھ بھی کائنات میں ہے وہ سارا اس میں دکھائی دیتا ہے۔

بظاہر انسان میں "حضراتِ خمسہ" اس طرح ہیں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی میم کی مناسبت سے انسان کا سر جسکی شکل میم کی طرح ہے وہ وحدت کی جگہ ہے اور حرف "ح" سے انسان کا شانہ جو الوہیت کا قائم مقام ہے اور دوسری میم سے کمر و ناف جو عالم ارواح کا درجہ رکھتے ہیں اور تیسری میم سے دل صنوبری جو عالم مثال و ملکوت کے بمقابل ہے اور دال سے قدم کی شکل جو عالم شہادت کا مرتبہ رکھتی ہے اور اسم "اللہ" کا نقش پیشانی پر ہے جو ذات مطلق کا نشان ہے اور ہاتھ اور پاؤں کے پنجوں پر افعال کا اثر ہے۔

اسی طرح کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے آثار انسانی وجود میں ظاہر ہیں۔ یعنی "لَآ" انسانی آنکھ کی نظر ہے جس سے مراد ہستی مطلق ہے اور "اِلٰہ" دل ہے جس سے مراد وحدت ہے اور "اِلَّا اللّٰہ" روح ہے جس سے مراد الوہیت ہے اور "مُحَمَّد" روحوں کا خلاصہ ہے اور "رَسُوْل" سے مراد عالم مثال کے لحاظ سے دلِ مقصود ہے اور "اَللّٰہ" سے مراد نفس یعنی عالم شہادت میں صفات سے متصف ذات ہے۔

اب مراتب کیانی کی تفصیل بھی سن لو کہ انسان کا مرتبہ اسم "جامع" کی ربوبیت اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے حرف میم کے زیر اثر ہے جسکی آخری

منزل اسم " رَفِيْعُ الدَّرَجَات " کے حکم کے تحت ہے۔ کیونکہ جامعیت کے مرتبہ میں اس سے اعلیٰ کوئی مرتبہ نہیں جو حرف " واو " کے ساتھ، منزل اول سے آخر تک اس میں موجود ہو اور منزل رشا پر فائز ہو۔ انسان کامل وہی ہے جو جملہ مراتب کی سیر طے کرتا ہے کیونکہ باقی سب انسان جو اسم " جَامِع " کے مربوب ہیں وہ ناقص ہیں۔ اسلئے کہ صاحبانِ کمال کے نزدیک ناقص انسان ایک جانور کی طرح ہے کیونکہ حیوان میں جو کچھ ہے وہ اس میں بھی ہے سوائے ایک ہی صفت نطق (بات کرنا) ایسی ہے جو حیوان کے مقابل انسان میں زیادہ ہے لہذا ایسا (یعنی ناقص) انسان کامل نہیں بلکہ حیوانِ ناطق ہے۔ انسانِ کامل، ان (مراتب) کی سیر کرتا ہے جبکہ انسانِ ناقص یہ نہیں دیکھ سکتا لیکن اس میں بھی یہ قابلیت بالقوہ موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ اول سے آخر تک اس کا اثر انسانِ کامل اور انسانِ ناقص دونوں میں اس انداز سے موجود ہوتا ہے کہ

مراتب کے ارباب

مرتبۂ جن: ۔ " جن " کا مرتبہ حرف " ب " اور منزل مقدم کے ساتھ، اسم " لَطِيْف " کا مربوب ہے۔ جسکے مقابل انسان میں جلالی خطرات اور گرمی کے آثار ہیں۔

مرتبۂ ملائک: ۔ " ملائک " کا مرتبہ حرف " ف " اور منزل سعد اخبیہ کے ساتھ اسم " قَوِی " کا مربوب ہے جسکے مقابل جمالی خطرات اور سردی کے آثار ہیں۔

مرتبۂ حیوانات: ۔ حیوانات کا مرتبہ حرف " ذ " اور منزل سعد سعود کے ساتھ اسم " مُذِلّ " کا مربوب اور مظہر ہے جسکے مقابل بدن کی ساخت کے اجزا ہیں۔

مرتبۂ نبات: ۔ نبات کا مرتبہ حرف " ث " اور منزل سعد بلع کے ساتھ اسم " رَزَّاق " کا مربوب ہے جسکے مقابل بدن کے بال ہیں۔

مرتبۂ جماد: ۔ جماد کا مرتبہ حرف " ظ " اور منزل سعد ذابح کے ساتھ اسم " عَزِيْز " کا مربوب ہے جسکے مقابل نطفہ اور جسم کی ہڈیاں ہیں۔

مرتبۂ کرۂ زمین: ۔ کرۂ زمین کا مرتبہ حرف " ص " اور منزل بلدہ کے ساتھ اسم " مُمِيْت " کا مربوب ہے جسکے مقابل گوشت، جلد اور سودائی علامت ہے۔

مرتبۂ کرہ آب: ۔ کرۂ آب کا مرتبہ حرف "س" اور منزل نعائم کے ساتھ اسم "مُحْیِ" کا مربوب ہے جسکے مقابل بدن کے خون کا رنگ ہے۔
مرتبۂ کرہ ہوا: ۔ کرۂ ہوا کا مرتبہ حرف "ز" اور منزل شولہ کے ساتھ اسم "حَی" کا مربوب اور مظہر ہے جسکے مقابل ہوا، رگیں اور بدن کی حرکت ہے۔
مرتبۂ کرہ آتش: ۔ کرۂ آتش کا مرتبہ حرف "ت" اور منزل قلب کے ساتھ اسم "قَابِض" کا مربوب اور مظہر ہے جسکے مقابل غصہ، غضب اور بدن کی حرارت ہے۔

فلک قمر: ۔ فلک قمر حرف "د" اور منزل اکلیل کے ساتھ اسم "مُبِیْن" کا مربوب اور مظہر ہے جسکے مقابل انسان میں شش (پھیپھڑا) ہے۔
فلک عطارد: ۔ فلک عطارد حرف "ط" اور منزل زبانا کے ساتھ اسم "مُحْصِی" کا مربوب ہے جسکے مقابل دماغ ہے۔
فلک زہرہ: ۔ فلک زہرہ حرف "ر" اور منزل غفر کے ساتھ اسم "مُصَوِّر" کا مربوب ہے جسکے مقابل گردہ ہے۔
فلک شمس: ۔ فلک شمس حرف "ن" اور منزل سماک کے ساتھ اسم "نُوْر" کا مربوب ہے جسکے مقابل دل صنوبری ہے۔
فلک مریخ: ۔ فلک مریخ حرف "ل" اور منزل عوا کے ساتھ اسم "قَاہِر" کا مربوب ہے جسکے مقابل تلخہ (یعنی پتا) ہے۔
فلک مشتری: ۔ فلک مشتری حرف "ض" اور منزل صرفہ کے ساتھ اسم "عَلِیْم" کا مربوب اور مظہر ہے جسکے مقابل جگر ہے۔
فلک زحل: ۔ فلک زحل حرف "ی" اور منزل موخر کے ساتھ اسم "رَبّ" کا مربوب اور مظہر ہے جسکے مقابل تلی ہے۔
فلک منازل: ۔ فلک منازل حرف "ش" اور منزل جبہ کے ساتھ رسم "مُقْتَدِر" کا مربوب ہے جسکے مقابل سر کا مغز ہے۔
فلک البروج: ۔ فلک بروج حرف "خ" اور منزل طرفہ کے ساتھ رسم "غَنِی" کا مربوب ہے جسکے مقابل سر کی ہڈیاں ہیں۔

کرسی:۔ کرسی حرف "ک" اور منزل نثرہ کے ساتھ رسم "**شَکُور**" کا مربوب ہے جسکے مقابل رخسار اور دانت ہیں۔
عرش اعظم:۔ عرش اعظم حرف "ق" اور منزل ذراع کے ساتھ رسم "**مُحِیط**" کا مربوب ہے جسکے مقابل تارک اور پیشانی ہے۔
جسم کل:۔ جسم کل حرف "ج" اور منزل ھنعہ کے ساتھ اسم "**حَکِیم**" کا مربوب ہے جسکے مقابل یہ جسم اسکا جزوی پرتو ہے۔
شکل کل:۔ شکل کل حرف "غ" اور منزل ھقعہ کے ساتھ اسم "**ظَاہِر**" کا مربوب ہے جسکے مقابل شکل اور رنگ اور یہ اندازہ اس کا جزوی پرتو ہے۔
جوہر ھبا۔ جوہر ھبا حرف "ح" اور منزل دبران کے ساتھ اسم "**آخِر**" کا مربوب ہے جسکے مقابل انسان میں صفت خالی ہے جو آواز کا مادہ اور چاروں عنصر سے پیدا ہونے والے ظاہری حواس کا اصل وجود ہے اور چاروں عناصر تمام چیزوں کی صورت میں ہیں اور چاروں عناصر کا مادہ، ھبا کا جوہر ہے۔
طبیعت کل:۔ طبیعت کل حرف "ع" اور منزل ثریا کے ساتھ اسم "**بَاطِن**" کا مربوب ہے جسکے مقابل یہ طبیعت اسکا جزوی پرتو ہے۔
نفس کل:۔ نفس کل حرف "ھ" اور منزل بطین کے ساتھ اسم "**بَاعِث**" کا مربوب ہے۔ جسکے مقابل دم (نفس) کہ تمام نفوس اسکا جزوی پرتو ہے۔
عقل کل:۔ عقل کل حرف "الف" اور منزل شرطین کے ساتھ اسم "**بَدِیع**" کا مربوب ہے اور یہ عقل اسکا جزوی پرتو ہے۔ جس کے مقابل انسان میں دل، ذہن اور روح یہ سب مراد ہیں۔

غرض یہ چھ اسمائے کیانی (یعنی جسم کل، شکل کل، جوہر ھبا، طبیعت کل، نفس کل اور عقل کل) عالم علوی سے متعلق ہیں۔ انسان کے وجود کے اندر ان کا نتیجہ ایک روح اور پانچ باطنی حواس (جملہ چھ) ہیں۔ بقول حضرت نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ

پنج حس و روح ہر شش در جہاں از امرِ اوست
امرِ او از قدرتش بالائے ہر بالا بود

پانچوں حواس اور روح یہ سب چھ دنیا میں اسی کے حکم سے ہیں۔اسکا حکم اسکی قدرت سے ہے جو ہر اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہے۔ان اسماء کے تحت باقی (اسماء) عالم سفلی سے متعلق ہیں یعنی عرش بریں سے فرش زمین تک اسکے سوائے سینہ جنت ہے، پیٹ دوزخ ہے، چھینک زمینی زلزلہ ہے۔جبرئیل زبان، اسرافیل ناک، میکائیل آنکھ اور عزرائیل کان ہیں۔سات اقلیم سات اعضاء یعنی ناک، دو ہاتھ، دو پاؤں اور دو پنڈلیاں ہیں۔تلوے تحت الثری، روح پادشاہ، عقل وزیر، خطرات رعایا، شہوت تحصیلدار وغیرہ ہیں۔آنکھیں دریا کی طرح ہیں کہ ان میں جو کچھ ہوتا وہ سب باہر نکل آتا ہے۔دریا کی بھی یہی خاصیت ہوتی ہے اور رگیں نہروں کی طرح ہیں اور رونا بارش برسانا ہے اور قہقہے لگانا اور پیٹ سے ڈکارنا گویا بجلی کا گرجنا ہے تو آنکھوں کا چکا چوند ہونا بجلی کا چمکنا ہے۔جو کچھ سامنے ہے وہ آبادی اور جو کچھ پیچھے ہے وہ ویرانی اور بربادی ہے۔انسان کے جسم میں بقول حضرت نعمت اللہ ولی قدس سرہٗ بارہ برج اور بارہ مہینے بھی ہیں۔

سر حمل می داں و گردن ثور باشد بے گماں
ہر دو دستت اے برادر فی المثل جوزا بود

اے بھائی! سر کو برج "حمل" اور گردن کو برج "ثور" سمجھ، تیرے دونوں ہاتھ بے شک برج "جوزا" کی طرح ہیں۔

سینہ سرطان است و دل باشد اسد اے شیر دل
رود ہایش سنبلہ جزوے ازیں اجزا بود

اے شیر دل! سینہ برج "سرطان" کی طرح اور دل برج "اسد" کی طرح ہے اور آنتیں گویا برج سنبلہ ہے جسکے کئی حصے ہیں۔

ناف میزاں است آلت عقرب است و قوس ران
جدی زانو دلو ساق و حوت آنکہ پابود

ناف برج "میزان" کی طرح، آلۂ تناسل برج "عقرب" کی طرح ران گویا برج "قوس" ہے زانو برج "جدی" کی طرح پنڈلی برج "دلو" کی طرح اور پاؤں برج "حوت" کی طرح ہے۔اور آسمان پر سات ستاروں کا بھی حال اسی طرح ہے۔انسان میں ظاہری

حواس گویا کواکب ثابتہ (مستقل ستارے) ہیں تو جسم میں نشو و نما بخشنے والی قوتیں یعنی جاذبہ و ماسکہ وغیرہ گویا کوکب سیارہ ہیں اور (سال بھر کے) تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن مجموعہ فلک گویا انسان ہیں واقع تین سو ساٹھ رگیں ہیں۔ جس طرح آسمان چاروں عناصر کا احاطہ کیا ہوا ہے اسی طرح (انسانی) جسم بھی چاروں اخلاط یعنی سودا، صفرا، بلغم اور خون کو محیط ہے۔ اسکے علاوہ "مقام محمود" یعنی "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى" (دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ۔ نجم۔۹) ابروں کا درمیانی حصہ ہے اور مقام نصیرا ناک کے دونوں نتھنے ہیں جسکی تفصیل آگے شغل کے بیان میں معلوم ہو جائے گی اور دل کا مقام بایاں پہلو اور روح کا مقام سیدھا پہلو، مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کے درمیان، مقام ذات ام الدماغ (بھیجے) میں ہے جس سے "اَنَا اَحَد" کی آواز جاری ہے۔ اسکی تفصیل بھی آگے شغل کے بیان میں معلوم ہو جائے گی۔

فقرا اور عرفا کے اقوال:۔ بعض فقرائے کرام اور عارفین عظام فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں چھ اسمائے کیانی علوی کا ظہور ان صفتوں کے ساتھ متصف ہے کہ نفس ناطقہ یعنی روح کی مثال عقل کل کی طرح ہے اور وہ ذات "لَا" کے قائم مقام ہے اور پانچ ظاہری حواس یعنی کان کا سننا، آنکھ کا دیکھنا، ناک کا سونگھنا، زبان کا چکھنا اور مساس کا چھونا جو باطنی حواس کے خادم ہیں نفس کل، طبیعت کل، جوہر ہبا، شکل کل اور جسم کل کے قائم مقام ہیں اور یہ سب "اِلٰه" کی وحدت، "اِلَّا اللّٰه" کی الوہیت، "مُحَمَّد" صلی اللہ علیہ وسلم کی روح، "رَسُوْل" کی مثال اور "اللّٰه" کی شہادت کے مقابل ظاہر ہیں۔

دوسرے یہ کہ انسان کے اندر نفس کل، وحدت کی جگہ عشق کی صفت ہے اور وحدت کے جملہ چاروں اعتبارات یعنی وجود۔ علم۔ نور۔ شہود کے قائم مقام طبیعت کل۔ جوہر ہبا۔ شکل کل اور جسم کل، انسان میں حیات۔ دانائی۔ توانائی اور ارادہ کے مقابل ہیں۔ اور سات ذاتی صفات یعنی سمع۔ بصر۔ کلام۔ قدرت۔ ارادہ۔ علم اور حی ہیں کہ جنکے اثرات سننا، دیکھنا، بولنا، کر سکنا، ارادہ کرنا، جاننا اور زندہ رہنا ہیں یہ سب انسانی جسم میں الوہیت کے قائم مقام ہیں اور اسمائے الٰہی و کیانی،

حروف اور چاند کی منزلیں، انسان کے خطرات، لطف اور قہر کے قائم مقام ہیں اور ارواح، مثال اور ان افعال کے ظہور کا اثر عالم شہادت کے خطرات یعنی انسانی جسم کے حرکیاتی اعضاء پر ہے۔خلاصہ یہ کہ انسان کی عقل۔طبیعت۔ نفس۔مادہ۔شکل اور جسم، در حقیقت حروف اور منزلوں کے ساتھ ان چھ اسماء الٰہی و کیانی کے ترجمان ہیں۔انسان کا گولائی لیا ہوا دل گویا عرش اعظم کی جگہ ہے۔اور دل صنوبری گویا کرسی کے بجائے ہے اور انسان کے بارہ راستے یعنی دونوں کان، دونوں آنکھ، ناک کے دونوں سوراخ، منہ، دونوں پستان، ناف اور سبلین (دو راستے یعنی بول اور براز خارج ہونے کی راہیں) بارہ برجوں کی جگہ ہیں۔کرسی جو برجوں کا آسمان ہے اس سے مراد "غنی الدہر" (یعنی زمانہ کا توانگر) ہے۔اور اٹھائیس اعضا یعنی انسانی جسم کے حصے کرسی کے اٹھائیس منازل کی جگہ ہیں جسکو فلک منازل کہتے ہیں یعنی شرطین سے لے کر رشا تک اور انسانی جسم کی چھ سو ساٹھ رگیں کرسی کے چھ سو ساٹھ درجوں کی جگہ ہیں اور انسانی بدن کو نشو و نما بخشنے والی قوت یعنی جاذبہ و ماسکہ وغیرہ ہے ان میں سے اگر ایک بھی کم ہو جائے تو وجود کا نظم ہی قائم نہیں رہ سکتا۔سیارہ ثوابت کی قائم مقام کرسی ہے اور فلک ثوابت سے وہی مراد ہے۔

سات اطوار:۔انسان کے بدن میں سات طور (لغوی معنی انداز یا طریقہ) صدر۔قلب۔شغاف۔فواد۔جنتہ القلب۔ہوا۔بہجۃ القلب کہلاتے ہیں جو سات آسمانوں کے قائم مقام ہیں اور سات ستارے یعنی زحل۔مشتری۔مریخ۔شمس۔زہرہ۔عطارد۔قمر سات صفات کے قائم مقام ہیں۔

جملہ بارہ حواس:۔دس ظاہری و باطنی حواس اور شہوت کی قوت اور غضب یہ سب مل کر بارہ حواس بارہ مہینوں کے قائم مقام ہیں۔چنانچہ فلک، چاروں اخلاط یعنی سودا، صفرا، خون، بلغم پر محیط ہے جو آگ۔ہوا۔پانی اور مٹی (چاروں عناصر) کے مظہر ہیں۔چنانچہ سودا، مٹی کی طرح سرد و خشک ہے۔صفرا، آگ کی طرح گرم و خشک ہے خون، ہوا کی طرح گرم و تر ہے اور بلغم، پانی کی طرح سرد و تر ہے۔

تین موالید:۔یہ چاروں عناصر جو امہات سفلی ہیں اور سات افلاک جو آبائے علوی ہیں۔ان دونوں کے آپسی امتزاج اور اعتدال (مناسب ملاپ) سے موالید ثلاثہ یعنی

جمادات ۔ نباتات اور حیوانات پیدا ہوتے ہیں ۔ انکا ظہور انسان میں اس طرح ہوتا ہے کہ ماں اور باپ کے ملاپ سے جب رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے تو پہلے جماد کے مرتبہ پر ٹھیرا ہوا وہ گولائی لیا ہوتا ہے اور روح جمادی کی قوت اسکو تقویت بخشتی ہے اسکے بعد نطفہ کی صورت نبات کے مرتبہ پر ہوتی ہے جو روح نباتی کی قوت کی بدولت درازی اور وسعت اختیار کرتی ہے ۔ اسکے بعد وہ جمے ہوئے خون اور لوتھڑے کی شکل میں رگیں، اعضا اور گوشت و پوست کی صورت اختیار کرتا ہے ۔ صورت نباتی سے گزر کر چار مہینوں میں حیوانات کے مرتبہ میں روح حیوانی کی صورت اختیار کرتا ہے جسکی غذا خون ہوتی ہے جو ناف کے راستہ سے پہنچتی ہے ۔ لہذا انسان میں یہ تین مراتب موالید ثلاثہ کی جگہ ہیں اور چاروں اخلاط، چار عناصر کی جگہ ہیں اور لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا تین موسموں یعنی سرما، بارش اور گرما کے قائم مقام ہیں ۔ غرض جو کچھ انسان کبیر کے عالم میں موجود ہے وہ سب کچھ انسان صغیر میں بھی موجود ہے عقل کل، اسم " **بدیع** "، حرف الف، اور منزل شرطین سے لیکر مرتبہ جمعیت، اسم " **رفیع الدرجات** "، حرف واؤ اور منزل رشاتک اسکا جو اثر ہے اسکا تفصیلی بیان اوپر کیا جاچکا ہے ریاضت (محنت)، کسب (کمائی) اور مجاہدت (مسلسل کوشش) کی صورت میں انسان میں یہ تمام مراتب خود کھل کر سامنے آجاتے ہیں ۔ اگر ایسا نہ ہو تو " **کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلّ** " (وہ چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں ۔ اعراف ۔ ۱۷۹) کے حکم کے مطابق وہ (انسان) حیوان کی خاصیت کا ہو رہتا ہے اور اسکا نتیجہ حال و قال میں دیکھا جاسکتا ہے ۔ انسان بھی عجب شخص ہے کہ وہ جو چاہے اپنے اندر پاسکتا ہے ۔ بال و پر کے بغیر فرشتہ کی خاصیت کے ساتھ عالم ملک و ملکوت میں پرواز کرسکتا ہے اور سارے جن اور فرشتوں سے زیادہ باری تعالی کی بارگاہ میں معزز اور مشرف ہوسکتا ہے ۔ آدمی ایک لطیفہ غیبی اور مظہر لاریبی (غیبی لطیفہ اور یقینی ترجمان) ہے یعنی انسان اسم ذات کا مظہر اور باقی مخلوقات اسمائے صفات کے ترجمان ہیں ۔ یعنی ایک بس " کُنْ " کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہی دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اس حکم " کُنْ " سے باقی پندرہ ہزار عالم کی تخلیق ہوی جو سب کے سب ایک انسان میں موجود ہیں اور وہ (انسان) ان سب پر حکمران ہے ۔ الحاصل عقلِ

کل سے مرکزِ خاک تک ایک ہی شخصیت معیّن ہے کہ گویا چاند کی منزلیں اسکے جسم و بدن کے قائم مقام ہیں اور حروف تہجی کی مثال اسکے دل کی ہے اور اسماء الٰہی اسکی روح کے مشابہ ہیں۔اور ساتوں صفات اس روح کی حیات ہے اور ذات کے چاروں اعتبارات، ساتوں صفات اور وحدت یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کا وجود ہے اور اس وجود کا ظہور اس ذاتِ مطلق سے ہے جو رفیع الدرجات ہے یعنی اس سے اعلیٰ مرتبہ کسی کا نہیں ہے یعنی یہ مقام "لا" ہے لہذا وہ شخص معیّن پوری طرح انسان کے قالب میں موجود ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو جز اور کل کا مظہر اور خار و گل (کانٹے اور پھول) کا موجد ہے۔

وہ اپنی صفتِ کمال اور شانِ جمال کے ساتھ جامعیت کے آخری مرتبہ پر فائز ہوا تو بالآخر جملہ مراتب آدم اور حکومتِ خلافتِ اعظم کی صورت میں وجود کی جلوت گاہ اور شہود کی خلوت گاہ پر رونق افروز ہوا۔یعنی ساری مخلوق میں بزرگ ترین ذات اور کائنات کیلئے باعث فخر و ناز احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے اعجاز کے ساتھ اپنی اصل برزخ کی شکل پر خاتم انبیاء قرار دیئے گئے جنہوں نے ظہور کی شہ نشین پر تشریف فرما ہو کر سارے عالم کو وہم، غفلت، تاریکی اور گمراہی کے شکنجہ سے علانیہ نجات دلاتے ہوئے ایمان کے درجہ کے ذریعہ اپنی ذات سے واصل فرمایا۔

مثنوی مصنف علیہ الرحمہ

محمد آں کہ عینِ نورِ باری است
کہ نورش منشاءِ ہر برگ و باریست

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باری تعالیٰ کے نور کا چشمہ ہیں ہر پھل اور پتے (کائنات) کی تخلیق کا منشا آپ ہی کا نورِ مبارک ہے۔

ہموں بودہ کہ نورش کرد تنقیل
بہر منزل مثالش گشت تمثیل

وہی ذات پاک تھی کہ جسکا نور منتقل ہوا تو ہر منزل پر اسکی مثال ایک نمونہ بن گیٔ۔

چو از جائے خفیِ کنتَ کنزاً
فرود آمد بجائے علم و رمزاً

جب "کَنتَ کَنزًا" کے پوشیدہ مقام سے علم اور رمز کے مقام پر اتر آیا۔

گہے وحدت شد او گہ واحدیت
گہے شاہد شد او در شاہدیت

کبھی وہ وحدت کی شان دکھلایا تو کبھی واحدیت کی اور کبھی شاہدیت کے اندر شاہد کی شان دکھلایا۔

گہے شد از صفاتِ چار یاراں
بوحدت معتبر از اعتباراں

کبھی چار یاروں کی صفات کی صورت میں اعتبارات کے لحاظ سے وحدت کے ذریعہ معتبر ہوا۔

وجودِ بوبکر صدیق زاں رو
شہودِ عمر عادل گشت یک سو

کبھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وجود کی شکل میں اور کبھی انصاف پسند حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل میں۔

بنور عثماں منور شد بہ دو نور
علی از علمِ حیدر گشت مستور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی نور سے ذوالنورین بنکر چمکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیدری علم کا خلعت پہنا۔

علی اول علی آخر بعلم است
بہ ایں سہ اعتباراں شاہِ حلم است

بلحاظ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ اول بھی ہیں آخر بھی ہیں۔ان تینوں (صدیقی ، فاروقی ، عثمانی) اعتبارات سے حلم کے پادشاہ ہیں۔

علی یعنی ولایت را شہنشاہ
نبوت را شدہ باہر سہ ہمراہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ شہنشاہ ولایت ہیں جو بارگاہ نبوی میں تینوں (صدیق و فاروق و عثمان رضی اللہ عنہم) کے ساتھ ساتھ رہے۔

ازیں اربع شدہ ظاہر ز اخفا
چوں وحدت درنبوت ذاتِ مولا

ان چاروں (خلفائے راشدین) سے یہ بھید کھل گیا کہ مولا کی ذات گویا نبوت میں وحدت کی مظہر ہے۔

مجازاً مثلِ وحدت خود نبی شد
ولے باہرسہ یاراں خود علی شد

مجازی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود وحدت نما تھے اور تینوں یاروں کے ساتھ خود علی رضی اللہ عنہ بھی اسی کے مظہر تھے۔

بایں اوصاف امثا لے کہ گردید
شدہ نورِ احد چوں شخص بردید

ان اوصاف کے ساتھ مثالیں سامنے آئیں تو ایسا دکھا کہ احد کا نور صرف ایک شخص میں روشن ہو گیا ہے۔

درآں صورت شد از حسنین پیدا
بہ شکلِ قرۃ العینین پیدا

پھر اسی صورت میں حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن کر پیدا ہوئے۔

کہ یعنی اندراں شخصے کہ عینین
شدہ پیدا بہ قرب قاب قوسین

یعنی کہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کو قاب قوسین کا قرب حاصل ہوا۔

یقیں داں حضرتِ حسنین ہستند
کہ احمد را بحق سبطین ہستند

یقین کیجئے کہ حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں دراصل حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔

کہ چوں روحِ مقیمی روحِ جاری
بچشمِ ما ہمہ آں نور جاری

کہ روحِ مقیمی جب روحِ جاری میں تبدیل ہوی تو ہم سبکی آنکھوں میں وہی نور روشن ہو گیا۔

خوشا عینین شخصِ نور گشتند
کہ در معنی خبر مختار ہستند

یعنی وہ کیسی پیاری آنکھیں ہیں جو بظاہر نور ہی نور ہویں تو معنوی لحاظ سے مقبولِ حدیثِ نبوی بن گئیں۔

کزاں رو دراصل درجہ شہادت
رسید الحق بآں شاہِ رسالت

کہ یہ سب در حقیقت اس درجہ شہادت کی بدولت ہے جو بیشک شاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔

شد از عصمت کہ بد در ذات سید
ظہورِ فاطمہ یا نورِ احمد

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں پاکیزگی تھی اور نور احمدی کے ساتھ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ظہور ہوا۔

ازاں کز امرِ تقدیسِ خداوند
کہ عصمت باولایت گشت پیوند

خداوند قدوس کے حکم سے ولایت کے ساتھ عصمت پیوست ہو گئی۔

علیٰ کُلِّ نِسَآءِ اہلِ حسنات
کہ شد فاضل تریں در کُلِّ درجات

جملہ نیک عورتوں پر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام درجات میں افضلیت حاصل ہو گئی۔

حصولش اینکہ چوں آں نورِ احمد
مشخص شد بایں اوصاف امجد

یہ فضیلت اسلئے حاصل ہوئی ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی بزرگ اوصاف سے متصف ہوا۔

در آمد در الوہیت بہ تقسیم
از آنجا در مثال آمد بہ تعظیم

تقسیم کے سبب الوہیت کے مرتبہ سے گزر کر عالم مثال میں آیا تو تعظیم سے استقبال ہوا۔

بہ تختِ ناصیہ آدم برآمد
پۓ شاہانِ دیں داراں سرآمد

آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ افروز ہو کر دین کے تاجداروں (نبیوں) تک رسائی حاصل کی۔

چناں شد شوکتِ جاہ و مقامش
کہ ادنیٰ تابہ اعلیٰ شد غلامش

چنانچہ اس نور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو اس قدر شوکت ملی کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب آپ کے غلام بن گئے۔

ہمہ سجدہ کناں پیشش فتادند
کہ دادِ بندگی بر ہر بدادند

سب کے سب (فرشتے) اس کے آگے سجدے میں گر پڑے اور ہر ایک کو بندگی کا انعام ملا۔

مگر ابلیس سرکش چوں "اَبَا" کرد
بنارِ لعنتے برخود قبا کرد

لیکن سرکش ابلیس نے جب انکار کیا تو لعنت کی آگ کو اپنی قبا بنالیا۔

کہ ایں ہم بود تاثیرِ جلالش
انانیت ازاں آمد بحالش

کہ یہ بھی اسی کے جلال کی تاثیر تھی کہ اسکے حال میں اسی سے "میں پنا" آگیا۔

مع ہمراہیاں فی النّار گردید
بہ اصلِ خویشتن ہم باز گردید

اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوزخ میں گرا پھر اپنی اصل (آگ) ہی سے جاملا۔

از آنجا الغرض پردہ دریدہ
ز آدم تابہ عبداللہ رسیدہ

غرض یہاں سے پردہ چاک ہوا تو (نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت آدم سے حضرت عبداللہ تک جاپہنچا۔

ہمہ وحدت کہ بد از چار شاہد
بعصمت ہم بہ قربِ شاہ امجد

وہی وحدت کہ جس کے چار گواہ تھے اور جس کو عصمت کے ساتھ خدائے بزرگ کا قرب خاص حاصل تھا۔

برآمد بر مثالِ حکمِ دعوت
بہ آیاتِ الوفِ ازشانِ قدرت

وہی حکم دعوت کی مثال پر، شانِ قدرت کے ذریعے ہزاروں نشانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوی۔

بکثرت خویش رامشہور فرمود
نگینِ خاتمی پُر نور فرمود

خود کو شان کثرت کے ساتھ مشہور فرمایا۔ نگین خاتمی (انگوٹھی کے نگینہ) کو پُر نور بناديا۔

ھُوالاوّل بوحدت اصلِ امکاں
ھُوالآخر بکثرت عینِ لماں

ھوالاول کی شان کے ساتھ جو ذات پاک، وحدت میں اصل امکاں تھی وہی کثرت میں

ھوالآخر کی شان کے ساتھ عینِ لماں بن گئی۔

زآدم تا مسیح رسلے کہ ہستند
بجایش نائباں بودند و رفتند

حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسٰی علیہما السلام تک جتنے بھی رسول مبعوث ہوے وہ سب کے سب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشیں اور نائب رہ کر رخصت ہوے۔

یقین ذاتش شہنشاہِ نبوت
بتاجِ قدرت و جاہ و فتوّت

بیشک آپ کی ذاتِ اقدس شہنشاہِ نبوت ہے اور آپ ہی قدرت، شوکت اور جراءت کے تاجدار ہیں۔

کہ جملہ انبیاء را شاہ و سرور
شفاعت خواہ ہر یک روز محشر

کہ جملہ نبیوں کے پادشاہ اور سرور آپ ہی ہیں جو بروز محشر ہر ایک کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔

حسینؔی راچہ غم از روزِ محشر
کہ دارد پیشوا آں ذات رہبر

محشر کے دن حسینؔی کو غم کیوں ہو جبکہ اسے آپ جیسی ذات گرامی کی پیشوائی اور رہبری حاصل ہے۔

غرض اوپر بیان کی گئی اس نزول کی حقیقت کا انکشاف، سلوک کے منازل طے کئے بغیر ناممکن ہے۔ لہذا اس فقیر نے اپنے پیر و مرشد سے جو بھی تلقین حاصل کی تھی اور جو کچھ کہ دریافت کیا تھا اس میں سے صرف تھوڑا سا ہی بیان کیا گیا۔

تیسرا باب

عروج کے طریقہ پر سلوک کا بیان

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"۔ اس واجب الوجود نور کے سوا کوئی موجود نہیں ہے جو "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے ہزارہا ہزار عظیم ترین تحیات کے ساتھ وحدت سے کثرت تک ظہور فرمایا۔ لہذا اس ذاتِ احد تک رسائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پہچان پر منحصر ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (حدیث قدسی = جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے بموجب جس نے ذات محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچان لیا اس نے اپنے رب عزوجل کا حقیقت میں پتہ لگالیا۔

چار منازل

لہذا تصوف و سلوک کے علم میں اسی سلطان الملوک (پادشاہوں کے شہنشاہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے نور تک رسائی کیلئے چار منازل و مقامات یعنی ناسوت۔ ملکوت جبروت اور لاہوت مقرر ہیں جسکو ذکر، اشغال، تصور، مراقبہ، ریاضت اور مضبوط مجاہدہ کے ذریعہ طے کیا جاتا ہے تاکہ اس راہ پر گامزن ہو کر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نور سرمدی سے ہمکنار ہو سکیں۔

پہلی منزل ناسوت: ۔اے سالک! اگر تو ناسوت کی منزل طے کرنا چاہتا ہے تو پہلے نفس امارہ کے اس گھوڑے کو اپنے قابو میں رکھ جس پر تو سوار ہے جو عناصر کے آپسی ملاپ کے سبب حواس ظاہری کے میدان میں سرکشی اور منہ زوری کرنے لگا ہے۔ اس کے میدان حواس کو اپنے قابو میں رکھ اور شکم (پیٹ) پر جو اسکا منہ ہے روک لگا گویا اس شعر

کم خور و کم خسپ و کم گو و کم نشیں
درمیانِ خلق جاہل اے امیں

"یعنی اے امانت دار! کم کھایا کر، کم سویا کر اور کم بولا کر اور جاہل لوگوں کی صحبت میں کم بیٹھا کر" کے مصداق ریاضت اور مجاہدہ اختیار کر اور فکر و ذکر میں گزار۔ فکر یہ ہے کہ اوپر بیان کیے گئے مرتبوں کے تصور کے ذریعہ اپنے برزخ کا نظارہ ہو جائے اور دل میں یہ مضبوط خیال پیدا ہو کہ یہ سارا ظہور اس ایک نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہے۔ میں کچھ نہیں ہوں، صرف وہی موجود ہے۔ اور ذکر یہ ہے کہ اسی شاہد مطلق کی بارگاہ میں حاضری کے تصور کے ساتھ کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" یا اسم ذات (یعنی اللہ) جو کہ کلمہ کا خلاصہ ہے، کا پوری توجہ کے ساتھ اس طرح ذکر کرتا رہے کہ سر سے پاؤں تک جسم کے ایک ایک رونگٹے سے وہی اللہ کی آواز نکلنے لگے چنانچہ مولوی معنوی (مولانا روم علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں۔

در گداز ایں جملہ تن را در بصر
در نظر رو در نظر رو در نظر

یعنی تو اپنے پورے جسم کو (عشق کی بھٹی میں) ایسا پگھلا دے کہ تیرا سارا وجود آنکھوں میں سمٹ کر آجائے اور صرف نظروں کے ذریعہ ہی سب کام ہونے لگے۔

پہلے ظاہری حواس کو فکر کے اندر ایک ہی حال کے ساتھ مصروف رکھ اس طرح کہ جو کچھ دیکھتا ہے حق سے دیکھتا ہے۔ جو کچھ سنتا ہے اسی سے سنتا ہے جو کچھ چکھتا ہے اسی سے چکھتا ہے۔ جو کچھ سونگھتا ہے اسی سے سونگھتا ہے اور جسم پر جو کچھ بھی چھونے کا احساس ہوتا ہے یہ جانے کہ وہ اسی کی جانب سے ہوتا ہے اور ہر آواز اور ہر حرکت جو محسوس ہو، اسے اسم ذات کے ذکر سے بدل دے اور ہر شکل اور تصور جو محسوس ہو یا معقول اسکو اسم ذات کے نقش سے یوں ترکیب دے اور ذات کے انوار سے یوں بھر دے کہ یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہی اپنے وجود میں ہے اور سب میں اسی کا تصور کرتا رہے۔ بقول سعدی علیہ الرحمہ

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

یعنی ایک ہوشیار کی نگاہ میں سبز جھاڑوں کا ایک ایک پتا رب کردگار کی معرفت کا ایک دفتر ہے۔ خصوصاً باطنی حواس سے اس طرح کام لے کہ حس مشترک

سے لپنے میں یا غیر میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہ دکھائی دے اور حافظہ میں اللہ کی یاد کے سوا کوئی دوسرا خطرہ نہ گزرے اور اپنے خیال کو لپنے یا غیر کے تمام وجود سے اسم "اللہ" کے تصور میں مصروف رکھے۔ اور اسی طرح وہم سے ہر حال میں ہر منزل میں ہر جگہ ہر وقت اللہ تعالی کو اسکی تمام صفات کے ساتھ حاضر جانے، عرش سے فرش تک اور عقلوں سے نفسوں تک اسم "اللہ" کے ذکر میں محو رہے اور متصرفہ سے بھی یوں کام لے کہ دل میں پیدا ہونے والے ہر خطرہ اور ہر وسوسہ کو اللہ کے ذکر سے تبدیل کرنے میں مصروف ہوجائے۔ اور جب قوت متصرفہ اس انداز سے اپنا کام کرجائے تو قوت متخیلہ دور ہوکر خود ذکر کرنے والی اور فکر کرنے والی بن جاتی ہے۔ مگر جزو کل کے مجموعے یعنی اپنے برزخ کی دید سے خالی نہ رہنے کے خیال کے باوجود ہر حال میں خود پر نظر رکھے اور ہمیشہ اِن دو کیفیتوں میں محو رہا کرے۔

ایک تو یہ کہ اپنے ظاہری اور باطنی حواس کے ذریعہ دل میں اس خیال کو پیش نظر رکھے کہ ہر جگہ وہی ذات موجود اور ظاہر ہے۔

دوسری یہ کہ زبان، دل اور خیال سے اللہ کا جلی (آواز سے) اور قلبی (دل سے) ذکر کرتا رہے تاکہ اس خیال کے سوا دوسرے خیال کو آنے نہ دے۔

مراقبہ اور پاس انفاس: ۔اسی تصور کا نام "مراقبہ" ہے اور "پاس انفاس" یہ ہے کہ سانس اِن دو حالوں سے خالی نہیں ہوتی۔ سانس پورے جسم پر محیط ہے ناک کے ذریعہ آتی اور جاتی ہے۔ لہذا "اللہ اللہ" کا ذکر ہر جگہ سے آتے جاتے وقت جاری رہے یعنی سر سے پا تک عضو عضو، بال بال اور رگ رگ سے اللہ کا ذکر جاری رہنے کا تصور کرے اور ساتوں صفات کے ساتھ قوت فکر سے یہ تصور کرے کہ وہی کلام کرنے والا" سننے والا، دیکھنے والا، علم والا، ارادہ والا، قدرت والا اور زندہ ہے اور اللہ کے ذکر کا یہ تصور تمام محسوسات اور معقولات میں اس طرح جاری رہے کہ جس چیز پر نظر پڑے اس سے خود "اللّٰہ" کے ذکر کی آواز محسوس ہو یا سنائی دے اور اس طرح خیال ہو کہ وہی ذاکر (ذکر کرنے والا) ہے اور وہی مذکور (جس کا ذکر ہو) بھی ہے ارشاد ربانی ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں واقع ہیں اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور ایسی کوئی شئے نہیں جو اسکی حمد کرتے ہوے اسکی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔ہاں تم انکی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بنی اسرائیل۔۴۴)

یعنی خدا کی تسبیح بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان کے درمیان فرشتوں، جنوں اور انسانوں سے ہیں ہر چیز خدا کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کے تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔غرض تمام مکونات اور موجودات (ظاہر اور پوشیدہ مخلوق) اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر پر مامور ہیں۔

بذکرش ہرچہ بینی درخروش است
ولے داند دریں معنی کہ گوش است

تجھے دکھائی دینے والی ہر چیز پکار پکار کر اس (اللہ تعالیٰ) کا ذکر کرتی ہے لیکن اس سے وہی آشنا ہوتا ہے جو کان رکھتا ہے۔

نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانست
کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبان است

نہ صرف بلبل ہی اسکے پھول پر تسبیح پڑھتا ہے بلکہ ہر کانٹا بھی اسکی تسبیح میں رطب اللسان ہے۔

جب سالک پہلے تصور اور خیال کے ساتھ ناسوتی اور ملکوتی زبان کے ذریعہ اپنے سے اور تمام موجودات سے ہونے والے ذکر الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو اور کمال حاصل کرے تو اسکے بعد وہ خود بخود ہر چیز کی ملکوتی زبان پر جاری تسبیح اور ذکر الٰہی کو اپنے کانوں سے سنے گا۔غرض اپنی اور تمام موجودات کی ہستی، صفات اور افعال کو اس حق تعالیٰ کی جانب سے تصور کر کے اسکو حق کا ہی فعل جانے۔

قربِ نوافل:۔ نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرنے کا شغل یہی ہے۔اس درجہ والے کو "سالک مجذوب" کہتے ہیں اور قربِ نوافل سے مراد اپنی جانب سے حق کی جانب جانا ہے۔یعنی اپنے افعال اور غیر کے افعال کو حق کے افعال جانتا ہے۔
مَارَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا رَأَيْتُ اللهَ (ترجمہ = میں نے اللہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا)

کا یہی مطلب ہے (گویا کہ بندہ فاعل ہے اور حق آلہٰ)
قربِ فرائض: ۔اور "قربِ فرائض" سے مراد یہ ہے کہ حق سے خود کی طرف رجوع ہو اور خود سے یا موجودات سے ظاہر ہونے والے ہر فعل اور ہر صفت کے بارے میں یہ یقین رکھے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے افعال اور صفات ہیں (گویا حق فاعل ہے اور بندہ آلہٰ) چنانچہ ہر سنائی دینے والی آواز پر، کلیم کی صفت پاکر خود کو سمیع (سننے والا) جانے جو آواز کی پابندی کے ساتھ بے آواز اور جو کان کی پابندی کے ساتھ بے کان ظاہر ہو اور ہر حال میں یہی تصور پیش نظر رکھے ۔ خصوصاً نماز، تلاوت کلام پاک، اوراد و وظائف، کھانے پینے کے وقت اور خلوت وجلوت میں اسی حال کا تصور کیا کرے ۔

غرض ہر صفت اور فعل کو حق کی طرف سے جانے اور ہر فعل کا فاعل حق کو جانے چنانچہ دینے اور عطا کرنے والے اور لینے والے کو دوست اور دشمن میں امتیاز کئے بغیر اسی کو فاعلِ حقیقی تصور کرے اور اسمائے الٰہی وکیانی کے خیال کے ساتھ پوری توجہ سے اپنے برزخ کا مشاہدہ کرے کہ ظاہر اور باطن میں یہی موجود ہے ۔اور کامل توجہ کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ اس طرح ذکر کرتا رہے کہ "اللہ اللہ" کی آواز کے سوا کان میں کوئی دوسری آواز یا ذہن میں کوئی دوسرا خیال آنے نہ پائے اور حواس کو غیر کی طرف مائل ہونے کی مہلت ہی نہ مل سکے ۔ ظاہری اور باطنی طور پر پوری طرح اللہ کے ذکر اور غیر خدا کی نفی کرنے کی فکر میں مشغول رہے اور اپنے جسمِ خاکی کو عین روحِ ملکوتی تصور کرے اور ہر فعل کا فاعل (کام انجام دینے والا) حق تعالیٰ کو ہی جانتے ہوئے ذکر و فکر کرتا رہے ۔ بہر حال چاہے پاک ہو کہ ناپاک، چاہے سو رہا ہو کہ بیدار ہو اسی ذکر و فکر پر ہمیشہ ہمیشہ پابند رہنے کی بدولت کثافت کا مظہر، ناسوتی وجود جاکر، روح کی طرح لطیف ہو جائے گا اور اپنی حقیقت سے آشنائی ہو جائے گی ۔ یعنی کہ تو ایسا جوہرِ قابل بن جائے گا کہ تو جس چیز کی جانب اپنا رخ کرے گا وہ بھی وہی بن جائے گا ۔اپنی مثنوی میں مولوی معنوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

اے برادر تو ہماں اندیشہ ای
مابقی تو استخوان و ریشہ ای

اے بھائی تو سراپا فکر حق کا ترجمان ہے ورنہ اس کو چھوڑ کر تجھ میں ہڈیوں اور رگوں

کے سوا بھلا اور کیا رکھا ہے۔

گر گل است اندیشہ تو گلشنے
وربود خار تو ہیمہ گلخنے

اگر تیری فکر پھول سے متعلق ہے تو پھر تو خود اپنی جگہ پھولوں بھرا ایک چمن ہے اور تیرا وہم اگر کانٹے سے متعلق ہے تو پھر تو چولھے میں جلانے کی لکڑی سے بڑھکر کچھ نہیں۔

ذکر و فکر میں اس قدر مشغول رہ کہ خاک جاکر نور بن جائے اور تیری ہستی نظروں سے غائب ہو کر ہستی ذات ظاہر ہو جائے۔ بقول مولانا جامی قدس سرہ السامی مقید جاکر مطلق ہو جائے اور اناالحق جاکر ھوالحق بن جائے۔

رباعی:۔

گر در دلِ تو گُل گزرد گُل باشی
وز بلبلِ بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است روزے چند
اندیشۂ کُل پیشہ کنی کُل باشی

یعنی اگر تیرے دل میں پھول بس جائے تو پھر تو بھی پھول ہو جائے گا اور اگر بے قرار بلبل کا خیال ہو تو بلبل ہو جائے گا۔ چند دنوں کیلئے تو ایک جز ہے اور حق کل ہے۔ لہذا کُل کی فکر میں رہ تاکہ تو بھی کل ہو جائے۔

اس ذکر و فکر کے ابتدائی شغل سے متعلق بزرگانِ دین نے جو قاعدہ مقرر فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے آخر میں اسکی تفصیلی ترکیب لکھی جائے گی۔ اسکے بموجب اے سالک! جن اشغال اور اذکار کی جانب تیرا دل لگے ان پر ہی عمل کر۔ مگر جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ذکر و فکر میں جتنی بھی کوشش کی جائے گی بے خودی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی سوئی بھی چبھو دے تو اسکی خبر تک نہ ہوگی اور عالم برزخ میں موجود ہر پوشیدہ یا کھلی بات سرتاپا خود نظر آنے لگے گی اور ذاکر کا ذکر اس درجہ پر پہنچ جائے گا کہ اس ذکر کے سوا کسی بھی دوسرے خطرہ اور وسوسہ کا گزر تک نہ ہونے پائے گا۔ اس وقت اپنے وجود یعنی ناسوتی وجود سے عرشِ

اعظم تک تمام منازل اور اسم الہٰی و کیانی اور حروف کی جملہ تاثیرات کے ساتھ جسکی کیفیت اوپر بیان کی جاچکی ہے، جیسا وہ ہے ویسا ہی ظاہر ہوجائے گا یعنی اس عالم کا مشاہدہ ہوجائے گا۔اب اسکے بعد عالم ملکوت کے دروازے سے گزر ہوتا ہے اور ممکن الوجود سے سیر اور طیر (اڑان) ہونے لگتا ہے۔یعنی اس وجودِ خاکی میں وجودِ ممکن جو کہ روحِ ملکوتی ہے خواب اور بیداری میں اسی برزخِ ناسوتی کی شکل و صورت میں ظاہر ہوجاتی ہے چنانچہ عام اور خاص باتیں خواب میں نظرآتی ہیں اور پورے جسم سے روح نکل کر سیر اور طیر کرنے لگتی ہے اگرچیکہ یہ جسمِ خاکی بستر پر ہی ہوتا ہے۔ مگر یہی کیفیت خاص لوگوں کو مراقبہ کی حالت میں بھی حاصل ہوتی ہے۔

غرض منزل ناسوت اور عبادت و ریاضت پر مشتمل شریعت کا راستہ طے کئے بغیر یہ سب کچھ ممکن نہیں۔جب تک فرشتوں کی طرح نہ بن جائے عالم ملکوت پر سے گزر نہیں ہوسکتا۔سالک کو چاہئے کہ پہلے شریعت کے راستہ پر مضبوطی سے قائم رہے اور زہد و تقوی اور ظاہری عبادت کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں مشغول ہو۔خصوصاً نماز جو کہ عین عبادت ہے کبھی قضا نہ ہونے دے اور حفظ مراتب (درجہ کے موافق لحاظ کرنا) کو ہاتھ سے جانے نہ دے اور حضورِ حق کے تصور اور ذاتِ مطلق میں محویت کے باوجود خود کو صرف عابد اور ایک عاجز بندہ تصور کرتے ہوئے عبادت ظاہری کی ادائی میں چھوٹی سے چھوٹی کسر تک نہ اٹھا رکھے۔

رباعی جامی علیہ الرحمہ:۔

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی
وندر صفتِ صدق ویقیں صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

یعنی اے شخص! تونے اپنے کو محقق سمجھ رکھا ہے اور سمجھتا ہے کہ تو باطن میں صدق و یقیں کی صفت سے متصف صدیق ہے۔تو سمجھ لے کہ وجود کے لحاظ سے ہر مرتبہ کا ایک الگ حکم ہے اگر تو نے ان مراتب کا لحاظ نہ رکھا تو پھر تو (صدیق کے بجائے) زندیق (بے ایمان) ہوجائے گا۔

مگر عبادت کے دوران بھی (سالک) ذکر و فکر سے خالی نہ رہے بلکہ اس جگہ دو گنی محویت حاصل کرے یعنی نماز میں نظر تو برزخ پر رکھے اور دل اللہ کے ذکر میں پیکر تصور بنا رہے اور زبان سے قرات کے دوران یہ سمجھے کہ میری زبان کے ذریعہ حق تعالیٰ خود کلام فرما رہا ہے اور تلاوت کی حالت میں اس طرح تصور رکھے کہ حق قائل یعنی پڑھ رہا ہے اور میں سمیع یعنی سن رہا ہوں بلکہ حق تعالیٰ ہی کو قائل و سمیع و ساجد و مسجود جانے یعنی یہ سمجھے کہ اللہ ہی پڑھنے والا سننے والا، سجدہ کرنے والا ہے اور اسی کا سجدہ ہو رہا ہے۔ مگر یہ سب حلول اور اتحاد کے لحاظ سے نہیں بلکہ ذات و صفت کے لحاظ سے ہوگا یعنی وہ حقیقت ذات کے لحاظ سے مسجود اور صفت کی نسبت سے ساجد ہے۔ کیونکہ وحدت سے کثرت تک وہ اپنے اوصاف کے ساتھ ہر شئے پر اس طرح محیط اور موصوف ہے جیسا کہ کُل کے ساتھ جز اور مظروف کے ساتھ ظرف ہے۔ "تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَلِيْقُ" (یعنی اللہ تعالیٰ کی شان رفعت اسی کے لائق و شایان ہے) خلاصہ یہ کہ موجودات پر ذات کا احاطہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سورج کی دھوپ، آگ کی تپش اور شمع کی روشنی ہے۔

رباعی جامی علیہ الرحمہ:۔

در ذاتِ حق اِندراج شاں معروف است
شاں چوں صفت و ذاتِ حق موصوف است
ایں قاعدہ یاد دار کانجا کہ خداست
نے جزو نہ کل نہ ظرف و نے مظروف است

یعنی اسکو سب جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی شانیں اسکی ذات میں ہیں۔ شان صفت کی طرح ہے اور اس صفت سے متصف ذاتِ حق ہے۔ یہ قاعدہ یاد رکھو کہ جہاں خدا ہے وہاں نہ جزو ہے نہ کل اور نہ ظرف ہے نہ مظروف۔

دوسری منزل ملکوت:۔ جب سالک ناسوت کی منزل میں، خالق کی حضوری کی فکر کے ساتھ اللہ کے ذکر میں ڈوب جائے اور ممکن الوجود ہوتے ہوئے عالم روحانی یعنی عالم ملکوت میں پہنچ جائے اور عرش سے فرش تک سب اس پر کھل جائے اور صفات ذمیمہ (بری صفتیں) تبدیل ہو کر ملکی صفت (فرشتوں کی صفت) بن جائے تو اس

مرتبہ پر جو کہ نفس لوامہ کا مقام ہے پہنچ کر وہ ماسوی اللہ کے ان خطرات کی نفی کرنے کے قابل ہو جائے گا جو کبھی کبھی نفس لوامہ سے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور برزخ کے تصور کے ساتھ دل ذکر کریگا۔ ممکن الوجود جو واجب الوجود کا ہم شکل ہے چونکہ خاکی ہے اس لئے خواب میں نظر آیا کرتا ہے۔ غرض سالک ذکر و فکر کی کثرت اور شوق و ذوق کی توفیق کی بدولت ہی اس روحانی وجود کو مراقبہ میں دیکھتا ہے اور اسکے ذریعہ سیر اور طیر کرتا ہے۔ لہذا جو سالک اس حالت سے ہمکنار ہو اُسے چاہیئے کہ اس وجود کے ساتھ فرشتوں کی صفت میں شامل ہو جائے اور فرشتوں کے ساتھ تسبیح و تہلیل کرے اور جو بھی قدرت، علم، ارادہ، سماعت اور بصارت خود اپنے سے یا فرشتوں سے یا جملہ موجودات سے نصیب ہو تو چاہیئے کہ اسکو اللہ کی نشانیاں شمار کرے اور قرب نوافل اور قرب فرائض کے شغل کے ذریعہ جسکی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے پوری توجہ اور فکر کے ساتھ عالم برزخ کا مشاہدہ کرے اور قلبی ذکر کے ذریعہ ماسوی اللہ کے خطرات کی نفی کرے کیونکہ "عِبَادَةُ الْفُقَرَاءِ نَفْيُ الْخَطْرَاتِ" (یعنی فقرا کی عبادت کیا ہے خطرات کی نفی کرنا ہے) سے مراد یہی ہے۔ اس شغل، ذکر اور فکر کی بدولت حق تعالیٰ کی حضوری ہمیشہ اور مستقل طور پر نصیب ہو جائے گی۔ یہی مراقبہ طریقت کہلاتا ہے اور اس مقام کے مشاہدے میں ذکر و فکر کے ذریعہ حق تعالیٰ کو روحانی، مثالی، آثاری اور افعالی صفات سے متصف جاننا چاہیئے۔ اس مشاہدہ کے دوران سالک کے دل کے آئینہ میں معشوق حقیقی کے چہرے کا عکس جب اپنی تجلی دکھاتا ہے اور قسم قسم کے انوار جگمگاتے ہیں تو اس موقع پر سالک فریفتہ اور حیران رہ جاتا ہے۔ اگر پیرو مرشد کی توجہ ہو تو اس میں ترقی ہوتی ہے ورنہ اسی مقام پر رہ جاتا ہے بلکہ اللہ کے آثار و افعال کی بدولت جو بعض کرامات یا خوارق اس سے واقع ہوئے تھے اس درجہ سے بھی وہ گر جاتا ہے۔ لہذا راز کو افشا کرنے میں اختیار کی حد تک ضروری احتیاط برتنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے ورنہ معذوری اور مجبوری سے دوچار ہونا پڑیگا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ بے خودی میں جو بات بھی واقع ہوتی ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب سالک عالم ملکوت میں پرواز کے بعد عالم شہادت کی سیر کرنے آتا ہے تو بشریت کے تقاضے سے اس عالم کو بھی عالم ملکوت

ہی کا مشاہدہ سمجھتا ہے اور ہر ایک ذرہ کو ملکوتی اثر سے خالی نہیں جانتا اسکا سبب یہ ہے کہ ہر ناسوتی شئے پر ایک ایک فرشتہ متعین ہے۔جس وقت سالک اپنے ذکر و فکر کی بدولت ناسوت اور ملکوت کے درجہ کمال تک رسائی کرلیتا ہے تو اس وقت وہ ہر شے میں اسرار الٰہی و کیانی کے آثار کا نظارہ کرتا ہے بلکہ ہر شے میں صفت بالفعل کے لباس میں وحدت الوجود کے وجود کا معائنہ کرتا ہے اور ذات واحد کو ناسوتی اور ملکوتی اوصاف سے متصف جانتا ہے۔

وجودے ندارد کسے جز خدا
ہموں بود و باشد ہمیشہ بجا

یعنی خدا کے سوا کسی کا بھی (حقیقی) وجود نہیں۔بے شک اس کی ذات ہمیشہ ہمیشہ تھی، ہے اور رہے گی۔غرض تعینات لاحق ہونے کی نسبت سے وحدت الوجود کی صفت ہر موقع کے لحاظ سے کسی ایک نام سے موسوم ہوجاتی ہے۔جب سالک عالم ملکوت میں ذکر و فکر کی استقامت کے ساتھ "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ہُوَ" (یعنی ذات حق کے سوا کوئی موجود نہیں) میں یقین پیدا کرلے تو وہاں سے اب اسکا گزر عالم ارواح کی جانب ہونے لگتا ہے جو منزل جبروت ہے۔

تیسری منزل جبروت:۔بہرحال سالک جب ذکر جلی و قلبی اور فکر صفتی و افعالی کے ساتھ ملکوت کی منزل طے کرلے اور خود کو "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ہُوَ" کی فکر کے ساتھ ذکر الٰہی میں محو کرلے تو وہاں معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح، ممکن الوجود یعنی اپنے سے جاری وقائم نہیں ہے بلکہ روح انسانی یعنی روح مقیم پر قائم ہے۔اس موقع پر سالک اس وجود سے بے نیاز روح مقیم کی طرف متوجہ ہوکر روحی ذکر میں مشغول ہوجاتا ہے جسکا تعلق قلب سلیم سے ہے۔چونکہ اسکا نفس، صفت مطمئنہ سے متصف ہوچکا ہے اس لئے روح کے مشاہدہ کے سوا اسے کسی خطرہ سے سابقہ نہیں پڑتا بموجب حدیث شریف "ذِکْرُ رُوْحِیْ مُشَاہِدَۃٌ" (یعنی میری روح کا ذکر مشاہدہ ہے) روحی مشاہدہ کے ذکر میں مشغول ہوجاتا ہے۔جبروت کی اس منزل میں جو "ممتنع الوجود" کا مقام ہے، اس میں کسی شئے کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہتا لہذا روح مقیم اس جگہ بے چونی اور بے نشانی کی صفت کے ساتھ نظر آتی ہے چنانچہ

مقام روح برمن حیرت آمد
نشان ازوے بگفتن غیرت آمد

یعنی مقام روح پر میں حیران ہو جاتا ہوں ۔ اسکے نشان کے بارے میں کہتے ہوئے مجھے غیرت آتی ہے ۔

اس مقام پر سالک حیرت زدہ ہو جاتا ہے یعنی یہ حیرت ایک ناظر (دیکھنے والا) اور دوسرے منظور (دکھائی دینے والا) کے درمیان ہوتی ہے ۔ اس جگہ دونوں ملکر ایک ہو جاتے ہیں ۔ اس موقع پر روح کا حال بالکل خدا کی صفت میں ڈھل جاتا ہے ۔ اور خلق " خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ " (یعنی اس نے انسان کو اپنا مظہر بنا کر پیدا فرمایا) کے حکم کے بموجب یہاں سالک کو خود اپنی تمیز نہیں رہتی اور توحید کی اس کیفیت کے سبب وہ جان لیتا ہے کہ حق تعالیٰ بذات خود ہمیشہ اپنی وحدانیت کی صفت سے موصوف ہے ۔ " كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ " (یعنی اللہ ہے اور اسکے ساتھ کوئی شے نہیں) نیز ارشاد باری تعالےٰ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " (اے محبوب! فرماؤ وہ اللہ ایک ہے ۔ اخلاص ۔ ۱) اسکی توحید کی صفات ہی ہیں ۔ جس نے بھی اپنی روح کو اس مقام پر دیکھا تو اس نے اس روح کے ذریعہ خدا کو دیکھا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (حدیث قدسی = جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو بیشک اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) یعنی نفس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہی روح ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ " مَنْ رَآنِيْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ " (حدیث شریف = جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا) کے یہی معنی ہیں ۔ لہذا سالک برزخ کے مشاہدے کے ساتھ ذکر روحی میں مرشد کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام دیکھتا ہے یعنی اپنے وجود کے برزخ کو مرشد کے وجود کے ساتھ تصور کرتے ہوئے مشاہدہ کرتا ہے ۔ کیونکہ مرشد عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عین خدا ہیں ۔ یہاں تینوں جا کر ایک ہو جاتے ہیں، اور ذکر روحی کے مشاہدہ کا طریقہ یہ ہے کہ پیر کو جان میں جان اور تن میں تن اس طرح دیکھے کہ اپنے ظاہر کو مرشد کا ظاہر، اور مرشد کے ظاہر کو برزخ صغریٰ یعنی الوہیت، اور اپنے باطن کو مرشد کا باطن اور مرشد کے باطن کو برزخ کبریٰ یعنی وحدت تصور کرے ۔

اسی بناء پر میرے پیر دستگیر نے ناسوت کے سلوک میں پہلے برزخ کی دید اور مراتبِ خمسہ کے تصور کے ساتھ اسم ذات کے ذکر کی تلقین فرمائی ہے تاکہ اس مقام تک اصل تعلق جاری رہے مگر یہاں محویت کلّی حاصل ہو جاتی ہے اور مرشد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی صفت کے ساتھ ایک نظر آتے ہیں اور بشریت کے اکثر رسوم زائل ہو جاتے ہیں ۔ لہٰذا اس مقام جبروت میں سالک خود کو فراموش کر دیتا ہے اور تمام موجودات کے ظہور کو اللہ تعالیٰ کی عین صفات جانتا ہے اور موجودات میں جو بھی صفت پائے وہ حق کی صفت پاتا ہے ۔ "بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ" (حدیث قدسی = مقرب بندہ میرے ساتھ سنتا ہے اور میرے ساتھ دیکھتا ہے) کے مصداق اسکا حال ہوتا ہے ۔ اس حال میں جو کوئی اس پر مہربانی یا قہر کرے اسے حق تعالیٰ کی مہربانی اور قہر جانتا ہے اور اپنی صفات کو بھی صفات حق سمجھتا ہے ۔ یہاں تک کہ انانیت (میں پن) کے سبب جو اس مقام کا خاصہ ہے "انا" (میں) کا نعرہ لگاتا ہے چنانچہ حضرات بایزید بسطامی ، منصور حلاج جنید بغدادی ، اور عین القضاۃ رحمہم اللہ نے "انا الحق" اور سبحانی وغیرہ کا نعرہ لگایا کہ یہ عالم جبروت میں پہنچنے کی سب سے بڑی علامت ہے ۔ سالک کو اس مقام پر ایک وقت حق کی مدد سے ایسی کچھ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر چاہے تو وہ ایک عالم کو درہم برہم کر دے اور مردہ کو زندہ کر دے مگر روحی جمال کے کمالِ لذت کی وجہ سے وہ کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا اور اسی لذت میں مست اور مدہوش رہتا ہے ۔ درحقیقت وہ ایک عجیب لذت ہے کہ جسکی تشریح ممکن نہیں جس نے اسکا مزہ چکھا بس وہی اسکو جانے ۔ سالک کو چاہیئے کہ اس مقام پر نہ ٹھہرے بلکہ آگے بڑھتا جائے اور عارف الوجود کے مقام کی جانب بڑھنے کا ارادہ کرے جو عالمِ لاہوت ہے ۔

چوتھی منزل لاہوت :۔ عالم لاہوت سے مراد نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو عارف الوجود کا مقام ہے ۔ یعنی وحدت میں سالک کو جبروت کے اندر جس "انانیت" سے سابقہ پڑا تھا اس حالت سے وہ یہاں نکل آتا ہے جو عالم لاہوت میں داخل ہونے کی علامت ہے ۔ پھر عارف الوجود کہ روح قدسی ہے لاہوت کی منزل میں ظاہر ہوتی ہے جو عین نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس موقع پر وہ تمام موجودات جنہیں پہلے صفات

جانا گیا تھا یہاں ذات معلوم ہوتی ہیں اور ذکر سری سے جو کہ معائنہ ہے، محبت اور عشق میں سالک اس قدر مست اور بے خود ہو جاتا ہے کہ دوئی کا خیال تک تصور میں ہرگز نہیں آنے پاتا اور "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (تو تم جدھر منہ کرو ادھر خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔ بقرہ۔۱۱۵) کے معائنہ میں مشغول ہو جاتا ہے جو "مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰهَ" (میں نے اللہ کو دیکھنے کے سوا کسی کو نہیں دیکھا) کے مصداق ہے۔ لاہوت کا مراقبہ یہی ہے کہ نفس ملہمہ کے قابل ہو جائے اور ذات سے الہام کا سلسلہ ہو جائے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خاص مرتبہ ہے جس سے مراد لامکان ہے اور اس نور اور ذات کی مثال اسی طرح ہے جس طرح دریا، موج اور حباب (بلبلہ) ہے۔

جنبشِ دریا اگر چہ موج خوانندش ولے
در حقیقت موجِ دریا عینِ آں دریا بود

یعنی دریا کی حرکت کو اگر چہ موج کہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں دریا کی موج عین دریا ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی مفہوم میں سالک خود کو اور سب کو "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) جانتا ہے۔

رباعی جامی علیہ الرحمہ:۔

ہمسایہ و ہم نشین و ہمراہ ہمہ اوست
در دلق گدا و اطلسِ شاہ ہمہ اوست
در انجمنِ فرق و نہاں خانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

یعنی ہمسایہ، ہم نشیں اور ہمراہ وہی ہے۔ فقیر کی گدڑی اور بادشاہ کے خلعت میں بھی وہی موجود ہے تفریق کی انجمن اور جمع کے تہ خانہ میں بھی خدا کی قسم وہی موجود ہے خدا کی قسم وہی موجود ہے۔

جب سالک کو اس حال کا سامنا ہو تو اسے چاہیئے کہ ہمہ اوست (یعنی سب کچھ وہی ہے) سے آشنائی کے اس خیال سے بھی جو شعور کا باعث ہے، کنارہ کش ہو کر مجرد (اکیلا) ہو جائے اور عالم فنا میں مفرد (یکتا) بن جائے۔

تو درو گم شو کہ تجرید ایں بود
گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

تو اسکی ذات میں گم ہو جا کہ تجرید یہی ہے۔ پھر اس گم ہو جانے کو بھی فراموش کر دے کہ تفرید یہی ہے۔

تا فنائے ایں محل حاصل شود
در رہِ توحید حق کامل شود

تا کہ اس منزل کی فنا کا مقام تجھے حاصل ہو سکے اور حق کی توحید کے راستہ میں تو کامل ہو جائے۔

تجرید اور تفرید کے بعد سالک کو فردانیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس طرح کہ معرفت کے راستہ سے جس سے مراد عبادت ہے۔ اس مقام تک وہ رسائی حاصل کر لیتا ہے یعنی اس مرتبہ میں نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اعتراف کرتا ہے اور نظر اپنے وجود پر ڈالتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ صفات سے محروم ہو کر وہ مجرد اور مفرد بیچارہ کبریائی چادر میں پوشیدہ ہو گیا ہے۔

مثالِ روح ام نورِ خدائی ست
نہفتہ در ردائے کبریائی ست

یعنی روح کی مثال خدائی نور جیسی ہے جو کبریائی چادر میں نہاں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک عبودیت ادا کرے اور اس جگہ عبودیت بھی ہو تو ایسی کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کے قابل ہو سکے۔ عبادت سے محبت بڑھتی ہے۔ جب محبت عشق سے بدل جاتی ہے تو وصال نصیب ہوتا ہے اور وہ سرِ خفی کا محرم بن جاتا ہے۔ وحدت کا یہ مرتبہ، مرتبہ، یاقت ہے جبکہ مجملاً ان سارے صفات کے ساتھ جنکی تفصیل وحدت الوجود کے بیان میں مذکور ہو چکی ہے، ذات مطلق کی ایسی تجلی دکھائی دیتی ہے کہ جسکا نور، نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ "**یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ**" (یعنی اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مائدہ۔ ۵۴) کی نسبت خود اپنی جانب فرمائی۔ جب سالک اس نوری مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو عشق و محبت کی عبادت میں ایسا ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اس پر محویت طاری ہو جاتی ہے

اور اپنی صورت کو اور تمام موجودات کو وہ معشوق حقیقی کی صورت میں دیکھتا ہے۔
جب سالک اس نوری مرتبہ "عارف الوجود" پر پہنچتا ہے تو توحید ذاتی کی روشنی نظر آتی ہے۔ یہ حقیقت میں ایک نور ہے جو جلال اور جمال کی تجلی سے آشکار ہوتا ہے۔ چنانچہ ذکرِ سرّی اور فکرِ حضوری سے سالک کا سلوک اس مرتبہ پر "نور" ہے جیسا کہ اس نے اذکار و افکار سے ناسوت، ملکوت اور جبروت کی منزلوں کو سلوک کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ ذکر سری یہ ہے کہ یاد خفی کو نہ چھوڑے اور ذکر خفی کا حصول جسکا آگے معائنہ ہوگا جذبہ الٰہی پر منحصر ہے۔ اپنی توجہ سے اسکو اپنے میں ہی جذب کرے مثلاً عارف الوجود کے مقام پر ذکر سری ظاہری نظر کے اور ذکر خفی باطنی نظر کے قائم مقام ہے۔
لہذا ظاہر کی نظر، باطن کی نظر کی محتاج ہے اور باطن کی نظر، ظاہر کی نظر سے بے نیاز ہے اگر باطن کی نظر چاہے کہ ظاہر کی نظر کو اپنے اندر سمولے تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ لہذا سالک اس مقام پر نفس ملہمہ سے ذکر سری کے ذریعہ جس سے مراد یاد خفی ہے مشغول رہتا ہے۔ اور البقائے الہام (الہام کا باقی رہنا) کی بدولت مراقبۂ دوام حاصل کرتا ہے یعنی اللہ کے الہامی کلام کا مشتاق بنکر بیچارہ کامل محبت کے ساتھ عبادت اور کلام شریف کی تلاوت میں پہلے سے زیادہ متوجہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ کلام، اللہ کے الہامی کلام کی خوشبو بن جاتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ ان مراتب میں نظر رحمت فرما کر اپنے وصال سے جو مقام خفی ہے سرفراز فرماتا ہے۔ حاصل یہ کہ اس حالت کے دوران سالک کے تصور میں لاہوت اور ناسوت ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ وہ سب کو نور دیکھتا ہے اور ہمیشہ نور کے عالم میں رہتا ہے۔ سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسکی تمام صفات (حواس) ایک دوسرے کی صفت اختیار کرلیتی ہیں یعنی آنکھ کا کام دیکھنا اور کان کا کام سننا ہے لیکن اب وہ کان سے سنتا بھی اور دیکھتا بھی ہے اور آنکھ سے دیکھتا اور سنتا بھی ہے۔ چونکہ اس عالم میں وحدت آجاتی ہے اس لئے امتیاز باقی نہیں رہتا کیونکہ اول و آخر اور ظاہر و باطن یکساں نظر آتے ہیں۔ سالک یہاں کبھی سکر (نشہ) کی حالت میں رہتا ہے کبھی صحو (مستی) کی حالت میں۔ اور کبھی نور کو روح میں اور روح کو دل میں اور دل کو جسم میں دیکھتا ہے اور کبھی ہر شئے اسکو نور مطلق ہی دکھائی دیتی ہے۔

پانچ اذکار:۔ یہ پانچ ذکر اور پانچ مقام در حقیقت کلمہ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کے معنی ہیں کہ اسی کلمہ سے آغاز بھی ہوتا ہے اور انجام بھی ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس فقیر کے پیر دستگیر کا ارشاد ہے کہ " لَآ " نظر ہے ۔ " اِلٰہَ " دل ہے ۔ " اِلَّا اللّٰہُ " روح ہے ۔ " مُحَمَّدٌ " قلب ہے اور " رَسُوْلُ اللّٰہ " ظاہر ہے یعنی " لَآ " ذکر خفی ۔ " اِلٰہَ " ذکرِ سِرّی ۔ " اِلَّا اللّٰہُ " ذکر روحی ۔ " مُحَمَّدٌ " ذکر قلبی اور " رَسُوْلُ اللّٰہ " ذکرِ جلی ہے ۔

جب سالک ناسوت میں اسم ذات کا ذکر جلی ، جو رسول کے مقابل ہے پورا کر کے واجب الوجود حاصل کر لے اور اسکے بعد اسی اسم ذات کے ذریعہ جو ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے ذکر قلبی کے وسوسے سے ممکن الوجود کو دریافت کر لے اور ذکر روحی کے مشاہدے " اِلَّا اللّٰہ " سے ممتنع الوجود کو پہچان لے تو پھر ذکرِ سِرّی " اِلٰہَ " کے معائنہ کی بدولت وہ عارف الوجود تک رسائی حاصل کریگا ۔ آئندہ ذکر خفی کی مغائبت (غائب ہونا) ہے جسکی مثال نظر باطن کی طرح ہے اور ذکر سری جو نظر ظاہر کے درجہ میں دل کی صورت میں ہے ، وحدت الوجود کے جذبہ کے اختیار کے ساتھ ہے کیونکہ یہ " وراء الورا " کا مقام اور مقام لاتعین ہے ۔ یہی اصطلاحی معنی ہیں جو ہمارے پیر و مرشد نے بیان فرمائے ہیں لیکن اسی مثال پر تفسیری معنی کی بھی مناسبت پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ " لَآ اِلٰہَ " سے مراد ، احدیت اور وحدت میں کوئی موجود نہیں ہے ۔ " اِلَّا اللّٰہ " سے مراد یہ کہ اس موجود کے سوائے جو الوہیت میں اسماء کی صفات کے ساتھ نور اعتباری کی تفصیل کا ظہور ہوا ، عالم مثال اور عالم شہادت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی صورت میں خود کو ظاہر فرمایا ۔ سلوک اور عروج کے تمام مراتب اول سے آخر تک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار پر موقوف ہیں ۔ لہٰذا اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ عین کلمہ ہے یعنی حضرات خمسہ کے مراتب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف کی تعداد کے موافق نزول فرمایا اور کلمہ کے الفاظ بھی " لَآ " کے سوا پانچ ہی ہیں ۔ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراتب خمسہ سے پہلے لاتعین کی صفت کے ساتھ تھے ۔ جب لاتعین سے تعین وحدت میں آئے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پاک سے موسوم ہوئے ۔ خلاصہ یہ کہ " لَآ " احدیت ۔

"اِلٰہ" وحدت ۔ "اِلَّا اللّٰہ" واحدیت یعنی الوہیت ۔ "مُحَمَّد" ارواح ۔ "رَسُوْل" مثال ۔ "اللّٰہ" شہادت ہے یعنی اس لاتعین کے نقطہ نے الف کی اضافت کے ساتھ میم کی صورت اختیار کی ۔ وحدت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے ساتھ "اِلٰہ" تعین اول ہوا اور پھر وہ میم، الوہیت میں "ح" کی شکل میں تمام صفات اور اسماء سے متصف ہوا ۔ پھر وہ میم برزخ میں اعیان ثابتہ کے ظہور کے ساتھ الف سے ملکر ارواح کے اوصاف سے متصف ہوا ۔ نیز وہی میم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرخ کی صورت میں عالم مثال کا دل بن گیا ۔ پھر وہی میم دال کی شکل میں چاروں عناصر کی اضافت کے ساتھ عالم اجسام یعنی عالم شہادت میں اسم "اللہ" کی اضافت سے حضرات خمسہ کے اوصاف سے متصف ہو گیا ۔ کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے یہی معنی ہیں وہیں سے انسان، موجودات میں اشرف قرار پایا کیونکہ کلمہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کے مراتب کا وہ مجموعہ ہے ۔ لہذا "مُحَمَّد" صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف ہی سے اسکی شکل مرتب ہوئی جسکی کیفیت اوپر گزر چکی ہے ۔ کلمہ ہر شئے میں موجود ہے اور ہر شئے اسی کا ظہور ہے ۔ چنانچہ اسی میم سے جو نقطہ کے نیچے الف نما ہے اٹھائیس (۲۸) حروف تہجی بنے ۔ جسکے اثر سے اٹھائیس اسمائے کیانی، اٹھائیس اسمائے الہی کی ترتیب کے ساتھ جو اسی میم کے اوصاف کے اسماء ہیں مرتب ہوئے ۔ (اللہ کا) کلام بے حرف و آواز ہے ۔ ذات نے میم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل کے اٹھائیس حروف کے لباس میں نزول فرمایا اور اسکے سوا ہر کلام ان حروف سے خالی نہیں ہے ۔

تماشائے ایں جا وقوف است و بس
جہاں اجتماعِ حروف است و بس

یعنی اس مقام کا تماشا یہ ہے کہ یہاں صرف ٹھیرنا کافی ہے ۔ سارا جہاں حروف کے اجتماع کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ پس ذات و صفات کی اصل معرفت فقط اس کلمہ کی ہی معرفت ہے کہ جو کوئی کلمہ کے معنی کو سمجھ لیا تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے حق تعالی کو پالیا ۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے "اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" (سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے) چونکہ چاروں منازل کا سلوک طے

کرنا ذکر اور فکر کے بغیر محال ہے لہذا کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے ذکر کو اور مشاہدہ برزخ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے ساتھ حضور حق کی فکر کو سالکان طریقت ہر حال میں اور ہر مقام پر جاری رکھتے ہیں کیونکہ یہ برزخ ہی عین کلمہ ہے اور دم بھر کیلئے بھی ان دونوں باتوں سے وہ غافل نہیں رہتے اور "دم قدم" سے مراد یہی دو شغل ہیں بے شک یہ دونوں شغل بلحاظ ترکیب دراصل کلمہ کی صورت میں ایک ہی ہیں۔ ذات اور اپنی حقیقت تک رسائی کیلئے کافی ہیں۔ یعنی برزخ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے کے زینے سے چونکہ ہر انسان کا قالب مرتب ہوا ہے اس لئے ذکر میں مکاں سے لامکاں تک یہی ذکر جاری ہے۔ اکثر سالک صاحبان اسم ذات یعنی "اَللّٰہ کا ذکر کرتے ہیں جو کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا مجموعہ اور خلاصہ ہے اور روح اسکی ترجمان ہے۔ سلوک کی اصل یہی دو رکن ہیں یعنی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا ذکر کرنا اور "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" صلی اللہ علیہ وسلم کے برزخ کا نظارہ کرنا۔ لیکن ان ہی دو اصل (جڑ) سے فروعات (شاخوں) کے طور پر ذکر اور فکر کے الگ الگ کئی طریقے نکلے ہیں۔ یہ سب بھی در حقیقت بالکل اصل کی طرح ہیں۔ انشاء اللہ تعالی یہ طریقے آگے آنے والے اذکار کے بیان میں جب لکھے جائیں گے تو انکی تفصیل معلوم ہوجائے گی۔ اصل میں غرض جس سے ہے وہ کلمہ ہے اور اول سے آخر تک تمام موجودات کا ظہور اسی (کلمہ) کی بدولت ہے۔

کلمہ اول و کلمہ آخر است
کلمہ باطن و کلمہ ظاہر است

یعنی کلمہ ہی اول ہے اور کلمہ ہی آخر ہے۔ کلمہ ہی باطن ہے اور کلمہ ہی ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اے سالک! جب تو خود کو جانے اور دیکھے تو تمام موجودات کو بھی تو اپنے اندر پائے گا اور اس نعمت کا حاصل کرنا کلمۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے برزخ کے مشاہدے اور پاس انفاس کے ذکر کے بغیر محال ہے اور یہ ذکر کلمہ کا ہو یا کہ اسم ذات (اللہ) کا۔ کیونکہ کلمہ کی اصل اسم ذات ہے اور انسانی روح، اسم ذات کی مظہر ہے۔ اگر اللہ کا وصال اور حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار منظور ہو تو ہمیشہ ہر حال میں اپنے برزخ کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر جلی اور ذکر قلبی کر کے تصور

میں مشغول رہے جسکا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔
مثنوی مصنف علیہ الرحمہ:۔

دلا خواہی اگر قرب الٰہی
بہ بیں خودرا بوجہ حق نمائی

اے دل اگر تجھے اللہ کا قرب چاہیئے تو حق نما نگاہ سے خود اپنے کو دیکھ لے۔

سراپا در بصر خود رافنا کن
پس از " ثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ " بقا کن

سرتاپا نظر بن کر خود کو فنا کر دے پھر اسکے بعد فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ (پھر اللہ تمہاری طرف متوجہ ہے۔بقرہ۔۱۱۵) کی بدولت بقا حاصل کر لے۔

زخود بے خود شو از خود باخبر باش
بہر شے خود نظر اندر نظر باش

اپنے سے تو بے خبر ہوجا خود (کی حقیقت) سے باخبر رہ اور ہر شئے میں خود نظر در نظر بن کر رہ۔

مگر باشد نظر از دم مرافق
بذکر و فکر تا گردی موافق

مگر نظر اور دم آپس میں رفیق ہوجائیں تو پھر ذکر اور فکر تیرے موافق بن جائیں گے۔

بہر دم از نظر چنداں بہ پرواز
شود از عرش تا تحت الثریٰ باز

ہر دم نظر کے ذریعہ ایسی پرواز کر کہ عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک تیری گزرگاہ بن جائے۔

بہر ذرہ کہ آید در خیالت
شود از ذکر " اَللّٰہ ھُوْ " وصالت

تیرے خیال میں آنے والا ذرہ ذرہ "اَللّٰہ ھُوْ" کے ذکر کی بدولت وصالِ حق سے نوازا جاتا ہے۔

شود تا طے ازیں ناسوت منزل
مثال آید ترا آنگہ مقابل

تاکہ اس سے ناسوت کی منزل طے ہو گئی تو پھر تیرے سامنے عالم مثال آجائے گا۔

ترا باید نظر ایں جا بسے تیز
کہ تا آن برق رایابی چو گلریز

چاہیئے کہ یہاں تیری نظر بہت تیز ہو تاکہ تو اس بجلی کی چمک کو پھلجھڑی کی طرح سمجھے۔

وگرنہ در شوی چوں ابر در خواب
نقاب آرد بروئے مہر و مہتاب

ورنہ تجھ پر خوابِ غفلت ایسا ہی طاری ہو جائے گا جیسا کہ سورج اور چاند کے چہرے پر ابر کا نقاب پڑ جاتا ہے۔

دریں رہ بس تُرا آید مخاطر
مخواب ایں جا بغفلت اے برادر

اے بھائی! اس راستہ میں تجھے کئی خطرات پیش آئیں گے اس لئے اس جگہ خوابِ غفلت میں نہ رہنا۔

مثال اندر اگر راہے بیابی
ترا ملکوت پیش آید شتابی

اگر عالمِ مثال کے اندر پہنچنے کا تجھے راستہ مل گیا تو پھر بہت جلد عالمِ ملکوت بھی تیرے سامنے آجائے گا۔

پسش جبروت بر دیدارِ مرشد
بانوارِ اللہ درپیشت آید

اسکے بعد ہی مرشد کے دیدار کی صورت میں اللہ کے انوار کے ساتھ عالم جبروت تیرے پیش نظر ہو گا۔

پس آنگہ عالمِ لاہوت منزل
زِ فضلِ حق ترا گردد محاصل

پس اس موقع پر حق تعالیٰ کے فضل سے لاہوت کی منزل تجھے حاصل ہو جائے گی۔

حسینی آنچہ گفتہ درعمل آر
کہ البتہ شوی کامل بہ انوار

اے سالک! حسینی نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کر جسکے بعد تو انوار کی بدولت درجۂ کمال تک پہنچ جائے گا۔

کلمہ کے درجوں کی اصطلاحات

سالکوں، محققوں، عارفوں اور حکیموں نے وحدت الوجود کے تعینات کے جو نام (اصطلاحات) مقرر فرمائے ہیں یہاں کلمہ کے الفاظ کے تحت ہر ہر لفظ کی مناسبت سے لکھے جاتے ہیں تاکہ سالک کو یاد رہے۔

مثلاً ۱) لَا۔ ۲) اِلٰہ۔ ۳) اِلَّا اللّٰہ۔ ۴) مُحَمَّد۔ ۵) رَسُوْل۔ ۶) اللّٰہ۔

نوٹ:۔ ان چھ درجات کی اصطلاحات ذیل میں ترتیب وار علیحدہ علیحدہ درج کی جاتی ہیں۔

پہلا درجہ "لَا":۔ پہلے درجے "لا" کی پچیس (۲۵) اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

لاتعین۔ ازلُ الازل۔ غیبُ الغیب۔ وجودُ البحت۔ مجہولُ النعت۔ عینُ الکافور۔ ذاتِ ساذج۔ منقطع الاشارات۔ منقطعُ الوجدانی۔ غیبُ الھویت۔ عینُ المطلق۔ ذات بلا اعتبار۔ مرتبۂ ھویت۔ احدیت۔ وراءُ الورا۔ گنجِ مخفی۔ نقطہ۔ ذاتِ مطلق۔ ذاتِ من حیثِ ھبا۔ تظر۔ عشق۔ نفس۔ مغائب۔ مجاہدہ۔ وحدتُ الوجود۔

دوسرا درجہ "اِلٰہ":۔ دوسرے درجے "الٰہ" کی بائیس (۲۲) اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

تعینِ اول۔ علمُ المطلق۔ وجودِ مطلق۔ وحدتُ الحقیقت۔ فلکُ الولایتُ المطلقہ۔ تجلیِ اول۔ الرابطہ بین الظہور وَ البطون۔ الحبتُ الحقیقت۔ حقیقتُ المحمدیہ۔ قابلیتِ اول مقامِ او ادنیٰ۔ برزخُ البرازخ۔ برزخُ الکبریٰ۔ احدیتُ الجمع۔ لامکاں۔ لاھوت۔ دل۔ عقل۔ وجود۔ روحِ قدسی۔ مراقبہ۔ عارفُ الوجود۔

تیسرا درجہ "اِلَّا اللّٰہ":۔ تیسرے درجے "اِلَّا اللّٰہ" کی تیئیس (۲۳) اصطلاحات

حسب ذیل ہیں۔

تعینِ ثانی ۔ معدنُ الکثرت ۔ منشاءِ رسول ۔ حضرتُ الجمعُ الوجود ۔ حضرتُ الاسماء والصفات ۔ حضرتُ الالوہیت ۔ قابلیتُ الکثرت ۔ احدیتُ الکثرت ۔ فلکُ الحیواۃ ۔ قابلیتُ الظہور ۔ منشاءُ الکثرت ۔ نفسُ الرحمان ۔ منتہیَ العابدین ۔ عیانِ ثابتہ ۔ واحدیت ۔ جبروت ۔ روحُ الروح ۔ سبعہ صفات ۔ علم ۔ مشاہدہ ۔ ممتنعُ الوجود ۔ حقیقتِ انسان ۔ مظہرِ اسمِ ذات ۔

چوتھا درجہ "مُحَمَّدْ" :۔ چوتھے درجے "مُحمّد" کی بارہ (۱۲) اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

ارواح ۔ ظہورِ صفات ۔ ظہورِ اسماء ۔ ظہورِ "کُنْ" ۔ روزِ میثاق ۔ روحِ مقیم ۔ ملکوتِ اعلیٰ ۔ نور ۔ برزخ ۔ شہود ۔ مکاشفہ ۔ شاہدُ الوجود ۔

پانچواں درجہ "رَسُوْل" :۔ پانچویں درجے "رَسُوْل" کی نو (۹) اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

عالمِ مثال ۔ عالمِ استعداد اسمائے الٰہی وکیانی ۔ برزخِ ملکوت ۔ روحِ جاری ۔ ملکوتِ اسفل ۔ سر ۔ جان ۔ معائنہ ۔ ممکنُ الوجود ۔

چھٹا درجہ "اللّٰہ" :۔ چھٹے درجے "اللہ" کی پندرہ (۱۵) اصطلاحات حسب ذیل ہیں۔

ظاہر بصفات ۔ عالمِ شہادت ۔ عالمِ اجسام ۔ مظہرِ کل ۔ مرتبۂ جمعیت ۔ روحِ نباتی ۔ روحِ حیوانی ۔ روحِ جمادی ۔ عالمِ کثرت ۔ ظہورِ ذات ۔ موجود ۔ ناسوت ۔ ظہور ۔ معائنہ ۔ واجبُ الوجود ۔

چوتھا باب

طاعت اور عبادت کا بیان

معبود حقیقی کی عبادات جو فرائض اور سنن موکدہ کی صورت میں ادا ہوتی ہیں شریعت محمدی کی پیروی میں بموجب حکم باری تعالیٰ "وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ" (اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔ حجر۔ ۹۹) سارے مکلف مسلمانوں پر آخری دم تک فرض فرمائی گئی ہیں۔ خصوصاً سالک، صوفی بتدی اور منتہی پر، اس پابندی کے علاوہ دیگر مستحب اوقات مثلاً تہجد، اشراق، چاشت اور زوال وغیرہ کے وقت نفل نمازیں نیز، جملہ نفل روزے بلکہ صوم دوام (ہمیشہ روزہ رکھنا) اور قیام لیل تمام (ساری رات نماز پڑھنا) اور تلاوت اور وظائف کا اہتمام واجبی ہے، چاہے سالک درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔ اسلئے بھی کہ "اَلْمُخْلِصُوْنَ بِخَطْرٍ عَظِیْمٍ" (یعنی اللہ کے مخلص بندے اس سے بہت ڈرتے ہیں) کے حکم کے بموجب سالکین، مرتبۂ قرب کے زوال سے، ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اسلئے ہر مقام پر اللہ کی عبادت کا وہ پہلے سے زیادہ جتن کرتے ہیں۔ اس طرح وہ عبادت شریعت کی برکت اور اس حال کے موزوں ذکر کی بدولت ملکوت کا قرب حاصل کر کے انکے مقرب بن جاتے ہیں۔ اس درجہ پر طریقت کی عبادت شریعت سے دوگنی ہوتی ہے۔ اسی طرح حقیقت کی عبادت کی بدولت جبروت میں اور معرفت کی عبادت کی بدولت لاہوت میں رسائی ہو جاتی ہے۔ ان تمام عبادات سے مراد یہ کہ ہر حال میں احکام شریعت کی حفاظت کو مقدم رکھا جائے۔

شریعت را مقدم دار اکنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں

یعنی شریعت کو (ہمیشہ) مقدم رکھا کرو۔ طریقت تو شریعت سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں۔ اور ظاہری عبادت کے ارکان ہر موقع پر یکساں ہیں لیکن حق تعالیٰ کے حضور کا امتیاز جداگانہ ہے۔ جو "لَا یُقْبَلُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ" (حضوری قلب کے بغیر نماز قبول نہیں

ہوتی) کے مصداق ہے۔صانع کا تصور ناسوت میں (قول کے ذریعہ) توحید اقوالی سے ملکوت میں افعال کے ذریعہ توحید افعالی سے، جبروت میں خیال کے ذریعہ توحید احوالی سے اور لاہوت میں ذات کے ذریعہ توحید ذاتی سے قائم ہے۔غرض ہر حال میں عبادت مقدم اور شوق و ذوق اہم ہے۔سالکوں اور صوفیوں کے حال کیلئے ضروری عبادت اور اوراد و وظائف کی جو پابندی ہے ان سبکی تفصیل یہ فقیر اپنی استطاعت کے مطابق بیان کرتا ہے۔ہوش اور تندرستی کی حالت میں بلاناغہ اسکے مطابق عمل کرنا چاہئے۔شریعت کے بغیر چاہے ہزاروں ریاضتیں کیوں نہ کریں اور دن رات ذکر و فکر میں محو کیوں نہ رہیں نہ کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ہی ولایت کا درجہ حاصل ہوگا۔اسکے باوجود اگر خوارق (خلافِ عادت واقعات) ظاہر بھی ہوں تو یہ دراصل استدراج (جھوٹا شعبدہ) ہوگا جسکے سبب وہ شخص دوزخ کے سخت ترین عذاب کے طبقے میں داخل کیا جائے گا۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی شریعت) کے خلاف راستہ اختیار کیا تو وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا۔شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی تو لازمی ہے مگر ظاہری اور باطنی طہارت کے بغیر عبادت کے لائق بھی نہیں ہو سکتے۔

طہارت باطنی وظاہری

باطن کی طہارت یہ ہے کہ برے اوصاف و افعال جیسے بغض، حسد، غرور کینہ کپٹ، بخیلی، ریاکاری، شہوت، غضب، جھوٹ، غیبت، تہمت، زنا، رشوت، سود، شراب یعنی نشہ، چوری، قتل ناحق، مشتبہ و حرام غذا و لباس کی نجاست کو دور کر کے پاکی حاصل کی جائے اور ظاہر کی طہارت یہ ہے کہ نجاست کو پانی سے دور کر کے پاک ہوں جسکی تفصیلی تشریح فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔لہذا سالک کیلئے یہ دونوں طہارت مقدم ہیں۔پہلے شرعی احکام کے مطابق پانی یا مٹی سے ظاہری طہارت حاصل کرے۔

تو بیارے طہارت ظاہر
باطنت نیز حق کند طاہر

جب تو اپنے ظاہر کی طہارت کا اہتمام کریگا تو حق تعالیٰ تیرے باطن کو بھی طاہر (پاک) فرمادے گا۔ اسکے بعد کوشش اور توجہ کے ساتھ ہمیشہ نفس امارہ کی مخالفت کے پانی کے ذریعہ باطن کی طہارت حاصل کرنے میں مشغول رہنا چاہئے جو کم کھانے پینے، کم سونے، کم بولنے اور خاص وعام لوگوں سے کم ملنے جلنے کے بغیر محال ہے۔ غرض ظاہر اور باطن کی طہارت کے ساتھ اوقات کو جس ترتیب کے لحاظ سے دن رات، طاعت و تلاوت، اور ادو وظائف اور ذکر و فکر میں صرف کرنا چاہئے وہ حسب ذیل ہے۔

صبح بیداری و طہارت:۔

جب چار گھڑی رات باقی رہ جائے تو نیند یا مراقبہ کی حالت سے بیدار ہو۔ پہلے آنکھیں ملتے ہوئے یوں پڑھے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرِ" (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد زندگی (بیداری) عطا فرمائی اور ہمیں اسی کی طرف اٹھکر جانا ہے)

اسکے بعد حاجت کی صورت میں پانچ مٹی کے ڈھیلے لیکر بیت الخلا میں بائیں پاؤں سے داخل ہوتے ہوئے یوں پڑھے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (اللہ کے نام سے شروع۔ اے اللہ! خبیث مرد اور عورت جنوں اور شیطانوں سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں) جنوب یا شمال کی طرف رخ کرکے پیشاب یا پاخانے کی ضرورت سے بیٹھے اور اپنے دل میں یوں خیال کرے کہ "یارب! میں گندہ اور مجبور ہوں، تو اپنے کرم سے مجھے اس آلودگی سے پاک فرما۔" فراغت کے بعد پہلے ڈھیلوں سے نجاست دور کرے پھر آبدست لے (پانی سے طہارت حاصل کرے) اسکے بعد باہر آتے ہوئے سیدھا پاؤں پہلے ڈالے اور یوں پڑھے۔

"غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ"
(میں تیری بخشش مانگتا ہوں، اس اللہ جل شانہٗ کا شکر ہے جس نے میری تکلیف دور کی اور مجھے عافیت بخشی) ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب اچھی طرح دھوئے۔ اسکے بعد کچھ اونچے مقام پر قبلہ رو بیٹھ کر سنتوں، مستحبات اور آداب کے مطابق وضو یا غسل کرے اور جو دعائیں کہ اعضاء دھوتے وقت اور وضو کے بعد مقرر ہیں انھیں پڑھے اور حق تعالیٰ کے حضور میں رہنے کا خیال رکھے جس سے وضو کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔
وضو کے بعد ایک بار یا تین بار سورہ "اِنَّآ اَنْزَلْنَا" پڑھکر کھڑا ہو اور یوں پڑھے

"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ" (اے اللہ! تو پاک ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور رسول ہیں اے اللہ! تو مجھے بہت توبہ کرنے والوں سے بنادے اور مجھے خوب پاک صاف رہنے والوں سے بنادے۔ اور مجھے تیرے نیک بندوں سے بنادے)۔ بہتر ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی قبلہ رو کھڑے ہو کر پی لے۔

نماز تحیۃ الوضو:۔

اسکے بعد تحیۃ الوضو کا دوگانہ پڑھے۔ چونکہ صبح صادق طلوع ہوتے وقت، نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک، زوال کے وقت اور نماز عصر کے بعد مغرب تک تحیۃ الوضو کی نماز پڑھنا منع ہے اس لئے باقی وقتوں میں تحیۃ الوضو ادا کرنے کی پابندی کیا کرے اور ناغہ ہونے نہ دے۔ تحیۃ الوضو کے دوگانہ کے بعد "یَارَزَّاقُ ارْزُقْنِی الْبَقَا" (اے خدائے رزاق! مجھے تیرے ساتھ بقا عطا فرما) سو بار پڑھے۔

نماز فجر:۔

غرض فجر کی سنت نماز اپنے مکان ہی میں پڑھے اور فجر کی سنت اور فرض رکعتوں کے درمیان یہ پڑھے۔

ایک سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" (یعنی اللہ پاک ہے اور اسی کیلئے حمد ہے، پاک ہے عظمت والا اللہ، میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں)

ستر (۷۰) مرتبہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَسْئَلُهُ التَّوْبَةَ" (میں اس اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے اور میں اسی سے توبہ مانگتا ہوں)

تینتیس (۳۳) بار "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَّ لِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ" (اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر ایسا درود بھیج جس میں تیری رضا ہو اور جسکی ادائی آپ کے شایان ہو اور برکت دے اور سلام بھیج)

گیارہ (۱۱) بار سورہ اخلاص۔ اکتالیس (۴۱) بار سورہ فاتحہ۔

ایک سو (۱۰۰) بار "یَا بَصِیْرُ"۔ تینتالیس (۴۳) بار "یا عزیز"۔

نوٹ:۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان تہتر (۷۳) بار یہ دعا پڑھے تو عبادت کی توفیق اور ریاضت کا شوق زیادہ ہو۔

"یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ قَلِّبْ قَلْبِیْ اِلٰی مَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی" (اے دلوں کو پلٹا دینے والے رب! میرے دل کو تیری پسندیدگی اور رضامندی کی طرف پلٹا دے

اسکے بعد مسجد کو جائے اور جماعت سے فجر کی نماز ادا کرے۔

مسجد کو روانگی:۔

اسکے بعد مسجد جانے کیلئے جب گھر سے باہر نکلے تو آسمان کی جانب نظر کرتے ہوئے یوں پڑھے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ" (اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں خود گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں یا میں خود پھسلوں یا پھسلایا جاؤں یا میں ظلم کروں

یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں خود جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے) مسجد جانے تک راستہ میں پورا خشوع رکھے اور یوں پڑھے۔

" اَللّٰهُمَّ مَا اَخْرَجْتُ بَطَرًا وَّلَا رِيَاءً وَّلَا سُمْعًا خَرَجْتُ اِبْتِغَاءً لِمَرْضَاتِكَ وَاِتِّقَاءً لِسَخَطِكَ وَرَاجِيًا غُفْرَانَكَ "(اے اللہ! میں تکبر کے ساتھ باہر نہیں نکلا اور نہ ہی دکھاوے اور شہرت کے ساتھ۔ میں تیری رضامندی کی تلاش میں اور تیرے غضب سے بچنے کیلئے اور تیری بخشش کا امیدوار بنکر نکلا ہوں)

اور جب مسجد کے صحن میں پہنچے تو یوں پڑھے۔

" اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ " (میں عظمت والے اللہ اور اسکی کرم والی ذات اور اسکی قدیم قدرت کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان سے)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سیدھا پاؤں پہلے ڈالے اور یوں پڑھے اور اعتکاف کی نیت کرے۔

" بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِيْ جَنَّتَكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ " (اللہ کے نام سے شروع اور اللہ کیلئے ہی حمد ہے اور اللہ کے رسول پر درود و سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخشدے اور مجھ پر تیری رحمت کے دروازے کھولدے اور مجھے تیری جنت میں داخل فرما۔ اے اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیج۔ اے اللہ مجھے مردود شیطان سے محفوظ رکھ۔

مسجد میں اگر کوئی نماز سے فارغ اور قرآن کی تلاوت میں نہ ہو تو سلام کہو اور اگر مسجد خالی رہے یا نماز و قرآن میں لوگوں کو مشغول پاؤ تو یوں سلام کہو۔

" اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ " (ہمارے رب کی طرف سے ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو)

اور سنت ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد اگر وقت ملے تو تحیۃ المسجد کا دوگانہ پڑھے جسکا طریقہ تحیۃ الوضو کی طرح ہی ہے۔

نوٹ:۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے باہر نکلتے وقت (بایاں پاؤں پہلے ڈالے) اور یوں پڑھے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" (اللہ کے نام سے شروع اور اللہ کے رسول پر درود و سلام ہو۔ اے اللہ! مجھے مردود شیطان سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر تیرے فضل کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج)۔

نماز فجر کے بعد وظائف:۔

فجر کی فرض نماز کا سلام پھیرتے ہی دس مرتبہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں پڑھے

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَعُوْدُ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَارَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ"۔

(اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھ سے ہی سلامتی ہے اور تیری ہی جانب سلامتی پھرنے والی ہے پس اے ہمارے رب! ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور اور ہمکو دار السلام میں داخل فرما۔ اے ہمارے رب تو بڑا برکت والا ہے اور تو بلندی والا ہے اے جلال اور بزرگی والے۔ اے اللہ! جو تو عطا فرمائے اسکو کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو نہ دے اسکا دینے والا کوئی نہیں اور جو تو حکم فرمادے تو اسکو بدلنے والا کوئی نہیں اور کسی دولت مند کو اسکی دولت نہیں بچا سکتی)

اسکے بعد دس بار بسم اللہ اپنی انگلیوں پر پڑھے اور دونوں آنکھوں پر پھیرلے جو آنکھوں کی بصارت کیلئے کافی ہے۔ اور دس بار درود شریف ایک بار آیت الکرسی؛

ایک بار آمن الرسول، ایک بار سورۂ یٰس اور دس بار چوتھا کلمہ پڑھکر مسبعات عشر پڑھیں۔

(نوٹ = مسبعاتِ عشر سے مراد وہ دس اوراد ہیں جن میں سے ہر ایک کو سات سات بار پڑھا جاتا ہے جن میں سورۂ فاتحہ آیۃ الکرسی، کافرون، اخلاص، فلق اور ناس کی سورتوں کے علاوہ کلمہ۔ تمجید اور تین دعائیں شامل ہیں)

پھر معمولات کے مطابق اور کوئی اوراد ہوں تو اسکی بھی تکمیل کر لی جائے ورنہ اشراق کے وقت تک کسی سے بات کئے بغیر اسی جانماز پر بیٹھے ہوئے کلمۂ طیبہ اور برزخ کے مشاہدہ میں مشغول رہنا چاہیے۔

نمازاشراق:۔

جب آفتاب ایک نیزہ برابر بلند ہو تو نماز اشراق کی چار رکعتیں دو سلام کے ساتھ پڑھے اسطرح کہ پہلے دوگانہ میں (بعد سورۂ فاتحہ) سورۂ فلق اور سورۂ ناس اور دوسرے دوگانہ کی ہر رکعت میں (بعد سورۂ فاتحہ) پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

نمازاستخارہ:۔

اسکے بعد دو رکعت نماز استخارہ پڑھے۔ اسطرح کہ بعد سورۂ فاتحہ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد یہ دعا آخر تک پڑھی جائے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فَاِنَّهُمَا بِیَدِکَ لَا یَمْلِکُهُمَا اَحَدٌ سِوَاکَ وَاسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ مَا کَانَ خَیْرًا لِّیْ فِی الدَّارَیْنِ فَاقْدُرْهُ لِیْ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَاللَّیْلِ وَیَسِّرْهُ لِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَمَا کَانَ شَرًّا لِّیْ فِی الدَّارَیْنِ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَاللَّیْلِ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔"

(یعنی اے اللہ! میں تیرا فضل اور تیری رحمت مانگتا ہوں کیونکہ یہ دونوں بے

شک تیرے ہی قبضہ ۔قدرت میں ہیں اور تیرے سوا کوئی ان کا مالک نہیں اور تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے بہتری مانگتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ قدرت مانگتا ہوں اور تیرا عظیم فضل تجھ سے مانگتا ہوں اسلئے کہ تو تو سب کچھ قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا ۔ اور تو سب کچھ جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے ۔اے اللہ! آج اِس دن اور رات میں دونوں جہانوں کی جو بہتری ہے وہ مجھے نصیب فرما اور مجھ پر آسان کر دے اور اس میں مجھے برکت عطا فرما اور آج اِس دن اور رات میں دونوں جہانوں کی جو برائی ہے اسکو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اُس سے دور کر دے اور جہاں بھی میرے لئے بہتری ہو اسکو مجھے نصیب فرمادے پھر مجھے اس سے راضی کر دے)

قرآن کی تلاوت:۔

پھر اسکے بعد قرآن شریف کی تلاوت ترتیل اور حضور حق کے ساتھ کرے یعنی اسطرح تصور کرے کہ گویا تو حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کر رہا ہے یا پھر خود کو سننے والا اور حق تعالیٰ کو پڑھنے والا سمجھے اگر ہو سکے تو "فمی بشوق" (یعنی میرے منہ کو تلاوت کا بڑا شوق ہے) کی منزل میں یہ سعادت حاصل کرے کہ قرآن پاک کو سات روز میں ختم کرے ورنہ دو پاروں سے کم نہ پڑھے اور قرآن کے الفاظ اچھی طرح ادا کر کے پڑھے ۔قرآن ایک نعمت عظمیٰ ہے جسکے ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ساتھ ہی ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے ۔قرآن شریف پڑھنے کے بے حد فضائل ہیں ۔اگر کسی کو مرشد کامل نہ بھی مل سکے تو آداب و ترتیب یعنی حروف اور مخرج کی ادائی کے ساتھ ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہے جسکی بدولت وہ بیعت کئے بغیر بھی ولایت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے ۔

قرآن کی منزلیں:۔

منزل فمی بشوق کی تفصیل حسب ذیل ہے (جنہیں قران کی سات منزلیں کہتے ہیں)

۱۔ پہلی منزل = سورۂ فاتحہ سے سورۂ مائدہ تک ہے ۔

۲۔دوسری منزل = سورۂ مائدہ سے سورۂ یونس تک ہے۔
۳۔تیسری منزل = سورۂ یونس سے سورۂ بنی اسرائیل تک ہے۔
۴۔چوتھی منزل = سورۂ بنی اسرائیل سے سورۂ شعراء تک ہے۔
۵۔پانچویں منزل = سورۂ شعراء سے سورۂ صافات تک ہے۔
۶۔چھٹی منزل = سورۂ صافات سے سورۂ ق تک ہے۔
۷۔ساتھویں منزل = سورۂ ق سے سورۂ ناس تک ہے۔

مگر قرآن شریف پڑھتے وقت ظاہری نجاست اور باطنی وسوسوں سے پاک رہے پاک و صاف جگہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے خوشبو کے ماحول میں پڑھے۔ تلاوت قرآن کے بعد اپنے پیروں کا شجرہ ایک بار پڑھے اسکے بعد چاشت کے وقت تک ذکر و مشاہدہ میں مشغول رہے یا درس و تعلیم اور سلوک کی کتابوں کے مطالعہ میں وقت صرف کرے کہ یہ سب بھی حضور حق سے خالی نہیں ہیں۔

نماز چاشت:۔

نماز چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں جنکی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔اقل درجہ پر چار رکعتوں سے کم نہ پڑھے کیونکہ اس سے ظاہر اور باطن کی فراغت نصیب ہوتی ہے۔فجر کی نماز سے چاشت تک مسجد میں ہی بیٹھا رہے تو زیادہ بہتر ہے ورنہ اپنے حجرہ میں بھی بیٹھ سکتا ہے۔جب دو گھڑی دن نکل آئے تو کچھ دیر قیلولہ (دن میں آرام) کرے جو سنت موکدہ ہے۔

نماز زوال:۔

جب زوال کا وقت قریب ہو جائے تو وضو کر کے چار رکعت نماز زوال اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں (فاتحہ کے بعد) پانچ مرتبہ یا دس مرتبہ یا پچاس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور دعا کرے کیونکہ یہ دعا قبول ہونے کا وقت ہے۔

نماز ظہر:۔

اسکے بعد نماز ظہر جماعت سے ادا کرے اور نماز کے بعد ایک ایک بار سورۂ فتح اور سورۂ مزمل اور ایک سو بار درود شریف پڑھے اسکے بعد عصر تک ذکر و فکر میں

مشغول ہو جائے۔

نماز عصر:۔

جب عصر کا وقت آپہنچے تو تازہ وضو کرے کیونکہ وضو ہر نماز کیلئے سنت موکدہ اور اہل سنت کے اماموں کے نزدیک تو فرض ہے۔ نماز عصر کو اول وقت جماعت کے ساتھ ادا کرے اور مسجد ہی کے ایک گوشہ میں مغرب کے وقت تک جہری یا خفی ذکر کرتے ہوے حسب موقع مصروف رہے پھر اس وقت کے دوران مسبعات عشر پڑھے اور ایک بار سورۂ عم اور ایکسو (۱۰۰) بار استغفار پڑھے۔

نماز مغرب:۔

اسکے بعد نماز مغرب جماعت سے ادا کرے اور مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھکر یا گھر میں آکر دو رکعت سنت اور دو رکعت نفل ادا کرے اسکے بعد۔

نماز حفظ ایمان:۔

دو رکعت نماز حفظ الایمان اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں (بعد سورۂ فاتحہ) سات بار سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ فلق اور دوسری رکعت میں سات بار سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ ناس پڑھے سلام کے بعد سجدہ میں پانچ بار "یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ" (اے خداوند حی و قیوم مجھے ایمان پر ثابت قدم رکھ) پڑھے۔ اسکے بعد

نماز اوابین:۔

چھ رکعت " نماز اوابین " تین سلام کے ساتھ اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں (بعد سورۂ فاتحہ) تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ جس سے فراغت کے بعد ایک سو مرتبہ **یا عزیز**، ایک سو مرتبہ **یا قدوس** اور ایک ہزار مرتبہ یا کم از کم تین سو بار یہ درود شریف پڑھے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ"

(اے اللہ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر وہ درود بھیج جسکو تو پسند کرے اور تو راضی ہو) یا پھر

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ"
(اے اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی امی ہیں اور آپ کی آل پر درود سلام بھیج) اور ایک بار سورۂ واقعہ اور ایک سو بار " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ " پڑھے۔ جتنا زیادہ ہوسکے درود شریف کا پڑھنا سارے اوراد سے افضل ہے۔ لہٰذا ہر نماز کے بعد جس قدر ہوسکے درود شریف پڑھا کرے۔

نماز عشاء:۔

اسکے بعد نماز عشاء کیلئے تازہ وضو کرے۔ تحیتہ الوضو کے بعد چار رکعت سنت گھر ہی میں پڑھ لے جسکے بعد مسجد جاکر عشاء کی فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ باقی نفل اور وتر نماز گھر میں پڑھے۔ اسکے بعد ایک ایک مرتبہ سورۂ الم سجدہ، سورۂ تغابن سورۂ دخان، سورۂ تبارک اور ایک سو مرتبہ کلمہ تمجید پڑھے۔ پھر خالی پیٹ کے ساتھ کلمۂ طیبہ کا " ذکر دائرہ " ایک سو یا دو سو یا تین سو بار کرے۔ اسکے بعد اگر رات میں قیام کرنا ہو تو تہجد کے وقت تک ذکر اور مراقبہ یعنی مشاہدۂ برزخ اور تلقین کے طریقہ پر حضورِ حق کے ذکر میں مشغول رہے۔ ورنہ سو جائے مگر نیند میں بھی یاد الٰہی سے غافل نہ رہے۔ جب دو پہر رات گزر جائے بستر سے اٹھے نیا وضو کرے، تحیتہ الوضو کے دوگانہ کے بعد دو رکعت نفل اس طرح ادا کرے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں ایک بار آیتہ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں آمن الرسول پڑھے۔ اسکے بعد

نماز تہجد:۔

بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے اس طرح کہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کو پہلی رکعت میں ایک بار، دوسری رکعت میں دو بار، تیسری رکعت میں تین بار، اسی ترتیب سے آخر (یعنی بارھویں رکعت میں) بارہ بار پڑھے۔ نماز تہجد کے ختم پر ایک سو بار استغفار پڑھنے کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر یہ دعا پڑھے۔
"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ بِکَمَالِ مَحَبَّتِکَ وَکَمَالِ عِشْقِکَ وَکَمَالِ مَعْرِفَتِکَ وَ کَمَالِ مُتَابَعَتِ حَبِیْبِکَ وَ نَبِیِّکَ وَ رَسُوْلِکَ

بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ "۔
(اے اللہ مجھے اپنی کامل محبت، کامل عشق، کامل معرفت اور تیرے حبیب، تیرے نبی اور تیرے رسول کی کمال اتباع نصیب فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے) اسکے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر زار و قطار روتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

"اِلٰهِیْ قَلْبِیْ مَحْجُوْبٌ وَنَفْسِیْ مَعْیُوْبٌ وَهَوَائِیْ غَالِبٌ وَعَقْلِیْ مَغْلُوْبٌ وَطَاعَتِیْ قَلِیْلَةٌ وَمَعْصِیَتِیْ کَثِیْرَةٌ وَلِسَانِیْ مُقِرٌّ بِالذُّنُوْبِ یَاسَتَّارَ الْعُیُوْبِ یَا کَشَّافَ الْکُرُوْبِ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

(اے میرے معبود! میرے دل پر پردے پڑے ہیں اور میرا نفس عیب والا ہے اور مجھ پر خواہش غالب ہے اور میری عقل مغلوب ہے اور میری طاعت کا سرمایہ قلیل ہے اور میرے گناہ کا بوجھ زیادہ ہے اور میری زبان کو میرے گناہوں کا اقرار ہے اے عیبوں کو چھپانے والے، اے مصیبتوں کے دور کرنے والے، اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تیری رحمت کے وسیلے سے میری دستگیری فرما، میری دستگیری فرما، میری دستگیری فرما۔)

اسکے بعد ایک پارہ یا اس سے زیادہ کلام شریف کی تلاوت کرے پھر فجر کے وقت تک ذکر جلی و قلبی میں مصروف رہے جسکا طریقہ آگے اذکار و اشغال کے بیان میں مذکور ہوگا۔

دورد خاص:۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ خصوصی درود اس طریقہ سے پڑھے کہ۔

پہلے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ" (اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر تمام ذروں کی تعداد کے برابر ہزاروں ہزار بار درود بھیج) اس درود شریف کو گیارہ بار پڑھکر اسکا ہدیہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی

روح کو پیش کرے پھر اسی کو اکتالیس (۴۱) بار پڑھکر اسکا ہدیہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرانے پھر ایک سو اکتالیس (۱۴۱) بار "سُبْحَانَکَ" کے بعد ایک سو اکتالیس (۱۴۱) بار "یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرْ شَیْئًالِلّٰہِ" اور گیارہ بار وہی اوپر بتایا ہوا درود شریف پڑھے اور آخر میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حضور ہدیہ پیش کرے۔

اس دوسرے درود شریف کو نماز عشاء کے بعد ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار پڑھے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مُخْتَلِفِ الْاَلْوَانِ تَعَاقَبَ الْعَصَرَانِ وَ تَکْرَارِ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقْبَلَ الْفَرْقَدَانِ وَ بَلِّغْ رُوْحَہٗ وَاَرْوَاحَ اَھْلِ بَیْتِہٖ مِنَّا التَّحِیَّۃُ وَالسَّلَامُ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ عَلَیْہِ کَثِیْرًا" (یعنی اے اللہ! ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اتنی تعداد کے برابر درود، برکت اور سلام بھیج جتنی مرتبہ دن رات سے بدلتے رہتے ہیں اور دونوں زمانے ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے رہتے ہیں اور دن رات بار بار آتے رہتے ہیں اور دونوں قطبی ستارے نمودار ہوتے رہتے ہیں اور آپ کی روح کو اور آپ کی اہل بیت کی روحوں کو ہماری جانب سے تحیت اور سلام ہو۔ اے اللہ! ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر ان تمام باتوں کی تعداد کے برابر کثرت سے درود بھیج جو تیرے علم میں ہیں۔)

غرض صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک سب اوقات ذکر و عبادت اور فکر و مراقبہ میں صرف کرے اس طرح کہ ایک لمحہ اور ایک دم بھی یاد الٰہی سے خالی نہ رہے۔ ہوش بردم، نظر برقدم، خلوت درانجمن اور سفر در وطن کے ذریعہ بہر حال کبھی یاد حق سے خالی نہ رہے۔

(نوٹ:۔ مذکورہ بالا تصوف کی اصطلاحات کی مختصر سی تشریح حسب ذیل ہے۔

ہوش دردم = یہ ہے کہ اپنی سانس سے ہمیشہ خبردار رہے تاکہ کوئی سانس یاد الٰہی سے غفلت میں نہ نکلے۔

نظر بر قدم = یہ ہے کہ چلنے پھرنے میں ہمیشہ اپنی نظر اپنے قدم پر رکھے ادھر ادھر نہ دیکھے تاکہ مختلف مناظر سے خیال پراگندہ نہ ہو جائے۔
خلوت در انجمن = یہ ہے کہ مجلس کے اندر جو کہ پراگندہ خیالی کی جگہ ہے دل ہرگز غافل نہ رہے بلکہ بظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن میں خدا کے ساتھ رہے۔
سفر در وطن = یہ ہے کہ سالک بشری صفات سے نکل کر ملکوتی صفات میں داخل ہو جائے)

اگر جلوت میں ہے تو ذکر قلبی کی بدولت خلوت میں رہے اور اگر وطن میں ہے تو ذکر سری و خفی کی بدولت سفر میں ہو جائے۔یہاں سفر سے مراد عالم ملکوت میں سیر اور پرواز کرنا ہے لیکن اس کسب کی تاثیر اعضاء کی عبادت کے لائق ہونے کی حد تک حلال غذا، ضروری تن ڈھانپنے کی حد تک حلال لباس اور دائمی روزہ یا ہمیشہ مخمصہ (بھوکے رہنا) کے بغیر محال ہے۔ مخمصہ یہ ہے کہ نفس ہمیشہ بھوک، بھوک چلاتا رہے غرض کھانے پینے میں کمی، نفس پر غالب آنے کیلئے ضروری ہے نیز نفس کی پاکیزگی اور دل کی صفائی تو ذکر اور حلال غذا سے کم کھانے کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتی۔جب یہ پاکیزگی اور صفائی حاصل ہو جائے تو خود بخود کشف ارواح (روحوں کا ظاہر ہونا) ہونے لگتا ہے۔یہاں عبادت اور اوراد و وظائف کا حال مختصر طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ توفیق دے تو بزرگوں کے اوراد میں عبادت کے جو حالات وغیرہ تفصیلی طور پر لکھے ہوئے ہیں انکے بموجب عبادت اور وظائف اختیار کرے۔ خلاصہ یہ کہ اے سالک! ہر وہ شغل جو تو کرے اور ہر وہ عبادت و اوراد جس پر تو عمل کرے اس پر استقامت ضروری ہے اور شریعت کی پیروی تو ہر حال میں مقدم ہے۔چونکہ شریعت گویا درخت کی چھال کی طرح ہے لہذا جب تک درخت کی چھال درست رہتی ہے اس وقت تک درخت کی جڑ بھی چست رہتی ہے۔

اے سالک! آگاہ ہو جا کہ شریعت کی خلاف ورزی سے جو خوارق (خلافِ عادت باتیں) واقع ہوتے ہیں اسکو استدراج کہتے ہیں اور ایسا شخص دوزخ یعنی جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔

بہر حال حاصل یہ کہ تو شرع کا پابند ہو جائے اور شرع کے غیر پابند لوگوں کی

صحبت سے دور رہ کر لمحہ بہ لمحہ، دم بہ دم اپنے دم قدم (یعنی ذکر و فکر) سے خبردار رہے اور جو اذکار آگے لکھے جائیں گے ان کے شغل میں سے ہر شغل و ذکر پر قائم رہے اور اسکا پھل ملنے تک اس پر ہمیشگی اور استقامت سے کام لے۔ اللہ کے فضل سے اگر تو ایک ہی ذکر اور ایک ہی مراقبہ پر ہمیشہ اپنی استقامت دکھائے گا تو اسی کی بدولت تو منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

اگر یک ذکر گوئی صبح تا شام
رسد از فضل حق کارت بااِتمام

یعنی صبح سے شام تک اگر تو ایک ہی ذکر کرتا رہے تو حق تعالیٰ کے فضل سے تیرا کام بخوبی تکمیل پاجائے گا۔

جمعہ کے اوراد:۔

جمعہ کے دن صبح سے شام تک تلاوت قرآن پاک اور اوراد پڑھنے میں مشغول رہے اور ہر بار دعا کرتا رہے کیونکہ جمعہ کے روز قبولیت دعا کی ایک ساعت پوشیدہ ہے۔ اسی طرح جمعہ کی شب بھی دعا کی قبولیت کیلئے اثر رکھتی ہے اسلئے تمام شب قیام نماز میں گزارے۔

• سال بھر کے نوافل:۔

اسکے علاوہ متبرک راتیں جیسے شب عاشور (دسویں محرم کی رات) ماہ رجب کی پندرھویں رات اور رجب کی ستائیسویں رات جو شب معراج ہے ماہ شعبان کی پندرھویں رات، ماہ ذی الحجہ میں عرفہ کی رات (یعنی نویں رات) ہیں ان راتوں میں بیدار رہ کر عبادت میں گزارے اور ان راتوں اور دنوں میں جو دعائیں اور نفل نمازیں کہ مقرر ہیں وہ ادا کرے۔ اور نفل روزوں کیلئے ایام بیض (یعنی ہر ہلالی مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ)، عاشورہ کا دن، رجب کے مہینے کی ابتدائی درمیانی اور آخری تاریخیں بلکہ رجب کے آغاز سے رمضان شریف تک ماہ شوال کے چھ روزے (یعنی ستہ شوال) اور ذی الحجہ وغیرہ کے دن ہیں جسکا تفصیلی ذکر کتابوں میں ہے اسکے مطابق عمل کرے۔

ہدایت بھری نصیحت:۔

غرض ریاضت اور عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور یتیموں سے نیک سلوک، فقیروں کی حاجت برآری اور مسافروں کی مہمان نوازی کو اہم جانے تمام مخلوق کے ساتھ اخلاق، حلم اور انکساری کے ساتھ اس طرح پیش آئے کہ خود کو سب سے کمتر تصور کرے۔سب کے ساتھ صلح کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس پر مضبوطی سے قائم رہے اور اپنے زہد و عبادت پر مغرور نہ بنے کیونکہ اللہ کی رحمت سخت بے پرواہ ہے۔ بعض وقت یوں بھی ہوتا ہے کہ غرور کی وجہ سے زاہد بندے اپنے درجہ سے گر گئے اور بعض گنہگار بندے حق تعالیٰ کے آگے ندامت اور عاجزی کے ساتھ آنسو بہائے تو اعلیٰ درجہ پر فائز ہو گئے۔غرض اصل عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت و فرقت میں عاجزی اور انکساری سے رو کر آنسو بہانا ہے۔دل جس قدر نرم ہوگا اسی قدر اس میں رقت پیدا ہوگی۔خوش نصیب ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کی محبت میں آنسو بہایا کرتی ہیں۔

در پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست
مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست

یعنی ہر غم کے بعد خوشی ہے۔قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو انجام کار پر نظر رکھتا ہے۔

یہاں دنیا میں رونا (یعنی رنج و غم) دراصل آخرت میں خوشی و راحت کا پیش خیمہ ہے۔

اے سالک! باطن کی ناپاکی دراصل غرور، حسد، بغض اور شہوت وغیرہ برے افعال کی نجاست سے پیدا ہوتی ہے جو آنسوؤں کے پانی سے دھونے پر ہی دور ہوتی ہے۔جیسا کہ ظاہر کی ناپاکی کسی چشمہ (تالاب) کے پانی سے دھونے پر دور ہوتی ہے۔آنسو بہانا، اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنے کا ایک اسطرلاب (سورج اور ستاروں کی بلندی ناپنے کا آلہ) ہے۔

اے سالک! ذکر و عبادت میں دل کو نرم کر کے اسکو اتنا پگھلا دے کہ تیری آنکھ کے چشمہ سے پانی نکل پڑے اور جسکی تری سے تیرا دل روشن ہو جائے۔غرض

آنسو بہانا تو ایک عاشق کی علامت ہے۔ بقول مولانا روم علیہ الرحمہ۔

عاشقاں را سہ نشان است اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

یعنی بیٹا! عاشقوں کی تین نشانیاں ہوتی ہیں۔ ٹھنڈی آہیں بھرنا، چہرہ کا رنگ پیلا پڑجانا اور آنسوؤں سے آنکھیں نم رہنا۔

اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے اپنا عشق نصیب فرما اور رات دن تیری یاد میں مجھے مشغول رکھ۔ میری آنکھوں کو تیرے فراق میں روتا ہوا اور میرے دل کو تیری یاد اور تیرے عشق کی آگ میں جلا کر کباب کر دے۔

رباعی جامی علیہ الرحمہ:۔

یارب دلِ پاک وجاں آگاہم دہ
آہِ شب و نالۂ سحر گاہم دہ
در عشقِ تو اول زخودم بے خود کن
آنگاہ بخود زِخود بخود راہم دہ

یعنی یارب! مجھے پاک دل اور حق آشنا جان عطا فرما۔ رات میں آہ بھرنے اور سحر گاہی نالہ بلند کرنے کی توفیق دے۔ تیرے عشق میں پہلے مجھے خود سے بے خود فرمادے پھر میری خودی کو تیری خودی میں فنا کر دے۔

مناجات از مصنف علیہ الرحمہ

یارب بدلم از رہِ عشقِ تو غم انداز
زاں عشق و غمت قطرۂ در چشمِ نم انداز

یارب! میرے دل کو تیرے عشق کے غم سے بھر دے پھر تیرے اسی عشق اور غم سے میری آنکھوں کو آنسوؤں سے تر کر دے

کز گریہ گدازم کن و آنگاہ بسراپا
یک سوزِ فراقِ تو بصد آہ دم انداز

آہ وزاری سے مجھے پگھلا دے اور میری ہر آہ کو سر سے پاتک تیرے فراق کی آگ سے بھر دے۔

ایں دم کہ چو آہو بہ چراہست پریشاں
تسکیں بدلِ آں دمِ آہوئے رم انداز

میری روح کا حال تو اس ہرن کی طرح ہے جو پریشان پھر رہا ہو۔ اس ہرن جیسی پریشان حال جان کے دل کو تسلین بخشدے۔

ہر شغل کہ مشغول شوم ازرہِ اذکار
دردیدِ حضورِ تو اثر زاں بہم انداز

تیرے اذکار کے ذریعہ میں جس شغل میں بھی مشغول رہوں اس میں تیری حضوری کی تجلیات کا اثر بھر دے۔

ہردم بہ درونم کہ کند آمدوشد ہا
پس نوبتِ ذکرِ تو دراں زیر و بم انداز

(ذکر کرتی ہوی) ہر سانس کا میرے اندر جو آنا جانا ہے تو تیرے اس ذکر کی بدولت اس میں زیرو بم (باریک اور موٹی آواز والی موسیقیت) کی کیفیت بھر دے۔

از خاطرِ من وسوسۂ غیر بدرکن
کزذکرِ تو مملوکن ونورِ قِدم انداز

میرے دل سے غیر کے وسوسہ کو دور فرمادے پھر اسکو تیرے ذکر اور ازلی نور سے بھر دے

مشتاقِ لقائے تو حسینی زِعنایات
انوارِ لقائے تو درونِ دلم انداز

حسینی تیری عنایتوں سے تیرے وصل کا مشتاق ہے۔ میرے دل کو تیرے وصل کے انوار سے معمور فرمادے۔

اے سالک! ہر نماز کے بعد خصوصاً تہجد اور صبح کے وقت خشوع و خضوع کے ساتھ اس مناجات کو پڑھتے ہوے اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہایا کر۔

پانچواں باب
اذکارواشغال کابیان

ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے عالموں کا رب ہے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اسی کی ذات پاک ہے اور درود و سلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو کہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی کی صفات کا مظہر ہے۔

اما بعد! اللہ کی طلب اور ذکر و شغل کا شوق رکھنے والوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ اول سے آخر تک ظہور سے مراد کلمہ محمدی ہی ہے نیز طالب اور سالک کو جس منزل مقصود تک رسائی حاصل کرنی ہے وہ بھی یہی کلمۂ محمدی ہے ۔ اور "اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" (حدیث: سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے) کے حکم کے مطابق کلمۂ طیبہ کے ذکر کی مانند کوئی عمل نہیں جو جملہ جلالی اور جمالی اعمال پر فوقیت رکھتا ہے اور ہر کوئی شخص اسکی بدولت جو بھی مقصد چاہے حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کا طریقہ الگ الگ ہے جیسا کہ پیران طریقت نے ارشاد فرمایا ہے ۔ بعض جہری (آواز سے) اور بعض سری (آہستہ) ذکر کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں لیکن دونوں سے ایک ہی مقصود ہے البتہ فرق یہ ہے کہ ذکر سری ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اور ہر حال میں تصور کے ساتھ قائم رہتا ہے اور ذکر جہری میں جگہ اور وقت کا لحاظ ضروری ہے ۔ لیکن ذکر جہری میں بڑا اثر ہوتا ہے یعنی شب بیداری (رات میں جاگنا) کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور تنہائی کی حالت میں اس ذکر جہری میں مشغول رہا جا سکتا ہے ۔ بہر حال اپنے پیر دستگیر کی جانب سے جن شغل، ورد، ذکر اور مراقبہ کی مجھے تلقین فرمائی گئی ہے ان میں سے کچھ یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

شغل شاہدی:۔

ان میں سب سے پہلے شغل شاہدی کا ذکر کیا جاتا ہے جو دائمی تصور سے قائم ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اپنی ظاہری یا باطنی نظر سے برزخ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے

تصور کے ساتھ جو کہ کلمۂ طیبہ سے مرکب ہے مرشد کی صورت میں تصور کیا جائے۔ پیشانی کے بیچ سے لیکر جس پر "اَللّٰہ" کے نام کا نقش بنا ہوا ہے، قدم تک یعنی سر سے پاؤں تک کا تصور کرتے ہوئے پہلے زبان کو حرکت دیئے بغیر، سانس کے ساتھ ساتھ اسم ذات کا ذکر اس طریقہ پر کیا جائے کہ ایک سانس کے آنے اور جانے میں "اللّٰہ" کا لفظ پورا ادا ہو جائے۔ جب ریاضت میں مضبوطی آجائے تو سالک اپنی طاقت کے مطابق حبس دم کرکے (سانس کو روک کر) اسم "اَللّٰہ" کو ناف سے کھینچتے ہوئے قلب تک پہنچائے اور قلب سے جس قدر ہو سکے "اَللّٰہ اَللّٰہ" کہتا جائے اور "اَللّٰہ" یا "ھو" کے لفظ پر اپنی سانس کو چھوڑ دے۔ حبس دم کے وقت قلب سے ذکر اس تصور کے ساتھ کرے کہ سر سے پا تک تمام اعضاء سے بھی یہ ذکر جاری رہے گویا ہر بال اور ہر رگ و ریشہ تک ذکر میں مشغول ہونے کا تصور کرے بلکہ اپنے میں عرشِ بریں سے زمین کے نیچے تک ہر شئے کو اللہ کے ذکر میں مشغول دیکھے مگر برزخ سے نظر ہرگز نہ ہٹائے اور اس دوران کلمہ کے ذکر کو "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" (یعنی اسکے سوا کوئی موجود نہیں) کے تصور کے ساتھ جاری رکھنے پر توجہ دے کہ جو بھی آواز سنائی دے وہ بھی اسی اسم ذات "اَللّٰہ" کی آواز میں تبدیل ہو کر سنائی دیتی محسوس ہو اور جو شئے بھی حرکت میں آئے تصور میں وہ بھی اللہ کا ذکر کرتی ہوئی معلوم ہو۔ بہرحال خلوت ہو کہ جلوت، کھانا ہو کہ پینا، چلنا ہو کہ پھرنا، سونا ہو کہ جاگنا، پاکی ہو کہ ناپاکی ہر حالت میں اسی کیفیت سے خالی نہ رہے۔ اور "لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا ھُوَ" (یعنی اسکے سوا کوئی معبود نہیں) کے تصور میں خود اپنی بھی بالکل نفی کر دے اور ہر جگہ صرف ذات کا یوں اثبات کرے کہ صرف وہی موجود ہے۔ البتہ اس صورت میں حضوری کی جس قدر کوشش کی جائے اسی قدر خطرات سلب ہو جائیں گے اور باطن میں ایک نور نمایاں ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ شاہدی وجودِ مثالی یعنی عالمِ مثال نمودار ہو جائے گا اور حبس دم پر اس درجہ قابو حاصل کرلے کہ ایک ہی سانس میں ایک ہزار مرتبہ "اَللّٰہ" کا ذکر ادا ہونے لگے۔ اور خواہ تصور میں ہو یا معائنہ میں نظر پورے سراپا پر چھا جائے اسی مفہوم میں مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

در گداز ایں جملہ تن را در بصر

در نظر رو در نظر رو در نظر

یعنی تو اپنے پورے جسم کو (عشق کی بھٹی میں) ایسا پگھلا دے کہ تیرا سارا وجود آنکھوں میں سمٹ کر آجائے اور صرف نظر کے ذریعہ ہی سب کام ہونے لگے۔

دید نصیرا:۔

چونکہ مبتدی کی نظر ایک ہی وقت میں سارے وجود پر جم نہیں سکتی لہذا پہلے "دید نصیرا" کی ترکیب پر عمل کرے یعنی پہلے نظر کو ناک کی نوک پر جمائے اور اپنی آنکھوں کو خوب کھلی رکھکر پلک جھپکائے بغیر دیکھتا رہے اور اوپر بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ذکر جاری رکھے۔

دید محمودا:۔

جب نظر اس (دید نصیرا) پر جم جائے تو پھر "دید محمودا" کا شغل کرے یعنی نظر کو دونوں بھوؤں کے درمیان پیشانی پر جمائے اور خوب ٹکٹکی باندھ کر دیکھے۔ جب اس مقام پر بھی نظر جم جائے تو پیشانی کے اوپر سے برزخ محمدی کے تصور کے ساتھ کھلا یا چھپا سارا حال دیکھتے ہوئے ایک ایک عضو اور ایک ایک بال سے تک ذکر کرتا رہے۔ اس موقع پر نور کا گویا ایک فوارہ نکل آتا ہے اور شاہدی روح مثالی جیسی کچھ ہے سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ اسی کی بدولت روح عالم ملکوت میں سیر اور پرواز کرنے لگتی ہے۔ اور اس مقام کی مناسبت کے موافق فرشتوں اور روحوں کے ساتھ وہ خالص عبادت الٰہی کرتی ہے اور اس پرواز کے دوران بزرگوں (نبیوں اور ولیوں) کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے۔ غرض اوپر بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس شغل شاہدی پر چند روز تک پابندی کی جائے تو "مُرشِدُ اللّٰہ" کے طفیل سے عالم باطن کا مشاہدہ نصیب ہوجاتا ہے۔

شغل آئینہ:۔

اپنے برزخ کو اپنی ہی آنکھوں سے راست دیکھنے کیلئے "شغل آئینہ" بھی کرتے ہیں جسکا طریقہ یہ ہے کہ تنہائی میں ایک آئینہ اپنے سامنے رکھے اور آنکھیں کھول کر پہلے

اس میں اپنی ہی صورت دیکھے [illegible] یہاں تک کہ آنکھوں کو بند کرنے کے بعد بھی اپنی صورت کو اسی طرح دیکھے جس طرح آئینہ میں دیکھنے سے نظر آتی ہے۔ اس موقع پر جبکہ صورت خود بخود نظر آنے لگے آئینہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب خود بخود دکھائی دے تو اپنی صورت کو باطنی بصیرت کے سمندر میں غوطہ لگاکر ساحلِ دانش (عقل کا کنارہ) سے ہمکنار کرتے ہوئے عالم مثال میں پہنچا دے۔ یہ شغل بڑا عمدہ ہے جس پر عمل کرنے کی ہی صورت میں اسکے فائدے ظاہر ہوں گے۔ اوپر بتائے ہوئے ذکرِ شاہدی کے شغل کو کلمۂ طیبہ کے ذکرِ دائرہ کے شغل کے بغیر جہری طریقہ پر کرنے کیلئے دن اور رات میں چند اوقات مقرر کرلے یا جب بھی تخلیہ (تنہائی) کا موقع ملے اس پر عمل کرے خصوصاً پانچوں وقت ہر نماز کے بعد نیز چاشت، اشراق اور تہجد وغیرہ کی نمازوں کے بعد جب تک کم از کم ایک سو بار اس کلمہ کا ذکر نہ کریں اس میں زور نہیں ہوتا یعنی اثر پیدا نہیں ہوتا لہذا چاہیئے کہ کلمۂ طیبہ کا یہ ذکرِ دائرہ کرے جو سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ کی خصوصیت ہے۔ پوری طہارت کے ساتھ غذا سے پیٹ کو خالی رکھکر، قبلہ رو ہوکر اس مقررہ طریقہ پر بیٹھے کہ پہلے دو زانو ہوکر آنکھیں بند کئے ہوئے سیدھے پاؤں کی پشت کو جو انگلیوں سے ملی ہوئی جانب ہے بائیں پاؤں کے شکم (تلوا) میں دے کر بیٹھے اور دونوں ہاتھ دونوں زانو پر یوں رکھے کہ ہاتھ کی انگلیاں کھلی رہیں تاکہ "اَللّٰہ" کے لفظ کی شکل بن جائے پھر سر کو بائیں زانو کے قریب لاکر بائیں ہاتھ کی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) یا بنصر (اسکے بازو کی انگلی) تک "لا" کو کھینچتے ہوئے سیدھے ہاتھ کی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) تک پہنچائے اور وہاں سے "الٰہ" کے لفظ کو کھینچتے ہوئے سیدھے کندھے تک لے جائے اور "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے بائیں زانو پر ضرب لگائے۔ اسی دائری شکل میں تین (۳) بار یا گیارہ (۱۱) بار یا اکیس (۲۱) بار یا ایک سو ایک (۱۰۱) بار جس قدر ہوسکے ذکر (ضرب کے ساتھ) کرتا جائے یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ اس انداز سے بیٹھنے کی طاقت ہو اور اگر اس انداز سے نہ بیٹھ سکے تو چار زانو بیٹھکر یا نماز میں تشہد کی بیٹھک کے انداز میں دوزانو ہوکر بائیں پستان کے سرے سے جو کہ قلب کا مقام ہے سیدھی پستان تک جو کہ روح کا مقام ہے "لا" کو پہنچائے وہاں سے "الٰہ" کے لفظ کو کھینچتے

ہوئے سیدھے کندھے تک پہنچائے اور قلب پر "اِلَّا اللّٰہ" کی ضرب لگائے اور جب ان ضربوں کی تعداد ایک سو (۱۰۰) ہو جائے تو دس (۱۰) بار "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی ضرب دل پر لگائے۔ اسکے بعد دو سو (۲۰۰) مرتبہ "اِلَّا اللّٰہ" کے لفظ کی قلب پر ضرب لگائے لیکن "لا الٰہ" کی نفی (یعنی کسی بھی معبود کا سرے سے انکار) سے غفلت نہ ہونے پائے اس پر خاص توجہ رکھے۔ یعنی "لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا ھُوْ" (یعنی اسکے سوا کوئی معبود نہیں) کو تصور میں لاتا ہے۔ پھر اسکے بعد چار سو (۴۰۰) بار اسم ذات یعنی "اَللّٰہ" کی ضرب دل پر لگائے۔ اس طرح کلمہ طیبہ کے ذکر میں جتنا اضافہ کیا جائے گا اسی لحاظ سے "اِلَّا اللّٰہ" اور "اَللّٰہ" کی ضربیں بھی دو گنی کرنی ہونگی۔ لیکن ضرب لگاتے وقت دید برزخ کے تصور پر نظر رکھے اور اسم ذات کے ذکرِ خفی کا خیال رکھے۔ کلمۂ طیبہ کے ذکر کے بعد جس قدر ہو سکے "اَللّٰہ ھُوْ" کا ذکر اس طریقہ پر کرے کہ دل پر "اَللّٰہ" کی ضرب لگائے اور لفظ "ھو" کو وہاں سے کھینچتے ہوئے سر کو سیدھے مونڈھے تک پہنچائے لفظ "اَللّٰہ" کی ضرب دل پر لگائے۔ یا لفظ "اَللّٰہ" کو سیدھی پستان سے کھینچتے ہوئے سیدھے کندھے تک پہنچائے پھر سر کو گھما کر لفظ "ھو" کی ضرب دل پر لگائے۔

نوٹ:۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا مد و شد (کھینچنا اور ضرب لگانا) حدیث صحیح سے ثابت ہے اور اس کلمہ کا ایک بار پڑھنا ایمان کی تجدید (تازگی) کا موجب ہے۔ اور اس کلمۂ طیبہ کے فضائل کی کوئی حد نہیں کہ بے شمار ہیں۔ حضرات مشائخ رحمہم اللہ علیہم اجمعین (اللہ ان سب پر اپنی رحمت فرمائے) نے حضرت امیر المومنین امام المتقین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بوقت ذکر، کلمہ کے اس مد و شد کو حضرت افضل المرسلین سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت فرمایا ہے۔ اس مد و شد میں جو بائیں ہاتھ کی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) سے سیدھے ہاتھ کے بنصر (چھوٹی کے بازو کی انگلی) تک اور وہاں سے کندھے تک اور کندھے سے بائیں زانو تک یا پھر دل سے کندھے تک اور کندھے سے دل تک ہوتا ہے، مقصود یہ ہے کہ تجربہ سے یہ بات

دریافت ہوئی ہے کہ آدمی کا دل اجمالی طور پر دو چیزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے مثلاً وہ اگر کچھ پڑھ رہا ہو اور پڑھتے وقت اسکو کسی دوسرے کا کلام سنائی دے تو ایک وقت میں وہ صرف دو طرف ہی متوجہ ہو سکے گا تیسری طرف اسکی توجہ ہی نہیں جائے گی۔ گویا یہ ہر گز ممکن نہیں کہ وہ بیک وقت لکھے بھی، پڑھے بھی اور سنے بھی۔ لہذا ایک ہی وقت ذاکر کا ایک خیال تو اپنے کلمۂ طیبہ پڑھنے کی طرف لگا ہوگا اور اسکا دوسرا خیال برزخ کے تصور کے ساتھ مدوشد کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو غیر کی باتیں سننے سے جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے اسکی طرف اسکا خیال جا ہی نہ سکیگا۔ نتیجہ یہ کہ کلمۂ طیبہ کے ذکر کے دوران "لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا ھُوَ" کا تصور رکھے۔ اس وقت جب کہ اسکا اثر ظاہر ہو یعنی خدائے جل و علا کی عبادت کے دوران نفسانی خواہش اور گھر والوں، قرابت داروں اور دولت مندوں کی محبت دل میں ہر گز نہ آئے اور نماز کی ادائی کیلئے شوق کے ساتھ تیار ہو جائے اور نیند، غفلت اور سستی کو دور کرے اور تنہائی میں یا کسی سے گفتگو کے دوران نفسانی خواہش کے جو خطرات دل میں آتے ہیں انکو خدا کے خوف سے مضطرب ہو کر دل سے دور کرتے ہوئے اپنے آپ کو ملامت کرے اور آہ وزاری کے ساتھ خدا سے رجوع ہو جائے۔ حرام مال کمانے سے پرہیز کرے۔ اللہ کے فضل سے جب ذکر و شغل کی بدولت یہ حالت پیدا ہو جائے تو سمجھنا کہ "لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا ھُوَ" ذہن میں بیٹھ گیا ہے اور اب "لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" (یعنی اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں) کا ذکر شروع کرے۔ ذکر کے دوران اپنے ہر مقصود کی نفی کرتا چلا جائے۔ جب یہ بھی ذہن نشین ہو جائے اور حضوریِ حق، تیرے خیال میں قائم ہو جائے تو اس وقت "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوَ" (یعنی اسکے سوا کوئی موجود نہیں) کا تصور کرنا شروع کرے۔ غرض کلمۂ طیبہ کا یہ ذکر چند روز تک تنہائی میں خصوصاً رات کے وقت ذکر خفی کے تصور اور برزخ کے مشاہدہ کے ساتھ اس طرح ذکرِ جہری کرے کہ ہر طرف کلمۂ طیبہ کی آواز آنے لگے۔ جب ذکر کی تاثیر سے یہ درجہ حاصل ہو جائے تو (اے سالک!) پاسِ انفاس کے ذریعہ قلب اور تمام بدن اور تمام موجودات سے برزخ کے مشاہدہ کا تصور تجھے بڑا فائدہ بخشتا ہے۔ جس وقت کلمۂ طیبہ کے ذکر سے فراغت حاصل ہو اس مراقبہ میں لفظ "اَللّٰہ" موسم سرما میں سرخ رنگ

[illegible] پر دو گرما میں نقرئی (چاندی کے) رنگ کے ساتھ تصور میں لاکر دل کے شگاف پر "ہا" اور دوسرے "الف" کے درمیان ہے جتنا ممکن ہوسکے سانس کو روک کر "اَللّٰہ ھُوْ" یا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کی ضرب لگائے اور اس ذکر کا تصور کرتے ہوئے جو اپنے سراپا اور جملہ موجودات میں ہمیشہ جاری ہے اس کا مشاہدہ کرتا رہے۔

دو مراقبات:۔

جملہ مراقبات میں سے ایک مراقبہ "دل کی آواز کو کانوں تک لے آنا" ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو سب طرف سے موڑ کر ایک طرف مرکوز کرلے پھر دل پر مسلسل ایک سو بار (۱۰۰) "اَللّٰہ" کی ضرب لگاتے ہوئے دل پر کان لگائے رکھے۔ شروع میں یہ آواز کان میں تھوڑی محسوس ہوگی جو بعد میں زیادہ ہوجائیگی بالکل اسی طرح جیسے ہاتھ رکھنے کی صورت میں نبض کی حرکت محسوس ہوتی ہے۔

دوسرا مراقبہ یہ ہے کہ دل کے حصہ پر چاندی یا سونے سے "×" کا حرف لکھا ہوا تصور کرے اور سانس کو روک کر دل کے سوراخ کے منہ پر دم بدم (مسلسل) "ھُوْ" یا "اَللّٰہ ھُوْ" کی ضرب لگاتا جائے اور ہر بار سانس روکنے کے دوران ضربوں کو زیادہ کرتا جائے۔ ضربوں کو جتنا زیادہ کریگا اتنا ہی زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔

پاسِ انفاس:۔

پاسِ انفاس کے طریقہ کی چند اقسام ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کے الفاظ کو کشش کے ساتھ ایک سانس کے آنے اور جانے میں پوری طرح ادا کرے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ "ھُوَ اللّٰہ" یا "اَللّٰہ ھُوْ" یا "ھُوْ ھُوْ" کو سانس کے آنے اور جانے کے ساتھ پوری طرح ادا کرے۔ مگر منزل ناسوت طے کرنے کے دوران "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" اور اسم ذات "اَللّٰہ" کا ذکرِ پاس انفاس کرتے ہیں۔ اور عالم ملکوت میں "اَللّٰہ" اور عالم جبروت میں "اَللّٰہ ھُوْ" اور عالم لاہوت میں "ھُوْ ھُوْ" کا ذکرِ پاس انفاس کیا جاتا ہے۔ جب عالم ملکوت کا آئینہ سالک کے روبرو

آجائے اور حیرت رونما ہو تو کبھی عکس اور کبھی عین نظر آئے گا اس موقع پر " ھَاھُو "
کا ذکر کرنے لگے تو حیرت دور ہو جائے گی۔

شغل لطائف سبعہ:۔

پاس انفاس کے شغل کو خانوادۂ عالیۂ نقشبندیہ میں " لطائف سبعہ " سے
موسوم کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ برزخ شیخ کے تصور کے ساتھ

۱) لطیفۂ قلب:۔ ہے جو بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے
پہلے اسم ذات یعنی " اَللّٰہ " کے ذکر پر توجہ کرے اور خطرات پر نگاہ رکھے اور " اَللّٰہ
کے لفظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے زبان کو تارک سے لگالے اور خیال کی زبان سے " اَللّٰہ
کا اسم مبارک کہتا جائے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو تو اس وقت " اللہ " کی آواز
نکلے گی۔ پھر اسکے بعد۔

۲) لطیفۂ روح:۔ ہے جسکا مقام سیدھی پستان کے نیچے پہلو سے دو انگل کے فاصلہ پر ہے
اس پر متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے پھر اسکے بعد

۳) لطیفۂ سر:۔ ہے جسکا مقام بائیں پستان کے برابر سینہ کے درمیانی حصہ کی جانب
دو انگل کے فاصلہ پر ہے پھر اسکے بعد

۴) لطیفۂ خفی:۔ ہے جسکا مقام سیدھی پستان کے برابر سینہ کے درمیانی حصہ کی طرف
دو انگل کے فاصلہ پر ہے پھر اسکے بعد

۵) لطیفۂ اخفا:۔ ہے جو سینہ کے بالکل بیچ میں واقع ہے۔ پھر اسکے بعد

۶) لطیفۂ نفس:۔ ہے جسکا مقام پیشانی میں ہے پھر اسکے بعد

۷) لطیفۂ قالب:۔ ہے کہ توجہ سارے قالب پر کرے اور خیال کی زبان سے " اللہ
ھو " کہے تاکہ قالب میں لطائف کی حرکت ظاہر ہونے لگے۔

غیر پر توجہ کا طریقہ:۔ کسی غیر (دوسرے) پر توجہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ غیر کے دل
کو اپنے پیش نظر تصور کرتے ہوئے اس پر " اَللّٰہ ھُو " کی ضرب لگائے اور قادر مطلق
کی بارگاہ فیض سے دل پر جو بھی کیفیت وارد ہو اس کو غیر کے دل پر منتقل کر دے یا
غیر کو اپنی ہی ذات تصور کرتے ہوئے بیک وقت ایک ہی چشمہ سے اپنے اور غیر کے

دل پر فیض طلب کرے۔ لہذا برزخ (یعنی مرشد) کے تصور کے ساتھ جو لطائف سبعہ کا شغل میں نے اوپر لکھا ہے اسکا حاصل یہی ہے کہ سارے قالب کے اندر بال بال، عضو عضو اور رگ رگ کے ذریعہ خیال کی زبان سے اسم ذات کا تصور (ذکر) کرنے لگے۔

شغل نفی و اثبات:۔

زبان کو تارک سے لگاکر خیال کی زبان سے "لَا" کا کلمہ اپنی ناف سے دماغ تک کھینچے اور "اِلٰہ کا کلمہ سیدھے کندھے تک لائے اور "اِلَّا اللّٰہ" کے کلمہ کی ضرب دل پر اس طرح لگائے کہ یہ کلمہ لطائف سبعہ کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور "لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" ہی کا تصور ظاہر ہونے لگے اور سانس کے کھینچنے کے دوران اگر حبس نفس یعنی سانس روک لے تو مفید ہوتا ہے مگر حبسِ نفس زیادہ نہ کرے تاکہ خفقان (گھبراہٹ) ہونے نہ پائے۔ اور "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کے ذکر کے بعد چند مرتبہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کہنے کی بھی رعایت کرے یا نفی و اثبات کے دوران یعنی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو کھینچکر پڑھتے وقت ہر بار آخر میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" بھی خیال کی زبان سے ادا کرتا رہے۔ یہ طریقۂ ذکرِ قلبی یعنی ذکرِ سر ہے اگر فقط اسمِ ذات کا ذکر قلب اور چشمہ فیض سے جہری طور پر کرتا ہو تو اس طرح کرے کہ زبان سے باآوازِ بلند "اِلَّا اللّٰہ" جاری ہو اور "اَللّٰہ" کے ذکر کا خیال تمام قالب میں پھیل جائے۔ جب ایک کیفیت اور ایک جمعیت پیدا ہو جائے تو ذکرِ جہری کو موقوف کر کے اپنے خیال کو قالب کے ذکر پر مرکوز کر دے اور سراپا ذاکر بن جائے۔ اگر قالب کا ذکر موقوف ہو جائے تو پھر اسے جاری کرے۔ اس موقع پر فرشتوں کی کیفیت ظاہر ہوگی۔

شغل "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" اسمائے حسنیٰ کے ساتھ:۔

شغلِ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز ایک وقت یا دو وقت "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا ذکر تصور نفی کے ساتھ اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ایک نام لیکر ایک سو (۱۰۰) مرتبہ کرے مثلاً دائرہ سے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا ذکر کرے

اور اس لحاظ سے "لَا رَحْمٰنَ اِلَّا اللّٰہ۔ لَا رَحِیْمَ اِلَّا اللّٰہ۔ لَا مَالِکَ اِلَّا اللّٰہ لَا قُدُّوْسَ اِلَّا اللّٰہ "اور اسی طرح اسماء حسنیٰ کے آخر نام تک کلمۂ طیبہ کا ذکر تصور کرے ۔ یہ فیض حضرت مولانا شاہ حیدر صاحب علیہ الرحمہ سے ملا ہے کہ اگر کوئی دشمن ایذا پہنچانے پر اتر آئے تو کلمۂ طیبہ کے ذکر کے ضمن میں اس شخص کی نفی کا تصور کرے اور حافظ حقیقی کی نگرانی میں اپنی حفاظت طلب کرے۔

شغل اسم ذات:۔

ذکر اسم ذات کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ "اَللّٰہ "کی ضرب پہلے بائیں زانو پر لگائے پھر سیدھے زانو پر پھر دل پر پھر مقام محمدی پر جو کہ سینہ کے اوپر ہے پھر سیدھے کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پھر دماغ پر اسکے بعد پھر (دوسری بار) مقام محمدی پر، پھر دل پر، سیدھے زانو پر بائیں زانو پر پھر دل پر پھر (تیسری بار) مقام محمدی پر ضرب لگائے اس ذکر میں عجیب چڑھاؤ اور اتار ہے اور خوب کیفیت حاصل ہوتی ہے ۔ یہ بھی وہی مولانا صاحب موصوف (یعنی مولانا شاہ حیدر علیہ الرحمہ) کا ہی فیض ہے۔

شغل نوری:۔

قبلہ رو بیٹھکر "اَللّٰہ ھُو "کے شغل سے اپنے دل کو مشغول کرتے ہوے یہ تصور کرے کہ دل کے اندر تھوڑی پستی ہے حق مفیض مطلق (حق تعالیٰ) کے فیض کی بدولت ایک نور پیدا ہوگا جس سے یہ پستی ٹھیک ہوجائیگی لہذا اس نوری تصور کی کثرت دل کو منور بنادیگی۔

ذکر روحی:۔

یہ ہے کہ مقررہ جگہ پر بیٹھے "ھُوَ الْاَوَّلُ "کہتے ہوے سیدھے پہلو پر ضرب لگائے اور "ھُوَ الْاٰخِرُ "کی ضرب بائیں پہلو پر، "ھُوَ الظَّاھِرُ "کی ضرب دونوں زانو کے درمیان، "ھُوَ الْبَاطِنُ "کی ضرب اپنے اندر یعنی مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے ۔ پھر اسی طرح شروع سے دہراتا جائے تھوڑی مدت میں اس ذکر سے ازلی و ابدی غیب و شہادت کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

ذکر سرّی:۔

یہ ہے کہ مقررہ جگہ پر بیٹھے "یَا شَاہِدُ" کہتے ہو ناف پر ضرب لگائے اور "یَا شَہِیْدُ" کہتے ہوئے اپنے اندر ضرب لگائے۔ "یَا شَاہِدُ" کہتے وقت آنکھیں کھلی رکھے اور تصور کرے کہ اپنی صفت کے ساتھ عیاں ہے۔ "یَا شَہِیْدُ" کہتے وقت آنکھیں بند کرے اور خیال کرے کہ اپنی ذات کے ساتھ عیان عین ہے۔ یہی تصور اسی طریقہ پر کرے اور مسلسل اسکی پابندی کرے۔

ذکر آورد و برد:۔

یہ حضرت غوث الاعظم سید محی الدین رضی اللہ عنہ کے خاص ذکر کا طریقہ ہے وہ یہ کہ اپنی بیٹھک پر نگاہ رکھے۔ سیدھے مونڈھے کی جانب اپنا چہرہ لاتے ہوئے "ھَا" کہے اور بائیں مونڈھے کی جانب اپنا رخ کرتے ہوئے "ھُو" کہے اور اپنے سر کو اپنے ہی آگے نیچے کرتے ہوئے "ھِی" کہے۔ دم بدم اس طور پر یہ ذکر دہراتا جائے تو اس عمل کا فائدہ ظاہر ہونے لگے گا۔

ذکر آرہ:۔

یہ ہے کہ دوزانو بیٹھے اور دونوں زانو پر دونوں ہاتھ رکھے اور "ھَا" کہتے ہوئے ناف کے اوپر ضرب لگائے اور "حَی" کہتے ہوئے سانس کو ناف کے نیچے سے خوب خوب کھینچ کر اس طرح نکالے کہ سر، کمر اور پیٹھ برابر (ایک سیدھ میں) ہو جائیں پھر بار بار اسی طرح کرتا جائے جس طرح کہ ایک بڑھئی لکڑی پر آرہ چلاتا ہے۔ آواز اور اسکے کھینچنے کو گویا آرہ سمجھے اور دل کے تختہ پر اسے چلائے تاکہ دل ہموار ہو کر صاف اور شفاف بن جائے۔ اس ذکر کو بعض حضرات "ھَا" اور "حَی" کے ساتھ اور بعض "یَا اَللّٰہ" کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس ذکر کے فائدے ان گنت اور بے شمار ہیں جو عمل کے بعد ہی ظاہر ہوں گے۔

ذکر ثلاثی گنبدی:۔

پہلے مرشد سے اس ذکر کی اجازت حاصل کرے۔ ہرن کی طرح جست لگاتے

ہوئے "لَا اِلٰہَ" کہے اور سیدھے کندھے سے آگے کی طرف گرتے ہوئے ضرب لگائے اور پھر وہاں سے واپس جست لگا کر "اِلَّا اللّٰہ" کی دوسری ضرب لگاتے ہوئے اپنی پہلی جگہ جا پہونچے۔ پھر اسی طریقہ کو دہراتا جائے۔

ذکر ثلاثی بہ حبس دم:۔

مقررہ جگہ پر بیٹھے۔ "لَا" پر ناف سے سانس کھینچے، سیدھے کندھے پر "اِلٰہَ" کی ضرب لگائے پھر سر پر حملہ کرنے کے انداز میں لا کر اسی جگہ "اِلَّا اللّٰہ" کی ضرب لگائے اس کے بعد بائیں جانب رخ کرتے ہوئے حملہ کے انداز میں مد و شد کے بغیر ضرب لگائے۔

اسی ذکر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ "لَا اِلٰہَ" کو ناف سے نکالتے ہوئے سیدھے پہلو پر ضرب لگائے اور ایک ضرب اپنے اندر سانس کو روکتے ہوئے "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے لگائے۔ پھر اسی طریقہ کو دہراتا جائے۔

ذکر لاہوتی:۔

مقررہ جگہ پر بیٹھے سر کو بائیں کندھے پر لا کر پیٹھ کی جانب تھوڑا جھکائے اور "ھُو" کہنے کے ساتھ ہی اپنے اندر ایک ضرب لگائے لیکن اسی جگہ بیٹھا رہے۔ پھر سر کو اسی کندھے کی طرف رکھ کر "ھُو" کہنے کے ساتھ ہی سیدھے پہلو پر ایک ضرب لگائے اسکے بعد دو ضرب زانو پر، دو ضرب دونوں زانو کے درمیان، ایک ضرب اپنے اندر، دو ضرب سیدھے زانو پر، ایک ضرب بائیں پہلو پر لگائے پھر سیدھے کندھے پر سر کو لا کر دو مرتبہ "دو ھُو" کو ملا کر (یعنی "ھُو ھُو) کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ایک ضرب لگائے اسکے بعد سرین (پٹھے) کو زمین سے اوپر اٹھائے اور دو زانو ہو کر تین مرتبہ اس طرح کرے۔ پھر بائیں جانب سے سیدھی جانب پھر جائے۔ اسی طریقہ کو دہراتا جائے

ذکر جبروتی:۔

سر کو دونوں زانو کے درمیان قریب لے جائے اور "یَا اَحَدُ" کہتے ہوئے ضرب لگائے پھر وہاں سے "یَا وَاحِدُ" کہتے ہوئے حملہ کے انداز میں اپنے اندر ضرب

لگائے ۔ پھر " یَاوَاحِدُ " اور " یَا اَحَدُ " ہر ایک کو دس دس بار مسلسل کہتا جائے اور " اَللّٰہ " کی سات ضربیں سیدھی جانب لگائے ۔ پھر اسی طرح شروع سے دہراتا جائے تو اس عمل کا فائدہ ظاہر ہوگا۔

ذکر ملکوتی:۔

مقررہ جگہ پر بیٹھے بائیں جانب " یَا بَدِیْعُ " کی ایک ضرب اور سیدھی جانب " یَا بَاعِثُ " کی ایک ضرب اور سیدھے زانو پر " یَا نُوْرُ " کی ایک ضرب اور بائیں پہلو پر " یَا شَہِیْدُ " کی ایک ضرب لگائے اسکے بعد سر اور کمر کو سیدھا کر کے " یَا اَللّٰہُ " کہتے ہوئے اپنے اندر ضرب لگائے ۔ اس ترکیب کو دہراتے رہے تو اس عمل سے فائدہ ظاہر ہوگا۔

ذکر ناسوتی:۔

مقررہ جگہ پر بیٹھے ۔ تین بار سر کو دونوں زانو کے درمیان لاکر وہاں سے " اَللّٰہ " کی یا " اَللّٰہُ مُعِزٌّ " کی ضرب اپنے اندر لگائے ۔ پھر سر کو اسی جگہ لے جاکر اسی طرح اوپر لاتے ہوئے " اَللّٰہُ مُذِلٌّ " کی بائیں زانو پر ضرب لگائے پھر سر کو اسی جگہ پر لاکر اسی انداز سے " اَللّٰہُ رَزَّاق " کی ضرب لگائے پھر اس طریقہ کو شروع سے دہراتا رہے۔

ذکر مشاہدہ:۔

چار زانو بیٹھے موجودات کی نفی اور واجب الوجود کا اثبات کرتے ہوئے خود پر نفی و اثبات کا لحاظ رکھے اور بائیں زانو سے " لَا مَعْبُوْدَ ، لَا مَطْلُوْبَ ، لَا مَحْبُوْبَ ، لَا مَشْھُوْدَ اور لَا مَوْجُوْدَ " کہتے ہوئے سر کو سیدھے کندھے پر لے جائے اور اپنے اندر " اِلَّا اللّٰہ " کی ضرب لگائے اور " ھُوْ " کو ناف کے نیچے معدہ سے ام الدماغ تک پہنچائے ۔ سات بار " ھُوْ " کہتے ہوئے اپنے اندر ضرب لگائے پھر اس طریقہ کو شروع سے دہراتا رہے۔

اس ذکر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ " لَا اِلٰہ " کو معدہ میں بائیں زانو سے شروع کر کے کندھے تک اسی تصور کے ساتھ پورا کرے اور " اِلَّا اللّٰہ " بتاتے ہوئے

طریقہ پر آخر تک پورا کرے پھر اس طریقہ کو شروع سے دہراتا جائے۔

ذکر مکاشفہ:۔

مقررہ جگہ پر بیٹھے۔ "یَا ھُو" کہتا ہوا سیدھی جانب گھوم کر پھر اسی جگہ پہنچ جائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ پھر "یَا مَنْ ھُوَ" کہتا ہوا اسی طرح گھوم جائے۔ پہلی مقررہ جگہ پر پہنچتے ہی پھر "یَا مَنْ لَا اِلٰہَ" کہتا ہوا سر کو سیدھے مونڈھے تک پہنچائے "اِلَّا اللّٰہ" کو کھینچ کر تین بار "ھُو ھُو ھُو" کہتا ہوا اپنے اندر ضرب لگائے پھر اسی طریقہ کو شروع سے دہراتا جائے۔

شغل کلمہ طیبہ:۔

(1) ایک طریقہ تو یہ ہے کہ "لَا اِلٰہَ" کے لفظ کو ناف سے کھینچ کر "اِلٰہ" کی "ھاء" کو دماغ تک اوپر پہنچائے۔ پھر "اِلَّا اللّٰہ" کے لفظ کے ساتھ دماغ سے نیچے اترے اس طرح کہ "اِلَّا اللّٰہ" کی "ھاء" کو ناف پر لے آئے اور "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دل پر کہے۔

(2) ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ بائیں پستان سے "لَا اِلٰہَ" کو کھینچے یہاں تک کہ سیدھی پستان تک جا پہنچے اور بائیں پستان یعنی دل پر "اِلَّا اللّٰہ" کی ضرب لگائے اور دل پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کہے اور اگر چاہے تو یہ مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر کہے۔

(3) ایک اور طریقہ یہ بھی ہے کہ "لَا اِلٰہ" کو ناف سے کھینچے تاکہ دماغ تک پہنچے اور دماغ پر "اِلَّا اللّٰہ" کہے۔ جتنا ممکن ہو۔ دل پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شغل جاری رکھے۔ اور باقی لطائف پر بھی جتنا ممکن ہو "اِلَّا اللّٰہ" کا شغل جاری رکھے۔

(4) ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ ناف پر "لَا اِلٰہَ"، دل پر "اِلَّا اللّٰہ" اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور اسی ترتیب کے ساتھ نزول کرے (اترے) یعنی مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم)، دل پر "اِلَّا اللّٰہ"، اور ناف پر

"لا الہ" کہے

(5) ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ بائیں پستان سے سیدھی پستان تک "لا" کو کھینچے اور سیدھی پستان سے سیدھے مونڈھے تک " الہ " کو کھینچے اور سیدھے کندھے سے دل پر "الا اللہ" کی ضرب لگائے۔

ذکر حسبی ربی جل اللہ:۔

سیدھے زانو پر لفظ " حسبی " کہکر ایک ضرب لگائے اور بائیں زانو پر " ربی " کہکر ایک ضرب لگائے اور " جل اللہ " کہکر ایک ضرب اپنے اندر یعنی مقام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لگائے اور سیدھے زانو پر " مافی " کہکر ایک ضرب لگائے اور بائیں زانو پر " قلبی " کہکر ایک ضرب لگائے اور " غیر اللہ " کہکر اپنے اندر ایک ضرب لگائے۔ پھر سیدھے بازو پر لفظ " لا " سے، بائیں بازو پر لفظ " الہ " سے اور لفظ " الا اللہ " سے اپنے میں ضربیں لگائے۔ پھر سیدھے زانو پر لفظ " نور " کہکر ایک ضرب بائیں زانو پر لفظ " محمد " (صلی اللہ علیہ وسلم) کہکر ایک ضرب اور لفظ " صلی اللہ " کہکر اپنے اندر ایک ضرب لگائے۔ پھر بائیں زانو سے سیدھے زانو تک لفظ " لا " کو کھینچے اور سیدھے بازو سے سیدھے کندھے تک لفظ " الہ " کو کھینچے اور سیدھے کندھے سے بائیں زانو پر " الا اللہ " کی ایک ضرب اس طرح لگائے کہ لفظ " الا اللہ " کی " ھاء " کو سیدھے کندھے تک پہنچادے۔

اسی ذکر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ " حسبی " سے ایک ضرب بائیں زانو پر لفظ " ربی " سے ایک ضرب سیدھے زانو پر لفظ " جل اللہ " سے ایک ضرب اپنے اندر لفظ " مافی " سے ایک ضرب سیدھے زانو پر لفظ " قلبی " سے ایک ضرب بائیں بازو پر اور لفظ " غیر اللہ " سے ایک ضرب اپنے اندر لگائے۔ اور لفظ " لا " سے ایک ضرب سیدھے زانو پر لفظ " الہ " سے ایک ضرب بائیں زانو پر، لفظ " الا اللہ " سے ایک ضرب اپنے اندر۔ لفظ " نور " سے ایک ضرب بائیں زانو پر۔ لفظ " محمد " (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک ضرب سیدھے زانو پر اور لفظ " صلی اللہ " سے ایک ضرب اپنے اندر لگائے۔ کلمہ کا طریقہ یہی ہے جو بیان کیا گیا۔

مزید یہ چند طریقے بھی ہیں۔

ذکر سہ پایہ:۔

اسکا طریقہ یہ ہے کہ صرف اسم ذات "اللہ" کو ناف، دل اور دماغ پر ملاحظہ کرے چاہے تصور کی حالت میں ہو یا خاموشی کی حالت میں یا آواز کے ساتھ ہو لیکن اکثر بزرگوں نے یہ عمل حبس میں (یعنی سانس روک کر) کیا ہے۔ آنکھ، منہ، کان، اور ناک کو بند کرے پھر دماغ سے دل پر، دل سے ناف پر، ناف سے جگر پر جو کہ مقام سر ہے، پھر مقام سر سے دماغ پر، پھر دماغ سے مقام سر پر، ناف پر، ناف سے سیدھی پستان پر جو مقام روح ہے، پھر مقام روح سے دماغ پر پھر دماغ سے مقام روح پر اور پھر مقام روح سے ناف پر۔ میر صاحب اور شاہ مقیم قدس اللہ سرہٗ کا طریقہ یہ ہے کہ ناف سے دل پر اور دل سے مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عروج اور نزول دونوں طور سے کرے۔

شغل اسم صفات:۔

یعنی "**سمیع**، **بصیر**، **علیم**" میں سے "**سمیع**" کو ناف پر، "**بصیر**" کو دل پر اور "**علیم**" کو دماغ پر خیال کرے اور اسی طور پر نزول کرے یعنی "**علیم**" کا تصور دماغ پر کرتے ہوے دل پر آئے لفظ "**بصیر**" کو وہاں ملاحظہ کرے اور دل سے ناف پر آئے تو وہاں "**سمیع**" کا تصور کرے پھر ناف پر "**سمیع**" کا خیال کرے اور ناف سے سر پر آئے اور "**بصیر**" کا تصور کرے اور وہاں سے ناف کے مقام پر آئے "**سمیع**" کو ملاحظہ کرے پھر روح کے مقام پر آئے "**بصیر**" کا تصور کرے اور وہاں سے ناف کے مقام پر آئے اور "**سمیع**" کا تصور کرے۔ اور میر صاحب موصوف کی یہ اجازت ہے کہ "**سمیع**" کا تصور ناف پر، "**بصیر**" کا تصور دل پر اور "**علیم**" کا تصور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح ہر مقام میں جنکا بیان کیا جاچکا ہے عروج اور زوال کرتا رہے۔

شغل اسم ذات:۔

اس طریقہ میں اسم ذات کو اسمائے صفات کے ساتھ ملا کر تصور کرے۔ یعنی "اَللّٰہُ سَمِیْعٌ" ناف پر "اَللّٰہُ بَصِیْرٌ" دل پر، "اَللّٰہُ عَلِیْمٌ" دماغ پر پھر دماغ سے دل پر، دل سے ناف پر، ناف سے مقام سر پر آئے اور "اَللّٰہُ بَصِیْرٌ" کا خیال کرے اور مقام سر سے دماغ پر آکر "اَللّٰہُ عَلِیْمٌ" کا تصور کرے پھر دماغ سے سر پر آئے اور سر سے ناف پر پھر ناف پر "اَللّٰہُ سَمِیْعٌ" کا تصور کرتے ہوئے مقام روح پر آئے اور اس مقام پر "اَللّٰہُ بَصِیْرٌ" کا تصور کرے اور وہاں سے دماغ پر آئے "اَللّٰہُ عَلِیْمٌ" کا تصور کرے پھر دماغ سے مقام روح پر آئے اور وہاں سے ناف پر۔ اور یہ اجازت ہے کہ ناف سے دل پر اور دل سے مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طور پر عروج اور نزول کرتا جائے۔

(اسی میں ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اسم ذات کے ساتھ دوسرے الفاظ ملائے جاتے ہیں۔ چنانچہ) "اَللّٰہُ حَاضِرِی" ناف پر، "اَللّٰہُ نَاظِرِی" دل پر، "اَللّٰہُ مَعِی" دماغ پر، پھر دماغ پر "اَللّٰہُ مَعِی" تصور کرتے ہوئے دل پر آئے اور "اَللّٰہُ نَاظِرِی" تصور کرے پھر ناف کے نیچے آئے اور "اَللّٰہُ حَاضِرِی" کا تصور کرے۔ پھر زیر ناف "اَللّٰہُ حَاضِرِی" کا تصور کرے اور مقام سر پر آئے اور "اَللّٰہُ نَاظِرِی" کا تصور کرے پھر دماغ پر آئے "اَللّٰہُ مَعِی" کا تصور کرے پھر دماغ پر "اَللّٰہُ مَعِی" کا تصور کرے اور مقام سر پر آئے "اَللّٰہُ نَاظِرِی" کا تصور کرے اور وہاں سے ناف پر آئے "اَللّٰہُ حَاضِرِی" کا تصور کرے پھر ناف پر اسی انداز سے تصور کرتے ہوئے مقام روح پر آئے "اَللّٰہُ نَاظِرِی" کا تصور کرے۔ پھر دماغ پر آئے "اَللّٰہُ مَعِی" کا تصور کرے پھر دماغ پر "اَللّٰہُ مَعِی" کا تصور کرتے ہوئے مقام روح پر آئے "اَللّٰہُ نَاظِرِی" کا تصور کرے پھر ناف پر آئے "اَللّٰہُ حَاضِرِی" تصور کرے اس صورت میں ناف سے دل پر اور دل سے مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہی الفاظ سے عروج اور نزول کرتا جائے اور اللہ کے بجائے لفظ "اَللّٰہُ شَاہِدِی" کہنے کا اختیار ہے۔

شغل "اَللّٰہ ھُو":۔

اس طریقہ میں "اَللّٰہ ھُو" کا ذکر اس انداز میں کرے کہ پہلے سانس کو روک کر لفظ "اَللّٰہ" کو ناف سے کھینچتے ہوئے دماغ تک پہنچائے اور دماغ پر "ھو" کا تصور کرے اور جس قدر سکت ہو اس قدر سانس کو روکے رکھے۔ پھر اسی طرح شروع سے دہرائے اور آنکھ، منہ اور ناک کو انگلیوں سے بند کرلے۔اس شغل میں اگرچہ بیٹھک کا طریقہ مقرر ہے جسکو مرشد سے سمجھ سکتا ہے لیکن دوزانو بیٹھک کی بھی اجازت ہے۔

شغل "اَنَا اَحَد":۔

یہ وہ شغل ہے جو مشہور و معروف ہے خصوصاً اہل ھند میں "اَنَا اَحَد" سے موسوم ہے۔اسکا طریقہ یہ ہے کہ جتنا ممکن ہوسکے سانس کو روک کر دماغ پر "اَنَا اَحَد" کا تصور کرے۔اس بیٹھک کی سند (اجازت) مرشد سے حاصل کرے۔

شغل نصیرا:۔

شغل نصیرا یہ ہے کہ ناک کی نوک پر جتنا ہوسکے نظر جمائے خواہ صرف زبان سے یا پھر دل میں اسم ذات "اَللّٰہ" کے تصور کے ساتھ ذکر کرے اور اگر سر کو دل کے مقابل رکھے تو زیادہ بہتر ہے۔

شغل محمودا:۔

شغل محمودا کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں کھول کر دونوں ابروؤں کے درمیان نظر جمائے خواہ صرف زبان سے یا دل میں اسم ذات "اَللّٰہ" کے تصور کے ساتھ یا اس آیت "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ" (یعنی تم جدھر رخ کرو ادھر خدا کی ذات رحمت ہے بقرہ۔۱۱۵) اور اس آیت "اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ" (یعنی سنو، وہ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے حٰم سجدہ۔۵۴) اور اس آیت "وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ" (یعنی اور اللہ فراخی والا علم والا ہے۔نور۔۳۲) میں سے ایک ایک آیت کو بدل بدل کر اسکے تصور کے ساتھ ذکر کرے۔اور مراقبہ میں آیت "اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ

"مُحِیطٌ" کے تصور پر عمل کرے ۔ نصیر الاور تمودا کے یہ دونوں شغل اس ترکیب کے ساتھ اس فقیر کو پہلے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ نے اسم ذات "اَللّٰه" کے ذکر پاس انفاس کے تحت تلقین فرمائے ہیں ۔ اسکے علاوہ دل پر اسم ذات "اَللّٰه" کے نقش کے ذریعہ شغل مراقبہ کا طریقہ بھی حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے جس پر عمل سے نہایت حلاوت اور جذبہ پیدا ہوتا ہے اور محویت حاصل ہوتی ہے

مراقبہ "هُو" :۔

مراقبہ "هُو" کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ دیر آنکھوں کو بند کرکے "هُو" کو ناف سے کھینچے اور اس دوران مرشد کے برزخ کا تصور کرے اور دل میں اسم ذات "اَللّٰه" کی زیادتی اور تکرار کرے ۔ اس پر جب عمل کرنے کے بعد آہستہ آہستہ کہنا شروع کرے ۔ اس شغل کے فائدے بے شمار ہیں ۔ بے حد انوار نظر آتے ہیں ۔ لیکن اس دوران چاہیئے کہ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو ۔ اس شغل کو پہلے تو اندھیرے میں کرنا چاہیے اسکے بعد جس مقام پر چاہے کر سکتا ہے ۔

مراقبہ اسم ذات :۔

آنکھوں کو بند کرکے مرشد کے برزخ کا تصور کرے اور دل میں اسم ذات "اَللّٰه" کی تکرار کرے جسکے فائدے بہت ہیں جو عمل کرنے کے بعد ہی ظاہر ہوں گے ۔

مراقبہ کلمہ طیبہ :۔

(۱) اسکا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ "لَآ اِلٰهَ" کو ناف سے اس طرح کھینچے کہ "اِلٰه" کی "ها" کو دماغ پر پہنچائے اور دماغ سے "اِلَّا اللّٰه" اس طرح کہ "اِلَّا اللّٰه" کی "ها" ناف پر آئے پھر ناف سے لفظ "هُو" کو دماغ تک پہنچائے اور دماغ سے "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" (صلی اللہ علیہ وسلم) کھینچے اور دل پر پہنچائے ۔

(۲) اسکا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اوپر بیان کئے گئے طریقہ پر نفی اثبات کے بعد "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناف سے کھینچکر دماغ تک

پہنچائے۔

(۳) اسکا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناف سے کھینچے اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے "ھُو" کو کھینچکر دماغ تک پہنچائے۔

شغل ہشت رکنی:۔

اسکا طریقہ یہ ہے کہ پہلے صرف بائیں پہلو پر "یَا حَسَن" کا تصور کرے اور اس تصور کے جم جانے کے بعد اس موقع پر مذکورہ رکن کے ملاحظہ کے ساتھ کلمۂ طیبہ کو اور اسم "اَللّٰہ" کو اور اگر چاہے تو زبان سے ارکان کا ذکر کرے اور "اَللّٰہ ھُو" کو اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" اور اسم مطلق یعنی "ھُو" اور درود کو اور "یَا شَیْخ عَبْدُالْقَادِرْ شَیْئًا لِلّٰہِ" کو ایک ایک بار کہے اور آخر میں ملاحظہ اور تصور کرتے ہوے بعد میں ننانوے (۹۹) نام (اسمائے حسنیٰ) پڑھے اسکے بعد سیدھے پہلو کی طرف "یَا حُسَیْن" کا تصور اسی طور پر کرے جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد بائیں پستان کے نیچے جو کہ قلب کا مقام ہے "یَا عَلِیْ" کا تصور بیان کئے گئے طریقہ پر کرے اسکے بعد سیدھی پستان کے نیچے جو کہ روح کا مقام ہے "یَا فَاطِمَہْ" کا تصور بیان کی گئی نہج پر کرے۔ اسکے بعد مقام محمدی پر "یَا مُحَمَّد" کا تصور بیان کی گئی صورت میں کرے اور دونوں پستانوں کے درمیان جو مقام سر ہے "یَا اَبَا بَکْر" کا تصور، بیان کی گئی نوعیت پر کرے اور اس مقام اور ناف کے درمیان "یَا عُمَر" کا تصور، بیان کی گئی صفت کے ساتھ کرے اور ناف پر "یَا عُثْمَان" کا تصور بیان کئے گئے طور پر کرے۔ پھر اسی ترتیب سے عروج کرے یعنی پہلے ناف پر "یَا عُثْمَان" کا تصور وغیرہ (نوٹ:۔ اس شغل میں جملہ آٹھ نام یعنی ایک اللہ کا اسم پاک اور دوسرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن، حسین، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے سات اسمائے گرامی کا ذکر شامل ہے اس لئے بھی اس کو "شغل ہشت رکنی" کہا جاتا ہے)

شغل دیگر:۔

ناف جو مقام قالبیہ ہے وہ "سَمِیع" کے تصور کی جگہ ہے۔ بائیں پستان سے تین انگل کے فاصلہ پر جو مقام نفسیہ ہے وہ "بَصِیر" کے تصور کی جگہ ہے۔ بائیں پستان جو مقام قلبیہ ہے وہ متکلم کے تصور کی جگہ ہے۔ جگر جو مقام سریہ ہے وہ مرشد کے تصور کی جگہ ہے۔ سیدھی پستان جو مقام روحیہ ہے وہ "حَیّ" کے تصور کی جگہ ہے۔ سینہ جو مقام خفیہ ہے "قَدِیر" کے تصور کی جگہ ہے۔ دماغ جو مقام حقیقیہ ہے "عَلِیم" کے تصور کی جگہ ہے۔ اسی ترتیب سے نزول کرے (یعنی الٹا عمل کرے)

شغل "اَللّٰہُ اَکبَرْ":۔

مقررہ بیٹھک کے مطابق دو زانو اس طرح بیٹھے کہ سیدھے پاؤں کی پیٹھ جو انگلیوں سے ملی ہوئی جانب ہے بائیں پاؤں کے تلوے کے اندر رکھے۔ یہ شغل ذی الحجہ کے مہینے میں شروع کرنا چاہیے۔ دو زانو بیٹھکر پہلے بائیں کندھے سے "اَللّٰہُ اَکْبَرْ" کہتے ہوئے ایک ضرب سیدھی زانو پر لگائے۔ پھر وہاں سے سر کو اٹھاکر سیدھے کندھے کی طرف لے آئے اور یہاں سے ایک ضرب بائیں زانو پر لگائے اور بائیں زانو سے کلمہ کی ابتدا۔ اس طرح کرے کہ بائیں زانو پر رکھی ہوئی بائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی یا پچ کی انگلی سے "لَا" کو خوب کھینچے اور سیدھے زانو پر رکھی ہوئی سیدھے ہاتھ کی سب سے چھوٹی یا پچ کی انگلی تک پہنچائے اور اس انگلی سے "اِلٰہ" کہتے ہوئے سیدھے کندھے تک سر کو لے جائے، وہاں سے "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے بائیں زانو پر ضرب لگائے۔ پھر وہاں سے سیدھی پستان پر جو کہ روح کا مقام ہے "اَللّٰہُ اَکْبَرْ" کہتے ہوئے ایک ضرب لگائے۔ پھر وہاں سے "اَللّٰہُ اَکْبَرْ" کہتے ہوئے بائیں پستان پر جو کہ قلب کا مقام ہے ایک ضرب لگائے۔ اور بائیں پستان سے "لِلّٰہِ الْحَمْد" کہتے ہوئے سر کو کچھ نیچے کرکے اپنے اندر ایک ضرب لگائے اور اپنے اندر ضرب لگانے سے مراد گلے اور جگر کے درمیان ضرب لگانا ہے اور مرشد ان طریقت نے اس مقام کو مقام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام دیا ہے۔

شغل ہشت ضربی:۔

" ھُوَالْاَوَّل " کہتے ہوئے سیدھے کندھے پر ضرب لگائے۔ " ھُوَالْاٰخِر " کہتے ہوئے بائیں کندھے پر ضرب لگائے۔ " ھُوَالظَّاھِر " کہتے ہوئے سامنے کی جانب ضرب لگائے " ھُوَالْبَاطِن " کہتے ہوئے پیچھے کی جانب ضرب لگائے۔ " ھُوَ الْحَاضِر " کہتے ہوئے اوپر کی جانب ضرب لگائے۔ " ھُوَالنَّاظِر " کہتے ہوئے قلب پر ضرب لگائے " ھُوَالْوَاحِد " کہتے ہوئے سیدھے پہلو پر ضرب لگائے۔ " ھُوَالْمَاجِد " کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ضرب لگائے اور اگر چاہے تو لفظ " ھُو " کی جگہ لفظ " اَللّٰہ " جوڑ دے (مثلاً " اَللّٰہُ الْاَوَّل ") اور اس طریقہ کے ساتھ شروع سے آخر تک " ھُو " کے بجائے " اَللّٰہ " ہی لگاتا جائے۔ اور اگر چاہے تو " اَنْتَ " لگائے مثلاً " اَنْتَ الْاَوَّل " جو نکرہ اور معرفہ دونوں لحاظ سے درست ہے۔ اور چاہے تو " اَنَا " لگالے جیسے " اَنَا الْاَوَّل " اسی طرح آخر تک ملاتا جائے اور اس صورت میں حق تعالی کو ہی متکلم (بولنے والا) خیال کرے۔

شغل ہفت ضربی:۔

یہ شغل ہفت ضربی دراصل شش ضربی تھا لیکن خاندان مصطفوی اور خانوادہ مرتضوی کے چشم و چراغ یعنی حضرت میر سید اسمعیل صاحب قدس سرہٗ نے اپنے پر لگائی جانے والی ایک ضرب کا اس میں اضافہ فرمایا ہے۔ جسکا طریقہ یہ کہ " اَللّٰہ " کہتے ہوئے سیدھے کندھے کی جانب ضرب لگائے اور ایک ضرب " اَللّٰہ " کہتے ہوئے بائیں کندھے کی جانب لگائے اور ایک ضرب " اَللّٰہ " کہتے ہوئے سامنے کی جانب لگائے اور ایک ضرب " اَللّٰہ " کہتے ہوئے پیچھے کی طرف لگائے اور ایک ضرب " اَللّٰہ " کہتے ہوئے اوپر کی جانب لگائے اور ایک ضرب " اَللّٰہ " کہتے ہوئے نیچے کی طرف لگائے اور ایک ضرب " اَللّٰہ " کہتے ہوئے اپنے اندر لگائے۔

شغل شش ضربی:۔

" اِلَّا اللّٰہ " کہتے ہوئے ایک ضرب سیدھے کندھے کی جانب لگائے اور ایک ضرب بائیں کندھے کی جانب، ایک ضرب سامنے کی طرف، ایک ضرب پیچھے کی طرف،

ایک ضرب اوپر کی طرف، اور ایک ضرب نیچے کی جانب لگائے۔ پھر شروع سے ایسا ہی کرتا جائے۔اس پر عمل کرنے سے اسکا فائدہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔

شغل آیۃ الکرسی:۔

(اسکا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ) لفظ "اَللّٰہ" کہتے ہوئے دماغ سے ناف تک سر کو نیچے لائے اور دائرہ کے طریقہ پر کلمہ کا ذکر کرے یعنی "لَا" کو بائیں زانو سے سیدھے زانو تک پہنچائے اور وہاں سے لفظ "اِلٰہ" کو سیدھے کندھے تک کھینچے اور وہاں سے "اِلَّا ھُو" کہتے ہوئے بائیں زانو پر ایک ضرب لگائے اور وہاں سے "اَلْحَی" کہتے ہوئے ایک ضرب سیدھے کندھے پر لگائے پھر بائیں کندھے سے "اَلْقَیُّوم" کہتے ہوئے راست سیدھے زانو پر ضرب لگائے پھر شروع سے اسی طرح دہراتا جائے۔

(اسکا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ) اللہ کہتے ہوئے سیدھے زانو پر ضرب لگائے اور یہاں سے "لَااِلٰہ" کو بائیں زانو تک کھینچے اور وہاں سے "اِلَّا ھُو" کو سیدھے کندھے تک کھینچے۔ "اَلْحَی" میں جو لفظ "ال" ہے اسکو ضرب کے طور پر کہے اور "حَی" کو ملاتے ہوئے دل پر ضرب لگائے اور "اَلْقَیُّوْم" میں جو لفظ "ال" ہے اس کو بھی ضرب کے انداز میں کہے اور کسی فصل کے بغیر "قَیُّوْم" کی ضرب سیدھے کندھے پر یا روح کے مقام پر لگائے۔

شغل "اول و آخر و ظاہر و باطن":۔

"ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ" یہی ترتیب چونکہ کلام مجید اور فرقان حمید میں واقع ہے اس لئے اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ "ھُو" کا تصور دماغ پر لفظ "اَلْاَوَّل" کا تصور مقام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر متصل طور پر لفظ "اَلْاٰخِر" کا تصور مقام سر پر اور لفظ "وَالظَّاہِر" کا تصور مقام قالب یعنی ناف پر اور لفظ "وَالْبَاطِن" کا تصور قلب پر کرے (اور ضربیں لگاتا جائے) ایک دوسرے طریقہ کے مطابق لفظ "وَالْاٰخِر" کا تصور مقام روح پر اور لفظ "وَالظَّاہِر" کا تصور مقام سر پر کرے اور اس مقام پر جہر کے ساتھ ضرب لگانے کی

بھی اجازت ہے۔

شغل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم:۔

اس شغل کا فیض کسی دوسرے کے توسط کے بغیر راست رسولوں کے سردار

متقیوں کے امام مجاہدوں کی دلیل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے محبوب رب جلیل حضرت میر محمد اسمعیل قدس سرہ، کو عطا ہوا ہے۔اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ پاؤں پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر ٹکے ہوں اور دونوں پاؤں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوں اور "لَا" کو بائیں ہاتھ کی چھوٹی یا بیچ والی انگلی سے، خم ہو کر کھینچے اور سیدھے ہاتھ کی ان ہی انگلیوں تک پہنچائے۔اور وہاں سے "اِلٰہَ" کو کھینچ کر سیدھے کندھے تک پہنچائے اور "اِلٰہ" کہتے وقت کھڑا ہوجائے اور "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوے بائیں زانو پر جھک کر ایک ضرب لگائے۔اسکے بعد "مُحَمَّد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہوے بائیں زانو پر متواتر کثرت سے ضربیں لگائے اور بائیں ہاتھ پر اس طرح ضرب لگائے کہ گھوم کر اسی زانو پر آجائے اور اس شغل کو بیٹھکر بھی اور سانس روک کر بھی کرنے کی اجازت ہے۔

(اسکا ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ) "لَا اِلٰہَ" کو بائیں ہاتھ کی بیچ والی یا چھوٹی انگلی سے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں میں سے کسی ایک تک پہنچائے اور "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوے اٹھ کھڑا ہو کر سر کو سیدھے کندھے سے ملادے اور "مُحَمَّد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہوے بائیں زانو پر جھک کر جتنی ہوسکیں ضرب لگائے۔جب موقوف کرنا چاہے لفظ "رَسُوْلُ اللّٰہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملاکر اس پر موقوف کردے یہ دونوں طریقے ہیں۔پھر شروع سے اسی طرح کرے اور زانو پر ضرب لگاتے وقت دل میں "اَنَا مُحَمَّد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تصور کرے۔

شغل دائرہ:۔

دوزانو بیٹھے اور دونوں زانوؤں پر دونوں ہاتھ رکھکر انگلیوں کو کشادہ رکھے تاکہ "اَللّٰہ" کی شکل دکھائی دے۔اس وقت سر کو بائیں زانو سے قریب لاکر اسی ہاتھ کی چھوٹی یا اسکے بازو والی کسی ایک انگلی سے "لَا" کو لمبا کھینچے یہاں تک کہ وہ

سیدھے ہاتھ کی چھوٹی یا اسکے بازو والی کسی ایک انگلی تک پہنچے اور وہاں سے "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے بائیں بازو پر ضرب لگائے۔ اس طرح اس "شغل دائرہ" کو تین (۳) بار یا گیارہ (۱۱) بار یا اکیس (۲۱) بار اور اگر ہوسکے تو اکتالیس (۴۱) بار کرے۔ اسکے بعد "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے جتنی ہوسکیں ایک کے بعد ایک مسلسل ضربیں لگائے۔ پھر شروع سے اسی طرح دہرائے۔ اس شغل میں چار زانو بیٹھنے کی بھی اجازت ہے۔

اس کا دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ "اَللّٰہ" کہتے ہوئے بائیں زانو پر ضرب لگائے اور "ھُو" کہتے ہوئے سر کو سیدھے کندھے سے متصل کرے۔

اس کا تیسرا طریقہ بھی ہے کہ سر کو سیدھے کندھے سے متصل کرکے "اَللّٰہ" کہتے ہوئے دل پر ضرب لگائے اور "ھُو" کہتے ہوئے سر کو سیدھے کندھے سے متصل کرے۔

شغل پاس انفاس:۔

پاس انفاس میں "اَللّٰہ" کہتے ہوئے سانس کو ناک کی راہ سے اندر کھینچے اور "ھُو" کہتے ہوئے وہیں سے سانس کو باہر چھوڑے۔

اسکا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پاس انفاس میں "لَا اِلٰہ" کہتے ہوئے ناک کی راہ سے سانس اندر کھینچے اور "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے سانس کو باہر چھوڑدے۔

شغل دیگر:۔

"لَا" کو ناف کے نیچے سے کھینچکر "اِلٰہ" کہتے ہوئے سانس کو حلق کے نیچے سے روکے اور "اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوئے وہاں سے دل پر جتنی ہوسکے ضربیں لگائے اور سانس چھوڑدے۔ پھر اسی طرح شروع سے دہراتا جائے۔

شغل پنج اسماء:۔

"یَاحَیُّ" کا تصور ناف پر کرے۔ "یَاقَیُّوْمُ" کا تصور قلب پر یا پستان کے بالکل نیچے یعنی مقام روح پر کرے۔ "یَامُخْلِص" کا تصور مقام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کرے۔ "یَابُدُّوْح" کا تصور دماغ پر کرے اور ورد کے طریقہ پر ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار پڑھے۔

شغل ثلاثی گنبدی:۔

جب سالک کی خواہش ہو کہ انوار الوہیت کا گنجینہ اور اسرار ربوبیت کا خزینہ جو مخزن قلب ہے اس کو جلد جرات کے ساتھ حاصل کرے تو اسے چاہئے کہ ذکر ثلاثی مغربی پر جو دل کی کنجی ہے ہمیشہ پابندی سے عمل کرتا رہے تاکہ اس سے معرفت کا خزانہ کھل جائے اور اکثر درویشوں کو اسی ذکر سے کامیابی نصیب ہوی ہے۔جو کوئی اس ذکر پر عمل کرتا ہے تین چار دنوں میں پردہ لاریب سے غیب کا مشاہدہ ظاہر ہوتا ہے۔اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ مقررہ نشست میں بیٹھکر پہلے ظاہری و باطنی لحاظ سے برزخ صغریٰ اور برزخ کبریٰ کا تصور جمائے سر کو بائیں زانو تک جھکا کر " لَا اِلٰہ " کہتے ہوئے یوں دور شروع کرے کہ سر کو دائیں زانو پر سے لیجاتے ہوئے سیدھے کندھے تک پہنچائے۔ کسی قدر سر کو بلند کرکے پیٹھ کی طرف تھوڑا جھکائے اور وہاں سے بائیں زانو پر " اِلَّا اللّٰہ " کی تین ضربیں لگائے اس طرح کہ تین ضربیں دو زانو کے درمیان اور تین ضربیں اپنے اندر لگائے۔پھر بائیں زانو پر سر کو لیجا کر " لَا اِلٰہ " کے تصور کے ساتھ دور کا آغاز کرے۔سر کو سیدھے زانو، سیدھے کندھے، گردن، بائیں کندھے، اور بائیں زانو پر پہنچائے۔اس طرح دو مزید دور اسی تصور کے ساتھ کرے۔اور اسکے بعد دو زانو ہوجائے اور سانس روک کر " اِلَّا اللّٰہ " کہتے ہوئے اپنے اندر تین کوب لگائے۔بعد میں تین حملے اس طرح کرے کہ سر کو دونوں زانو کے درمیان زمین کے نزدیک پہنچاتے ہوئے " اِلَّا اللّٰہ " کے تصور کے ساتھ آہستہ آہستہ سانس کو ناف کے نیچے سے شدید قوت کے ساتھ اوپر کھینچے یہاں تک کہ سر اور کمر برابر ہوجائیں۔اور قبض اس طرح کرے کہ معدہ کو سانس کے ساتھ نیچے سے اوپر کی طرف سینہ تک " اِلَّا اللّٰہ " کے تصور کے ساتھ کھینچے۔پھر سیدھے زانو سے تین دور کے طریقہ پر پلٹ آئے اور تین کوب، تین حملے اور تین قبض کو اوپر بیان کئے گئے طریقہ کے مطابق پورا کرے پھر بائیں زانو سے تین دور کے اسی طریقہ پر پلٹ آئے اور تین کوب، تین حملے اور تین قبض کو اوپر لکھے گئے طریقہ پر تکمیل کرے اسکے بعد سر کو سیدھے، بائیں، سامنے، پیچھے کی جانب موڑے جیسا کہ عقاب (شکرا) اس طرف

(گردن کو) خم کرلیتا ہے اور سانس تمام اعضاء میں جاری رہے جب بے طاقت ہوجائے تو "ھو" کہتے ہوئے آسمان کی طرف رخ کر کے سانس آہستہ آہستہ چھوڑے یہ ایک بسط پورا ہوا۔ اسی طرح دوسرے آٹھ بسط اوپر بیان کئے گئے طریقہ کے مطابق تکمیل کرے اور بارہ ضربیں جس طرح پہلے بسط میں لگائی گئی تھیں اسی طرح لگائے۔ جب بسط کے ساتھ یہ طریقہ ایک سانس اور ایک نشست میں تکمیل پاجائے تو پھر شروع سے اس طریقہ کو دہرائے۔

شغل کلام قدسی:۔

(1) " خَلَقَ آدَمَ مَعَ الصَّلٰوۃِ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ کَالْاَلِفِ وَ فِی الرُّکُوْعِ کَالْحَاءِ وَفِی السُّجُوْدِ کَالْمِیْمِ وَفِی الْقَعْدَۃِ کَالدَّالِ۔ ھٰذَا اِسْمُ اَحْمَدَ " (صلی اللہ علیہ وسلم) (یعنی حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو نماز (کی شکل) کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ جب نماز میں قیام کرتے تو الف کی طرح اور رکوع میں حاء کی طرح اور سجدوں میں میم کی طرح اور قعدہ میں دال کی طرح ہوتے یہ اسم "احمد" صلی اللہ علیہ وسلم ہے)

(2) " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأْسُہٗ کَالْمِیْمِ یَدُہٗ کَالْحَاءِ مِیْمُ الثَّانِیْ کَالْبَطْنِ وَرِجْلُہٗ کَالدَّالِ۔ ھٰذَا اِسْمُ مُحَمَّدٍ " (صلی اللہ علیہ وسلم) (یعنی آدم علیہ السلام کا سر میم کی طرح، ہاتھ حاء کی طرح پیٹ دوسرے میم کی طرح اور پاؤں دال کی طرح ہیں۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔

شغل صلوٰۃ المحبت:۔

دوگانۂ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جسکو صلوٰۃ المحبت کہتے ہیں اسکا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قبلہ رخ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ (اَللّٰہُ اَکْبَرْ) کہے اسکے بعد نمازی کے قد کا سایہ جس طرف گرے اسی طرف پھر کر گھڑی دو گھڑی اپنے ہی سایہ کی شکل کا تصور کرے اسکے بعد قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اس دوگانہ کی تکمیل اس طرح کرے کہ "ھُوَالْوَاحِدُ" کے کلمہ کو سانس روک کر ادا کرے۔ پہلے کلمہ "ھُوَ" کو جس

سے ذات مطلق مراد ہے سانس کھینچ کر حلق میں روکے اور جتنی دیر برداشت ہو قیام میں رہے اور اسی طرح سانس روکے ہوئے رکوع اور سجدے بھی کرے ۔ قرآن پڑھنے کی جگہ او تسبیحات کے بجائے سانس روکے ہوئے صرف "**ھُوَ**" کا کلمہ پڑھ لینے کو ہی کافی سمجھے اور پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد کلمہ "**الْوَاحِد**" پر جس سے مرتبہ جامعیہ مراد ہے سانس چھوڑ دے ۔ پھر کلمہ "**ھُوَ**" پر سانس کھینچے ہوئے دوسری رکعت کیلئے قیام کرے اور جب تک برداشت ہو سانس کو روکے رکھے ۔ دوسری رکعت کے قیام، رکوع اور سجدے ادا کرے اور دوسرے سجدہ کے آخر میں اسی طرح کلمہ "**الْوَاحِد**" پر سانس چھوڑ کر بیٹھ جائے اور التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد سلام پھیر لے ۔ اسکے بعد "**اَللّٰہ ھُوَ**" کے ذکر میں اس طرح مشغول ہو جائے کہ "**اَللّٰہ**" پر جس سے ذات جامع مراد ہے سانس کو جب تک برداشت ہو روکے رکھے اور "**ھُوَ**" پر جس سے ذات مطلق مراد ہے سانس چھوڑ دے ۔ جب تک شوق الٰہی مدد کرے اس شغل میں مشغول رہے ۔

یہاں تک یہ جملہ اذکار و اشغال مولانا صاحب موصوف (میر سید اسمعیل صاحب قدس سرہٗ) کے فیض کے بدولت ہیں جنہیں فاتحہ میں یاد رکھیں ۔

شغل عمدۃ المختار :۔

شغل عمدۃ المختار کی ترکیب یہ ہے کہ خلوت کے طریقہ پر بیٹھے اس طرح کہ پاؤں پیٹھ کے پیچھے کرے یعنی دونوں زانو کے درمیان بیٹھے اور اسکے بعد انگلیوں کے سروں سے دونوں کانوں کے سوراخوں کو بند کرے تاکہ اس راستہ سے سانس باہر نہ نکلنے پائے پھر شہادت کی دونوں انگلیوں سے دونوں آنکھوں کو اس طرح بند کر لے کہ اوپر کی پلکیں نیچے آجائیں اسکے بعد دونوں ہاتھوں کی چھوٹی اور اسکے بازو والی انگلیوں کو منہ کے اوپر رکھکر اس کو بند کر دے جو سانس کا راستہ ہے ۔ درمیان کی دونوں انگلیوں سے ناک کے دو نتھنوں کو بند کرے ۔ جس وقت سانس چھوڑنا چاہے تو پہلے بائیں نتھنے کو کھولکر دماغ کے اوپری حصہ سے دل پر ایک ضرب لگائے ۔ اسکے بعد بائیں نتھنے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہوئے سانس کو روک کر بیٹھے اور جب تک

کسی دشواری کے بغیر ممکن ہو یہ عمل جاری رکھے۔ جب سانس کو چھوڑنا ہو تو آہستہ آہستہ چھوڑے کیونکہ یکدم سانس چھوڑنا دماغ اور نفس کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور سانس روکنے کی حالت کے دوران دل سے جتنا ممکن ہو اسم ذات "اَللّٰہ" کا ذکر کرتا رہے اور سانس چھوڑتے وقت اسی ذکر کے ساتھ چھوڑے مگر ہر سانس میں اسم ذات کے ذکر کو زیادہ کرتا رہے۔ چنانچہ پہلے حبس (سانس روکے ہوے) میں سات (۷) بار ذکر کرے اور دوسرے حبس میں زیادہ کرتا جائے یہاں تک کہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار تک پہنچے اور اس سے بھی زیادہ اگر ممکن ہو تو اسم ذات کے ذکر میں اضافہ کرے اور جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی بہتر ہے مگر سانس روکنے اور سوراخوں کے بند کرلینے کی حالت میں پورے جسم سے ایک آواز آنے لگتی ہے۔ اس آواز کو پہلے اسم ذات کے ساتھ بدل دے۔ جب اس ذکر میں پختگی حاصل ہو جائے تو پھر اسم "اَللّٰہ ھُو" کا ذکر کرے۔ جب اس میں بھی پختگی حاصل ہو جائے تو فقط "ھُو" کا ذکر کرتے ہوے وہم سے دماغ پر اور خیال میں سراپا لے آئے۔ چنانچہ اس ذکر کو "ذِکرِ اَنَا اَحَد" کہتے ہیں اور بعض لوگ تو صرف "اَنَا اَحَدُ اَنَا اَحَد" کا ذکر کرتے ہیں۔ اس ذکر میں بہت فائدے ہیں جو عمل کرنے پر ہی ظاہر ہوں گے۔

ذکر اسم غوث:۔

اسم "یَاغَوْث" کو ناف سے کھینچکر ام الدماغ (اندرونی مغز) تک پہنچائے اور سانس کو روک کر پہلے گیارہ (۱۱) بار دماغ میں "یَاغَوْث" کے ذکر کا تصور کرے۔ اس طرح ہر حبس میں جتنا ممکن ہو اس پر اضافہ کرتا جائے اور آنکھوں کو بند کئے یا کھولے ہوے مقام محمود یا مقام نصیر اپر نظر رکھے۔ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے طفیل سے محویت حاصل ہوگی اور ایک نور ظاہر ہوگا۔

ذکر "ھُو" اسم اعظم:۔

جو کوئی ایک بیٹھک میں بارہ ہزار بار اسم "ھُو" کہے۔ بعضوں نے "یَااَللّٰہ یَاھُو" بھی کہاہے، تو جن، انسان، درندے اور پرندے جملہ مخلوق اسکے زیر تسلط اور فرمانبردار ہو جاتی ہے اور اشیاء کی خاصیتیں اور چھپے ہوے علوم اس پر

کھل جاتے ہیں۔ یہ اسم اعظم ہے۔

طریق خواجگان نقشبند:۔

خواجگان نقشبند کا طریقہ جو "مشرب وجہ خاص" پر مشتمل ہے۔ اس طرح ہے کہ۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ سید اشرف جہانگیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے درویش بزرگوں کے سلوک میں سلسلہ وار ترتیب پائی جاتی ہے۔ آج بھی اکثر طالبان حق اسی سلوک کی بدولت اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں لیکن اکثر مشائخ حضرات اپنے مریدین طالبین میں اہلیت پاتے ہیں تو جب ہی " شرب وجہ خاص " سے انہیں نوازتے ہیں۔ بہر حال حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کا اختیار کردہ اور پسندیدہ مشرب ہے۔ جس کو اپنانے والی جماعت کا عقیدہ بن بنیادوں پر صحیح اور متوازن ہے وہ نیک اعمال، ماثورہ سنتوں کی پیروی، مشہور مکروہ باتوں سے پرہیز نیز وحدت، اونیت اور ابدیت کے ذریعہ صانع حقیقی کو ثابت کرنے کے دلائل حاصل کرنا ہے جو حضرات خمسہ کے تصور و موجودگی کے ذریعہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی دوامی حضوری سے مالا مال ہونا ہے جب سالک کو اس حضوری پر ملکہ (مہارت) حاصل ہوجائے تو اسی کو مشاہدہ کہا جاتا ہے اس دولت سے مالا مال ہونے کے تین طریقے ہیں (ایک طریقہ ذکر، دوسرا طریقہ توجہ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطہ ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے)

(1) پہلا طریقہ ذکر یہ ہے کہ حضور قلب کے ساتھ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کی تکرار کرے اور نفی کرتے وقت جملہ مخلوقات کو اپنی نگاہ میں معدوم اور فانی خیال کرے اور اثبات کرتے وقت معبود حقیقی کے وجود کو قائم و باقی مشاہدہ کرے۔ اور کلمہ کی تکرار کے دوران زبان کو تارک سے چپکا کر دل صنوبری کی طرف جو کہ دل حقیقی ہے توجہ کرے اور اپنے نفس کو اندر کھینچے اور پوری قوت کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ اسکا اثر دل تک پہنچے اور اس سے دل متاثر ہوجائے۔ پہلے اسکا اثر ظاہر پر نمودار نہ ہونا چاہئے۔ یہاں تک کہ کسی پہلو سے بھی باخبر نہ کرے لیکن یہ فقیر اپنے مریدین کیلئے ذکر کے اخفاء میں اس قدر مبالغہ سے کام نہیں لیتا۔

(2) دوسرا طریقہ "توجہ مراقبہ" ہے "کیوں نہیں اور کیسے نہیں" کے معنی کو

جو اسم مبارک "اَللّٰہ" کے مفہوم سے ہم آہنگ ہے، عربی، فارسی، عبرانی اور سریانی زبانوں کی عبارت کے توسط کے بغیر ملاحظہ کرے اور اسی معنی پر نگاہ رکھکر تمام قوائے مدارک (عقلی و ذہنی قوتیں) کے ساتھ قلب صنوبری پر توجہ کرے۔ اور اسی معنی پر ہمیشہ قائم رہے اور اس نگہداشت میں اس وقت تک مشقت کرے کہ درمیان سے دشواری اٹھ جائے۔ جب یہ معنی جذبہ کے پیدا ہونے سے پہلے، سالک کے وجود میں بالکل دور ہو جائے تو چاہئے کہ جملہ علمی و عینی قوائے ذات سے گھرے ہوئے نور بسیط (پھیلی ہوی روشنی) کی صورت میں معنی مقصود کو اپنے پیش نظر رکھے اور ان جملہ قوائے مدارک کے ساتھ قلب صنوبری کی جانب متوجہ ہو جائے یہاں تک کہ درمیان سے صورت ظاہر ہو اور اس کی بدولت منزل مقصود کا پتہ مل جائے۔

(3) تیسرا طریقہ رابطہ ہے یعنی اس مرشد کے ساتھ وابستگی جو باکمال اور حق رسیدہ ہو اور جو تجلیات ذاتیہ کی تحقیق سے آشنا ہو اور جسکے دیدار کی بدولت "هُمُ الَّذِیْنَ اِذَارُ اُوْ وُجُوْ هُهُمْ ذُکِرَ اللّٰہُ" (حدیث = یہ وہ حضرات ہیں کہ جنکے چہروں کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے) کے مصداق ذکر کا فائدہ ملتا ہے اور "هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰہِ" (وہ حضرات اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں) کے بموجب مذکور (جسکا ذکر ہو یعنی اللہ) کی محبت کا پھل نصیب ہوتا ہے۔ جب ایسے معزز مرشد کے دیدار اور محبت کی دولت نصیب ہو جائے تو اسکا اثر وجود میں پایا جاتا ہے۔ جتنا بھی ممکن ہو اس کی حفاظت کرے اگر اس سلسلہ میں فتور (خرابی) پیدا ہو تو پیر و مرشد کی صحبت میں حاضر ہونا چاہیئے تاکہ اسکی برکت سے اس نعمت کی نگرانی ہوسکے ایک بار کے بعد دوسری بار اسی طرح اس وقت تک دہراتا رہے جب تک کہ اس کیفیت کا ملکہ (مہارت) حاصل ہو جائے۔ اگر وہ مقصود غائب بھی ہو جائے تو اسکی صورت کو اپنے خیال میں بٹھائے ہوئے جملہ ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ قلب صنوبری کی جانب متوجہ ہو جائے۔ دل میں جو بھی خیال آئے اسکی نفی کرے یہاں تک کہ بے خودی کی کیفیت طاری ہو جائے اور تکرار کے ذریعہ اس عمل میں ملکہ حاصل کرے اور کوئی دوسرا طریقہ اس سے زیادہ موثر نہیں ہے۔

ان تینوں طریقوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ تمام اوقات میں قلب صنوبری پر توجہ ضروری ہے جسکو اس جماعت کی عام اصطلاح میں "وقوفِ قلبی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اصطلاحات:۔

"لطائفِ اشرفی" میں ہے کہ حضرت عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ طالبوں کا طریقہ گیارہ کلمات پر مشتمل ہے ۔پہلا "یاد کرد" ۔دوسرا "باز گشت" ۔تیسرا "نگہداشت" ۔چوتھا "یادداشت" ۔پانچواں "ہوش در دم" ۔چھٹا "سفر در وطن" ۔ساتواں "نظر بر قدم" ۔آٹھواں "خلوت در انجمن" ۔نواں "وقوفِ قلبی" ۔دسواں "وقوفِ زمانی" ۔گیارھواں "وقوفِ عددی۔

1 ۔ یاد کرد: ۔اس سے مراد زبان یا سانس یا دل کے ذریعے ذکر کرنا ہے ۔یعنی سالک کو چاہئے کہ مرشد سے جس ذکر کی تلقین ہوی ہے اسکی تکرار پر ہمیشہ اس طرح قائم رہے کہ ایک لمحہ بھی اس سے خود کو غافل نہ رکھے تاکہ حضوری حق نصیب ہو اور خودی سے آزادی ملے۔

2 ۔ بازگشت: ۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہر بار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہے پھر اس خیال کے ساتھ خدا سے رجوع ہو کہ "اے مالک! مقصود اور موجود تیری ہی ذات ہے" ۔

3 ۔ نگہداشت: ۔اس سے مراد یہ ہے کہ ذات حق کے سوا دین دنیا کا کوئی خیال دل میں آنے نہ دے اور اس خیال کے ساتھ یاد حق میں ڈوبا رہے۔

4 ۔ یادداشت: ۔اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر و فکر میں محویت کے ساتھ دم بہ دم ثابت قدم رہے۔

5 ۔ ہوش دردم: ۔اس سے مراد یہ ہے کہ آنے اور جانے والی ہر سانس ذکر حق سے خالی نہ رہے اور ہر وقت ذکر کیلئے مقرر رہے۔

6 ۔ سفر در وطن: ۔اس سے مراد بری صفات کو اچھی صفات سے تبدیل کر دینا اور عالمِ شہادت ہی میں عالمِ غیب کے امور کے آغاز اور انجام کو دیکھ لینا ہے۔

از سرِ شورِشِ من سودائیم
در خیالاتش چو سو فسطائیم

میں اس (حق تعالیٰ) کی آشفتگی میں دیوانہ ہو رہا ہوں اسی کے خیالات میں سو فسطائی (ایک فلسفی کا نام) کی طرح (وہی) ہو رہا ہوں۔

7 ۔ نظر بر قدم:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شہادت، ناسوت، جبروت، ملکوت اور لاہوت سے ہاہوت تک نظر کو معرفت اور توحید کی طلب پر لگائے رکھے اور "اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ" (یعنی علم ایک نقطہ ہے) کے دائرہ پر رسائی حاصل کرے۔ اور بعض حضرات نے یوں بھی فرمایا ہے۔

معنیِ نظر بر قدم از برخواہی
چشمت بقدم دار چو آں در خواہی

اگر تو چاہے تو نظر بر قدم کا یہ معنی یاد رکھ کہ جب تو اس بارگاہ تک رسائی چاہتا ہے تو اپنی نظر کو اپنے قدم پر رکھ۔

8 ۔ خلوت در انجمن:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہاتھ اور دل کو مشغول رکھے (اسی کو "دست بکار دل بیار" کہا جاتا ہے یعنی ہاتھ کو کام میں اور دل کو دوست کی یاد میں مصروف رکھ)

9 ۔ وقوفِ قلبی:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دل اور سانس سے خبردار رہے تاکہ اس میں غیر کا خیال آنے کا راستہ نہ بن سکے۔

10 ۔ وقفِ زمانی:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضوری حق اور اس سے غفلت کے اپنے اوقات کا حساب کرے اور اس کو محاسبہ کہتے ہیں چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا" یعنی تمہارا حساب لئے جانے سے پہلے تم خود اپنا حساب کر لو)۔ اگر حضور حق میں قصور و فتور (یعنی کوتاہی یا بگاڑ) آجائے تو اسی وقت توبہ کرے بلکہ اپنے خود سے خاص توبہ کرے کہ تیری ہستی ہی تیرے راستہ میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

11 ۔ وقوفِ عددی:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر خفی اور ذکر جلی کا شمار ہاتھ پر نہ کرے اور ہوشیار رہے اور اس دوران وسوسے اور خطرات غلبہ کریں تو خلوت میں

دو رکعت نماز ادا کر کے پیرو مرشد کے تصور کے ساتھ ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اگر اس سے بھی وسوسے دور نہ ہوں تو تجلی جلالی و جمالی کو اپنے آپ پر جلوہ گر سمجھے اور خود کو اسی کے حوالے کر دے۔ اپنی تمام توجہ ذات بے کیف پر لگادے جس سے دل میں جمعیت کی کیفیت (سکون) پیدا ہو جائے گی یہاں تک کہ بے چینی اور انتشار دور ہو کر تسکین حاصل ہو گی۔

شغلِ نقلِ روح:۔

چار زانو بیٹھے پاؤں کے دونوں پنجوں کو دونوں زانوں پر لے آئے اور ہاتھوں کی دونوں کہنیوں کو دونوں پاؤں کے پنجوں پر رکھ کر دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں پیچ دے (موڑے) اور ناک تک سیدھے کرتے ہوے دونوں انگلیوں کے سروں سے ناک کے دونوں نتھنوں کو بند کر کے اپنے مرشد کے تصور کے ساتھ اسم ذات (اللہ) کا مسلسل ذکر دل سے جاری کرے۔ سانس کو چھوڑنے کے وقت سیدھے نتھنے سے چھوڑے۔ جب بھی فرصت پائے اس شغل میں مشغول رہے۔ دن اور رات کی کوئی قید نہیں۔ طرح طرح کی تجلیات ظاہر ہوں گی مگر ہر حال میں اس شغل پر پابندی کی کوشش کرتا رہے۔ جو کوئی اگر تین سال تک اس شغل پر پابند رہے گا تو وہ کمال کے درجہ پر پہنچ جائے گا۔ یعنی روح کا منتقل کرنا حاصل ہو جائے گا۔

چند اذکار:۔

حضرت شہباز بلند پرواز سید محمد حسینی گیسودراز بندہ نواز قدس سرہٗ کے خلفِ صادق حضرت سید شاہ اکبر حسینی عرف "شاہ بڑے" علیہ الرحمہ کے ارشاد کے بموجب یہ اذکار و اشغال ہیں۔ سب اذکار تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی فرمودہ ہیں۔ ان میں سے بعض اذکار کی تعلیم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے الگ الگ طریقہ پر دی گئی ہے۔ یعنی حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے ارشاد نبوی ہوا کہ "اے علی! میں تمہیں وہ راستہ بتلاتا ہوں کہ جسکی بدولت تم خدائے عزوجل کا راستہ دیکھ لوگے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض

کیا "بہت اچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم" ۔ پھر ارشاد نبوی ہوا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو" علی رضی اللہ عنہ نے کہا "یا رسول اللہ علیک الصلوۃ والسلام! کیا ہمیشہ یہی کہتا رہوں" پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں جس طریقہ سے بتلاتا ہوں اس طرح کہو" ۔ چنانچہ بعض اذکار جنکی تعلیم حضرت علی و حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو دی گئی ان میں سے ایک ذکر دو حلقی ہے۔

ذکر دو حلقی جلی:۔

اسکا طریقہ یہ ہے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کو دل کے منہ سے اس تصور کے ساتھ نکالے کہ سر اور گردن گھما کر دل سے غیر حق کو نکال رہا ہے یعنی پہلے سر اور گردن کو سیدھی جانب موڑ کر حلقہ کی طرح بناتے ہوے سینہ تک لائے پھر بائیں جانب جھٹکا دے یعنی "اِلَّا اللّٰہ" کی ضرب کو دل کے منہ پر وہیں لگائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کہتے ہوے اور دل میں خدائے تعالی کے انوار سے نور ظاہر ہونے کا تصور کرتے ہوے سر اور گردن کو پیچ دیتے وقت دو حلقوں کا تصور کرے ۔ پہلے پیچ یعنی پہلے حلقہ میں یہ تصور رہے کہ میں دنیا کو پیچھے چھوڑ رہا ہوں اور اسکو دل سے باہر نکال رہا ہوں ۔ اور دوسرے پیچ یعنی دوسرے حلقہ میں یہ تصور کرے کہ عقبیٰ کو دل سے باہر نکال کے دور کر رہا ہوں اور خدائے واحد کو دل میں بسا رہا ہوں اور آواز ربط کو بلند کرتے ہوے ارادہ کرے کہ "لَآ اِلٰہَ" کہتے وقت آواز ربط دل کی گہرائی سے آئے اور دل کی گیرائی میں سما بھی جائے اور ذکر کے وقت حضوریِ حق کا تصور رکھے اور یوں خیال کرے کہ حق تعالیٰ کے حضور بیٹھا ہوا ہوں ۔ مراقبہ کے معنی یہی ہیں اور یقین جانے کہ دم بدم حق تعالیٰ حاضر و ناظر اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور دل کو خطرات سے ہٹا کر مرشد کی جانب توجہ اور التجا سے پیش آئے کیونکہ شیخ کی توجہ کی بدولت خطرات دور ہو جاتے ہیں۔

ذکر دو حلقی خفی:۔

یہ ہے کہ سر اور گردن کو پیچ دیئے بغیر ربط "اِلَّا اللّٰہ" کے تصور و خیال میں سانس کو روکتے ہوے دو حلقے بنائے کہ اس سے بھی خطرات دور ہو جاتے ہیں ۔ کوئی

بھی ذکر ہو، اسے سانس روک کر کیا جائے تو اسکی بڑی تاثیر ہوتی ہے۔ اگر ذاکر اپنے کھانے، پینے، سونے، بولنے اور مخلوق سے میل جول وغیرہ کو بھی روک کر کم سے کم کردے تو اس کو بہت جلد منزل مقصود تک رسائی ہو جاتی ہے۔

ذکر حدادی:۔

ہر حال میں یہ تصور رہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے سوائے کوئی مقصود نہیں یہی ملحوظ رہے۔ چنانچہ حضرت شہباز گیسو دراز قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ "کشف مرید بر حسب تصور معنیٰ" جس کے معنیٰ یہی ہیں کہ "دل بیار و دست بکار" یعنی دل یار کی یاد میں اور ہاتھ کام میں لگا رہے۔

دیگر اذکار:۔

(1) ذکر کا جو طریقہ حضرت علی و بلال رضی اللہ عنہما کو تلقین کیا گیا تھا وہ یہ ہے کہ پہلے ربط " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ " میں سر کو زمین کی طرف دل کے منہ پر اس طرح جھکائے کہ پہلا ربط سیدھی جانب پھر بائیں جانب پھر دل کے منہ پر غرض دل پر ذکر کا ربط اس طرح مارے کہ اس کا منہ کشادہ ہو جائے اکثر ذکر دو حلقی کی تعداد پانچ سو تا تین ہزار بار ہے اور جس قدر بھی زیادہ کرے اسی قدر جلد مراد کو پہنچے۔ ہر ذکر کو مثلاً ایک ہزار بار تک پہنچے تو اس میں کمی نہ کرے بلکہ دن بدن اس میں اضافہ کرتا رہے۔

(2) نماز کی طرح نشست میں بیٹھے اور سیدھے زانو کو کھڑا کرے اپنے سینہ کو قبلہ کی طرف دراز کرکے اس طرح ربط مارے کہ پہلے دو زانوؤں پر اور بعد میں دل پر ہو۔

(3) کھڑا ہو کر سیدھا پاؤں آگے بڑھائے پھر ایک پاؤں پر رکوع کرے اور رکوع کی حالت میں نیچے کی طرف ربط مارے پھر کھڑا ہو جائے اور دل پر ربط مارے۔

(4) سیدھا پاؤں آگے بڑھا کر کھڑا ہو جائے اور پہلے ربط کے قریب اس حال میں چہرہ اوپر کی طرف اٹھا کر دوسرے ربط کے قریب پیچھے آئے اور پہلا ربط مارے۔

(5) چار مصحف (قرآن پاک) کھول کر ایک سیدھی جانب، ایک (دوسرا) بائیں جانب ایک (تیسرا) سامنے کی جانب، اور ایک (چوتھا) اپنی گود میں رکھے۔ پہلا ربط سیدھی جانب کے مصحف پر لگائے۔ پھر بائیں جانب کے مصحف پر پھر گود میں کے

مصحف پر پھر سامنے کے مصحف پر لگائے۔اس ذکر میں ذاکر پر قرآنی تجلی ظاہر ہوتی ہے مگر بہت زیادہ ذکر کرے یعنی اسم ذات (اللہ) یا کلمۂ طیبہ کے ساتھ ربط لگائے۔

(6) ایک ہی مصحف اپنے آگے رکھکر پہلا ربط اس پر لگائے پھر اپنے دل پر لگائے اس ذکر میں باری تعالیٰ کی تجلی نصیب ہوتی ہے۔

(7) آگ کو اپنے سامنے رکھ کر پہلا ربط آگ پر پھر دل پر مارے۔اس ذکر میں دل سے انوار کا ظہور ہونے لگتا ہے بشرطیکہ حضوری حق قائم رہے اور متقی اور پرہیزگار بھی ہو۔

(8) "بسان غلطیدن" یعنی "لوٹنے پوٹنے" کا طریقہ ہے یعنی پہلا ربط پیچھے کی طرف پھر سیدھی جانب پھر بائیں جانب لگائے۔

(9) "لَآ اِلٰہ" کو بائیں زانو سے کندھے تک کھینچ کر ربط "اِلَّا اللّٰہ" دل پر مارے یہ ایک رکن کا ذکر ہے اور جبرئیلیہ اور سہروردیہ اور شیخ خالد کا ذکر بھی یہی ہے۔

(10) ذکر کروتین و جبردتین یہ ہے کہ "لَآ اِلٰہ" کو دل کی جانب سے اوپر کی طرف کھینچتے ہوئے ربط "اِلَّا اللّٰہ" کو پھر دل پر مارے۔

ذکر اَبدالاں:۔

(1) کھڑا ہو جائے اور ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھکر سینہ قبلہ کی طرف دراز کرے پہلا ربط "لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ" قبلہ کی طرف مارے اسکے بعد سینہ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے پھر قبلہ کی طرف ربط مارے۔یہ "ذکر اَبدالاں" ہے۔

(2) "ذکر اَبدالاں" یہ بھی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف دراز کر کے اس تصور کے ساتھ کہ ہوا کے ذریعہ منہ کے اندر خدائے تعالیٰ کے انوار داخل ہو رہے ہیں کھڑا ہو جائے اور خود کو ہلاتے ہوئے اپنی طاقت کے موافق اپنی خوشی کا اظہار کرے۔ اور یہ ذکر کھڑی ہوئی حالت میں کرے منہ اپنی گود کی طرف رہے اور سیدھا ہاتھ ڈالتے وقت اور سنتے وقت اور دیکھتے وقت بھی کرے۔ سیدھا ہاتھ اوپر کی طرف لیجاتے وقت اور منہ اپنی گود کی طرف لاتے وقت بھی کرے۔

(3) "ذکر اَبدالاں" یہ بھی ہے کہ نماز میں مردانی نشست پر بیٹھے اور سیدھے ہاتھ کو آگے دراز کرے اور خود اوپر کی جانب متوجہ ہو کر مٹھی بند کر لے اور "لَآ اِلٰہ اِلَّا

اللہ " کہتے وقت یہ تصور کرے کہ دل سے غیر خدا کو نکال کر باہر ڈال رہا ہوں پھر ہاتھ کھولے اور پھر اس تصور کے ساتھ مٹھی بند کر لے کہ خدائے تعالی کے انوار کو اپنے منہ میں سمیٹ رہا ہوں اور کہے "اِلاَّ اللہ " یعنی ربط مارے ۔ اسکے بعد بائیں ہاتھ سے بھی اسی طرح کرے ۔ اس ذکر میں بڑی تاثیر ہے اگر اس ذکر پر ہمیشہ قائم رہے تو حضور ابدال کا شہود ہوگا یعنی ابدال حاضر ہو کر ذکر میں شریک ہو جائیں گے ۔

ذکر "اَنَا فِیہِ ھُوَ فِیْ ":-

پہلے "اَنَا" کہہ کر اسکا اشارہ دل کی طرف کرے ۔ گردن کو جھکا کر سر کو دل تک لیجائے پھر سر کو آسمان کی طرف اٹھائے اور "فِیہِ" کہے اور اسکے ساتھ ہی ملا کر "ھُو" کہتے ہوئے دل پر ربط مارے اور "فِیْ" کہے اور ذکر کے دوران اس مصرع "اَنَا مِنْ اَھْوٰی وَ اَھْوٰی مِنْ اَنَا" کو "اَنَا فِیہِ ھُوَ فِیْ " کے ذکر کی طرح بار بار دہرائے ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس ذکر کے بجائے اگر چاہے تو "اَنَا اَنْتَ اَنْتَ اَنَا" کہے اور "اَنَا فِیہِ ھُوَ فِیْ " کے طریقہ پر ربط مارے ۔ اور اگر چاہے تو "اَنَا ھُوَ ھُوَ اَنَا" کہے ۔ اس ذکر میں بعض صوفیۂ کرام نے الہام پایا ہے ۔ اور اگر چاہے تو ہندی زبان میں "ہوں توں توں ہوں" کہے اور "اَنَا فِیہِ ھُوَ فِیْ " کے طریقہ پر ربط مارے ۔

ذکر "ھُو ھُو ":-

(۱) ذکر "ھُو ھُو " کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سیدھی جانب پھر بائیں جانب اور آگے کی طرف "ھُو" کو واو کے زبر کے ساتھ اور اسکے بعد دل پر "ھُو" کو واو پر جزم کے ساتھ کہے ۔

(۲) "ھُو" کا ذکر یہ بھی ہے کہ پہلے "ھُو" کو واو پر جزم کے ساتھ سیدھی جانب کہے اور بعد میں دل کی طرف کہے ۔

(۳) "ھُو" کا ذکر یہ بھی ہے کہ پہلے چہرہ اوپر اٹھا کر سانس کو کھینچے اور چھوڑتے وقت "ھُو" کو واو پر زبر کے ساتھ کہے تو معلوم ہوگا کہ یہ شغل عجیب وغریب ہے ۔

(۴) یا "ھُو" کو واو پر جزم کے ساتھ سیدھی، بائیں اور سامنے اور نیچے کی جانب کہے ۔

(۵) اول دل سے "لَا ھُو" کو کھینچکر شروع کرے اس تصور کے ساتھ کہ دل سے ماسوی اللہ کی ماہیت کو باہر نکال رہا ہوں پھر سر کو اٹھا کر "لَا ھُو" کے ساتھ دل پر ربط مارے۔

ذکر روح:۔

ذکر روح وہ ہے جسکی تلقین حضرت سید محمد حسینی گیسودراز قدس سرہ نے بعض مریدوں کو فرمائی تھی اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آسمان کی طرف "یَا رُوحُ" کہے اور پھر دل کی طرف "یَا رُوحَ الرُّوحِ" کہے۔

ذکر کشف القبور:۔

(۱) کشف قبور کا ایک طریقہ یہ ہے کہ نو سکھ مرید پہلے کسی قبر کی طرف جائے اور قبر کی میت کے چہرے کے بالکل مقابل بیٹھکر ذکر اور مراقبہ کرے۔ جو کامل ہوتا ہے اس کو قبر پر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ جہاں کہیں بھی ہوتا ہے مُردوں کے حالات دیکھ سکتا ہے۔ کشف قبر کا ذکر یہ ہے کہ قبر کے نزدیک بیٹھکر اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھاتے ہوئے "یَا نُوْرُ" کہے اور اپنے دل پر ربط مارے اور حال قبر سے "اکشف" (کھل جا) کہے۔ پھر تیسرا ربط میت کے مقابل ہو کر لگائے تاکہ وہ اپنا حال کہے۔

(۲) میت کی مقبولیت، دعوت اور مغفرت کے اذکار کا دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ پہلے سیدھی جانب "یَا قَرِیْبُ" اور بائیں جانب "یَا رَقِیْبُ" اور نیچے زمین کی طرف "یَا مُحِیْطُ" اور آسمان کی طرف "یَا مُجِیْبُ" کہے اور "یَا مُجِیْبُ" کہتے وقت دو گھٹنوں پر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھائے اور ذکر ختم کرتے وقت ہر بار اپنا ہر وہ مقصد جسکا آرزو مند ہے، دل میں لائے اسی طرح خوب ذکر کرے۔

ذکر انوار:۔

ذکر انوار یہ ہے کہ پہلے "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا" (یعنی اے اللہ مجھے نورانی بنادے) کا ربط دل پر مارے اسکے بعد سیدھی جانب "یَا نُوْرُ" اور بائیں

جانب "یَانُورَ النُّوْرِ" کہے ہر روز جتنا بھی ممکن ہو سکے یہ ذکر کرے۔

ذکر مرشد:۔

ذکر مرشد یہ ہے کہ پہلے مرشد کا نام لے اور آنکھیں اوپر کی جانب برابر رکھکر دل پر ربط مارے۔ہر روز ایک ہزار بار سے کم نہ کرے بلکہ زیادہ کرے تو بہتر ہے۔

ذکر دفع امراض:۔

بیماری اور درد کو دفع کرنے کا ذکر یہ ہے کہ پہلے سیدھی طرف "یَااَحَدُ" اور بائیں طرف "یَاصَمَدُ" اور دل پر "یَافَرْدُ" اور اوپر کی طرف اپنا سر اٹھا کر "یَاوِتْرُ" کہے۔

ذکر کشف حقائق اشیاء:۔

(چیزوں کی حقیقتوں کے کھلنے کا ذکر) یہ ہے کہ نماز میں مردانی نشست پر بیٹھکر پہلا ربط سامنے سے اوپر کی طرف مارے اور کہے "یَااَحَدُ" پھر دل پر ربط مارے اور کہے "یَاصَمَدُ" اگر چاہے تو سیدھی اور بائیں جانب بھی کہے۔

ذکر فہم تجلیات جمالی:۔

(جمالی تجلیات کو سمجھنے کا ذکر) یہ ہے کہ جس چیز کو بھی دیکھے اس میں غور و فکر کرے اور "یَارَبْ یَاھُو" کہے پھر اس چیز کی ماہیت کو معلوم کرنے کی طرف توجہ کرے تو حق تعالی اپنے کرم سے اس چیز کی اصلیت کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے گا

ذکر رفتار:۔

چلتے وقت اگر بہت تیز تیز چل رہا ہو تو ہر قدم رکھتے وقت "اِلَّا اللّٰہ" کہے اور اگر آہستہ چل رہا ہو تو پہلے سیدھا قدم رکھتے وقت "لَا" اور بایاں قدم رکھتے وقت "اِلٰہ" پھر سیدھے قدم رکھتے وقت "اِلَّا" اور بایاں قدم رکھتے وقت "اللّٰہ" دل سے کہے۔

ذکر عروج سماوات:۔

(آسمانوں کی بلندیاں پانے کیلئے ذکر) یہ ہے کہ سیدھی جانب "یَا عَالِیُ" بائیں جانب "یَا عَلِیُّ"، سامنے کی طرف "یَا رَافِعُ" اور آسمان کی طرف "یا رفیع" کہے۔

ذکر کشف عرش:۔

یہ ہے کہ "اَنْتَ اِسْتَوَیْتَ عَلَی الْعَرْشِ" (یعنی تو ہی عرش پر جلوہ گر ہوا) کہتے ہوئے جنت آسمان کی طرف سے شروع کرے اور "اَلْعَرْش" کہتے وقت دل پر ربط مارے۔

ذکر کشف روح:۔

یہ ہے کہ پہلے سیدھی جانب "سُبُّوْحٌ" بائیں جانب "قُدُّوْسٌ" کہے پھر سر کو قبلہ کی طرف اٹھا کر "رَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ" کہتے ہوئے دل کی طرف "وَالرُّوْح" کہے۔

ذکر بزبان ہندوستانی:۔

(یعنی پنجابی زبان میں) جو حضرت شیخ المشائخ شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ کا خصوصی ذکر ہے اور جو پنج رکنی طریقہ پر ہے وہ اس طرح کہ پہلے سیدھی جانب "آنہاں تون" کہے اور بائیں جانب "ایہنا تون" اور آسمان کی جانب "او نہاں تون" کہے۔

ذکر مشی قدم بوقت استبرا:۔

پاکی حاصل کرنے کے وقت (مثلاً ڈھیلوں سے طہارت کرتے وقت) ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کو کندھے تک اٹھائے ہوئے سیدھا قدم بڑھائے اور جلدی جلدی "یَا اَحَدُ" کہتا جائے پھر بایاں قدم بڑھاتے ہوئے "یَا صَمَدُ" اور پھر سیدھے قدم پر "یَا فَرْدُ" پھر بائیں قدم پر "یَا وِتْرُ" کہے۔ آمد و رفت میں طہارت سے فراغت حاصل کرنے تک اسی طرح کرتا جائے۔

ضروری وضاحت:۔

یہ جان لو کہ قلب صنوبری گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو سرنیچے کئے (الٹا) ہے اور روح حیوانی کا قائم مقام ہے اور روح انسانی جو کہ حکماء کے نزدیک نفس ناطقہ اور صوفیۂ کرام کے نزدیک روح اعظم ہے وہ سب حق سبحانہ تعالیٰ کا فیض اور اسکے احکام میں سے ایک حکم اور اسکی شانوں میں سے ایک شان ہے اور "ھُو" غیر مخلوق ہے اور اس روح کے سوا سب حیوانی اور نباتی مخلوق ہیں اور موت سے مراد روح حیوانی کا چلے جانا ہے اس پر حکماء اور صوفیہ کا اتفاق ہے۔ قلب صنوبری سینہ سے بائیں طرف واقع ہے اور جسکا منہ بائیں جانب اوپر کی طرف جھکا ہوا ہے۔ لہذا اگر اس پر ربط کی ضرب واقع ہو تو اسکے اطراف گھری ہوی جو آلودگی و غلاظت اسکا منہ بند کر دیتی ہے وہ سب جل کر دور ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر ذاکر ذکر سے فارغ ہونے کے بعد سانس کو روک کر مراقبہ میں مشغول ہو جائے تو کثرت سے ذکر کرنے کی صورت میں دل کا منہ کھل جاتا ہے گویا کہ ذکر ایک بھتے کا کام کرتا ہے۔ جس قدر ذکر زیادہ کرے گا اسی قدر شوق میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ غرض ذکر کے بغیر دل کی صفائی اور عادتوں کو ترک کئے بغیر یعنی مجاہدہ کئے بغیر نفس کی پاکیزگی ناممکن ہے۔ اور ان دونوں باتوں کا حاصل کرنا تو حلال رزق کھائے اور سچ بولے بغیر محال ہے۔

مراقبۂ نماز:۔

مراقبۂ نماز جو تمام مراقبوں سے افضل اور عین حضوری حق کا موجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ (یعنی "اَللّٰہُ اَکْبَرُ") کہتے ہوئے ہاتھوں کو دونوں کانوں تک اٹھائے اور اس وقت ذکر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" یعنی "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ" کا تصور کرے اور اس تصور کو قائم کر کے سمجھے کہ میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں جب کانوں سے ہاتھ چھوڑ کر رکعت باندھ لے تو پیشانی سے لیکر پاؤں کی انگلیوں تک برزخ احمدی و محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تصور کرے جو اس حدیث کے حکم کے بموجب ہے کہ "خَلَقَ آدَمَ مَعَ الصَّلٰوۃِ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ کَالْاَلِفِ وَفِی الرُّکُوْعِ کَالْحَاءِ وَفِی السُّجُوْدِ کَالْمِیْمِ وَفِی الْقَعْدَۃِ کَالدَّالِ"

یعنی آدم (علیہ السلام) کو (اللہ تعالیٰ نے) نماز کے ساتھ پیدا فرمایا اس طرح کہ نماز کے دوران قیام میں "ا" کی طرح اور رکوع میں "ح" کی طرح، سجدہ میں "م" کی طرح اور قعدہ میں "د" کی طرح (شکل بنتی ہے) یہ اسم "اَحْمَدْ" صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رَأْسُہٗ کَالْمِیْمِ یَدُہٗ کَالْحَاءِ وَمِیْمُ الثَّانِیْ کَالْبَطْنِ وَرِجْلُہٗ کَالدَّالِ" یعنی اس (آدم علیہ السلام) کا سر "م" کی طرح اور اسکا ہاتھ "ح" کی طرح اور اسکا پیٹ دوسرے "م" کی طرح اور اسکا پاؤں "د" کی طرح ہے۔ یہ اسم "مُحَمَّدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تصور ہے۔ اللہ کا ذکر اس خیال کے ساتھ ہو کہ وہ تمام بدن سے جاری رہتا ہے یعنی قیام کے وقت پیشانی اور سر پیش نظر رہے جو کہ اللہ کا نقش ہے اور جو اسم "مُحَمَّدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قائم مقام ہے اسکی پہلی میم سے آخر تک کا تصور کرتے ہوئے اپنے قد کو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الف کی طرح سمجھے اور حضوری دل کے ساتھ نماز میں مشغول ہو۔ ثنا پڑھتے وقت یہ خیال تصور میں لائے کہ میں حق تعالیٰ کی راست پیشی میں یہ ثنا کہہ رہا ہوں اور یہ توفیق و قدرت بھی اسی کی طرف سے عطا ہوئی ہے (پھر یوں خیال کرے) بھلا میری ہستی ہی کیا ہے۔ اپنی تعریف وہ خود ہی فرما رہا ہے اور فاتحہ پڑھنے کے دوران یہی تصور کرے کہ وہ خود اپنی حمد بیان فرما رہا ہے۔ جب مقام دعا یعنی "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" سے آخر تک (یعنی "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" تک) کی آیات پر پہنچے تو اسکے معنی کے لحاظ سے یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ کی جناب ہیں کسی واسطے کے بغیر اپنی استدعا پیش کر رہا ہوں اور یہ جانے کہ یہ استدعا بھی اسی کی تعلیم کی بدولت ہے۔ جب (ضَمِّ) سورہ پڑھنا شروع کرے تو سمجھے کہ میری استدعا کے جواب میں حق سبحانہ تعالیٰ میری زبان سے یہ کلام ارشاد فرما رہا ہے۔ یعنی حق کو کلام فرمانے والا اور خود کو سننے والا تصور کرے۔ جب ضَمِّ سورہ پورا ہو جائے تو رکوع میں جائے۔ جب رکوع کی حالت میں ہاتھوں کو زانو پر رکھے تو اسے اسم "مُحَمَّدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "ح" اور پیٹ کو دوسرا "م" تصور کرے اور نظر کو پاؤں پر رکھے جو "مُحَمَّدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "د" اور "اَللّٰہ" کا نقش ہے اور رکوع کی حالت کو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "ح" کی جگہ جانے۔

لہٰذا رکوع میں اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پورا تصور حاصل ہو گیا۔ اور اس حالت میں تصور کرے کہ میں اس رکوع کے ذریعہ اس کلام پاک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" یعنی میرا رب پاک ہے جو عظمت والا ہے اور اسکے سوا کوئی موجود نہیں کہ رکوع کرنے کی یہ قدرت بھی اسی کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور پاؤں کے پنجوں پر جو "اَللّٰہ" کا نقش ہے، "اَللّٰہ" کے ذکر کے خیال کو تمام قالب میں سمایا ہوا سمجھے۔ جب قومہ (رکوع کے بعد کھڑا ہونا) میں آئے تو "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوَ" یعنی اسکے سوا کوئی موجود نہیں کا تصور کرے جو احمد و محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصف کا نشان ہے۔ بہرحال اسی کی ایک ذات معبود ہے اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" اور "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد" کہتے وقت بھی ان کے معنی کی روشنی میں یہ تصور کرے کہ حق تعالیٰ اپنی ہی صفت کی زبان سے اپنی ہی حمد سماعت فرما رہا ہے۔ اور اسی کی ایک ذات موجود ہے۔ جب حضوری کا یہ تصور قائم ہو جائے تو اس وقت آداب و سلام کے بجائے سجدہ میں چلا جائے۔ اس سجدہ میں خضوع و خشوع (عاجزی اور خوف) کے ساتھ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کی تسبیح کہے اور برزخ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تصور کے ساتھ جو سرتاپا اسی شکل پر ہے، نگاہ کو ناک پر جمائے رکھے جو نقش "اَللّٰہ" کا "ل" ہے۔ اور سجدہ کی اس شکل کو "اَحْمَدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "م" تصور کرتے ہوئے سرتاپا خیال بنکر "اَللّٰہ" کا ذکر کرے اور اس میں یہ تصور کرے کہ وہی ذات احد ہے جس نے وحدت سے الوہیت اور روحوں تک نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفت کے ساتھ خود کو ظاہر فرمایا۔ اسی کی ذات معبود (جسکے لئے عبادت کی جائے) اور مسجود (جسکے لئے سجدہ کیا جائے) ہے اور ہم سب عابد (عبادت کرنے والے) ہیں یعنی سجدہ میں یہ تصور کرے کہ اسی کی ذات معبود و موجود ہے اور میں جو سجدہ کر رہا ہوں اس کو وہ دیکھ رہا ہے۔ جب سجدہ سے جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں بیٹھے تو تصور کرے کہ اپنے معبود کے روبرو ہی بیٹھا ہوا ہوں جب دوسرے سجدہ میں جائے وہی خیال ملحوظ رکھے۔ یعنی حق تعالیٰ کی حضوری کے خیال کے ساتھ جو معبود ہے تسبیح کہتے ہوئے سرتاپا ذکر کرے اور اس خیال کے ساتھ کہے کہ تو ہی قدرت والا تو ہی سننے والا، تو ہی

دیکھنے والا، اور تو ہی حاضر ہے اور تیرے سوا کوئی موجود نہیں۔ جب قعدہ میں بیٹھے تو اسکو "اَحْمَدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "د" کی طرح سمجھے معراج محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تصور کے ساتھ التحیات پڑھے اور یہ تصور کرے کہ تو وہ معبود ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے تیری ہی ثناء سن رہا ہے اسی طرح التحیات سے دعائے ماثورہ تک کے دوران حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھے اور خود کو صرف عابد (عبادت گزار) اور محض بندہ (ناچیز) تصور کرے اور نظر کو سینہ پر رکھے اور آدم کے حروف کو تصور میں لاتے ہوئے خیال کرے کہ میں آدم ہوں جو مخلوق ہے اور تو خالق و رزاق ہے۔ جب سلام پھیرے تو نظر کانوں کے اوپر ڈالے جو "مُحَمَّدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی "م" ہے۔ رخسار سے کاندھے تک جو "مُحَمَّدْ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "ح" ہے نگاہ ڈالے اور لفظ سلام کے ساتھ تصور کرے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یعنی وحدت سے کثرت تک اپنی اس صفت کا ظہور فرمایا اور ہر چیز میں اپنی صفت یعنی نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود فرمایا بلکہ حضوری حق کا یہ خیال تصور میں لائے کہ وہی موجود ہے اور اسی کی ذات فاعل حقیقی ہے۔ سلام کے بعد جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو نگاہ ہاتھوں کے پنجوں پر رکھے جو "اَللّٰہ" کے نقش کے قائم مقام ہیں اور حضوری ذات میں اسم ذات کے تصور سے مشرف ہو جائے۔ گویا خود کو پوری طرح حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر جانے، کمالِ ادب اور نہایت خوف، زاری و عاجزی کے ساتھ دعا کرے اور دعا کی حالت میں سرتاپا برزخ محمدی کے خیال کو تصور میں لائے، حضرات خمسہ کو ملحوظ رکھے اور دعا کے پہلے اور آخر میں درود شریف بھی اس حضوری محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ضرور پڑھے کہ آپ ہی اول و آخر کے مظہر ہیں کیونکہ پہلے اور آخر میں درود شریف پڑھنا دعا کی قبولیت کا موجب ہے۔ ایک تو پہلے اور بعد درود شریف پڑھیں اور دوسرے خوف، عاجزی اور زاری کی حالت ہو کہ دل میں جتنا زیادہ خشوع ہوگا دعا کی قبولیت اتنی ہی قریب ہوگی۔ مگر نماز میں شروع سے آخر یعنی سلام تک ہر رکن اور ہر حرکت میں اس خیال کو تصور میں لاتے ہوئے ذکر کرے کہ وہ تمام قالب اور سارے موجودات میں ہے۔ جب سہو (بھول) واقع ہو تو تسبیح کے انتقالات کے وقت اسم ذات (یعنی اللہ) کی

یاد کو دگنا کر دے۔ جب اس تصور اور خیال کے ساتھ نماز میں مشغول ہو تو خطرات آنے نہیں پاتے۔ "عِبَادَةُ الْفُقَرَاءِ نَفِيُّ الْخَطْرَاتِ" (یعنی فقراء کی عبادت میں خطرات کی نفی ہوتی ہے) سے مراد یہی خیال اور مراقبۂ نماز ہے۔ اللہ کے فضل سے ایک نور پیدا ہوگا جس میں تو محو ہو جائے گا۔ جیسا کہ تمام اولیا اپنی نماز میں حضوری حق کے اسی تصور میں محو اور بے خود ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا حال تو سنا ہوگا کہ نماز کے دوران اس درجہ محویت رکھتے تھے کہ آپ کے مبارک پاؤں سے تیر باہر نکالا گیا اور خون بہنے لگا پھر بھی آپ کو اسکی کچھ خبر ہی نہ ہوی۔ حدیث شریف "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" (یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے) کے حکم کے بموجب ایسی ہی نماز معراج ہے مگر شرط یہ ہے کہ نماز اسی طریقہ سے ادا کی جائے جسکا اوپر ذکر ہوا۔ لہذا مراقبۂ نماز تمام مراقبوں سے افضل ہے کہ اس میں ذکر بھی ہے فکر بھی اور عبادت بھی ہے اور حق تعالیٰ کی حضوری بھی۔ لہذا اکثر اولیائے عظام فرض نماز کے علاوہ نفل نمازوں میں دن رات مشغول رہتے ہیں کہ اس میں محض حضوری حق ہے اور کلام الٰہی سنتے ہوے اس میں محو ہو جاتے ہیں اور وصال حق حاصل کرتے ہیں۔

اے عزیزو! اذکار کے ختم پر میں نے جو مراقبہ لکھا ہے در حقیقت وہ ختم الذکر ہے (یعنی ذکر اس پر ختم ہے) اور افکار اور جملہ مراقبات کی تمام ترکیب اسی میں موجود ہے۔ بہر حال نماز کے وقت اس مراقبہ میں مجاہدہ (جد و جہد) کریں اور فی الحال جیسا کہ ہونا چاہیے ویسا مراقبہ حاصل نہ ہو تو پھر ایک بار جس قدر ممکن ہو کوشش اور سہولت سے مشغول ہوجائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ مطلوبہ مقصد حاصل ہوجائے گا اور نماز کے بعد مراقبہ سے خالی نہ رہیں اور عبادت کے باب میں جو طریقہ میں نے لکھا ہے اسی ترکیب کے مطابق اپنے اوقات میں سے کسی بھی وقت ذکر و شغل سے خالی نہ رہیں اور جو اذکار و اشغال کہ اس باب میں لکھے گئے ہیں ان میں حسب موقع مشغول رہیں حق سبحانہ تعالیٰ اسکی توفیق دے خصوصاً اس گنہگار بندہ کو اور میرے فرزند سید احمد وغیرہ کو اور میرے بھانجے غلام جیلانی وغیرہ فرزندوں اور جملہ محبوں کو اپنی رحمت کے طفیل توفیق بخشے کہ اس مراقبہ کے ساتھ نماز ادا کریں اور رات دن

شغل، ذکر اور طاعت کا اہتمام کرتے ہوئے اپنی مراد تک پہنچیں ۔آمین ثم آمین ۔

ضروری وضاحت:۔

یہ جان لو کہ جب سالک مراقبہ اور ذکر اختیار کرے تو پہلے پہل ایک نور ظاہر ہوتا ہے اسکی پہچان ضرور کرنی چاہیے وہ اس طرح کہ اگر نور سفید نظر آئے تو وہ نور رحمانی ہے اور اگر سیاہ (کالا) دکھے تو وہ نور ذات ہے اور اگر وہ نور سیاہ مگر سرخی کی طرف مائل ہے تو وہ نور ابلیس ہے جو سالک کو دھوکہ دینے کی غرض سے روشن سا دکھائی دیتا ہے اور بائیں طرف سے آنے والے نور میں وسوسے اور دہشت ہوتی ہے۔ یا عمامہ باندھا ہوا اور ہاتھ میں عصا اور تسبیح پکڑا ہوا شیخ نظر آئے تو وہ بھی ابلیس ہی ہے ۔اس وقت اس کو مرشد سمجھکر مشاہدہ نہ کرے بلکہ لاحول پڑھے نیز شغل و ذکر شروع کرتے وقت گیارہ گیارہ بار کلمہ تجید اور درود شریف بھی پڑھے۔

ضروری ہدایت:۔

سالک کو چاہیئے کہ پہلے نفس کے گیارہ (۱۱)، قلب کے سولہ (۱۶) اور روح کے تیرہ (۱۳) درجوں سے ہو کر گزرے جو جملہ چالیس (۴۰) درجے ہیں تاکہ تزکیۂ نفس (نفس کی پاکیزگی)، تصفیۂ قلب (دل کی صفائی) اور تجلیۂ روح (روح کی نورانیت) حاصل ہوجائے۔

تزکیۂ نفس کے گیارہ درجے:۔

(چار (۴) نفس اور ان کے سات (۷) سر ملکر جملہ گیارہ (۱۱) درجے ہیں)

چار (۴) نفس حسب ذیل ہیں۔

۱۔پہلا "نفس امارہ" ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے۔

۲۔دوسرا "نفس لوامہ" ہے جو برائی پر ملامت کرتا ہے۔

۳۔تیسرا "نفس ملہمہ" ہے جو نیکی اور تقوے کا خیال دل میں ڈالتا ہے۔

۴۔چوتھا "نفس مطمئنہ" ہے جو حق تعالیٰ کے ذکر سے تسکین حاصل کرتا ہے۔

نفس کے (حسب ذیل) سات (۷) سر ہیں ۔سالک کو چاہیے کہ ساتوں سروں کو کاٹ پھینکے تاکہ اس کا (نفس کا) تزکیہ حاصل ہو۔

(۱) کبر۔(۲) حرص ۔(۳) حسد ۔(۴) شہوت ۔(۵) غضب ۔(۶) بخل ۔(۷) کینہ ۔
اس طرح نفس کی پاکیزگی کیلئے جملہ گیارہ درجے ہوئے۔

تصفیۂ قلب کے سولہ درجے:۔

دل کی صفائی کیلئے سولہ (۱۶) درجے ہیں۔
(۱) زہد کہ نفسانی خواہشات کو ترک کر دینا زہد ہے۔
(۲) تقوی کہ شرک، شہوت اور حرام باتوں سے پرہیز کرنا تقوی ہے۔
(۳) توکل کہ تمام دینی و دنیوی مہمات کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا توکل ہے۔
(۴) رضا یعنی جو بھی بات ہو خواہ رنج یا راحت اس سے راضی رہنا۔
(۵) ورع ۔(۶) صبر ۔(۷) شکر ۔(۸) خوف ۔(۹) رجا ۔(۱۰) یقین ۔(۱۱) اخلاص ۔(۱۲) صدق ۔(۱۳) مراقبہ ۔(۱۴) خلق ۔(۱۵) ذکر ۔(۱۶) خلوت ۔

تجلیۂ روح کے تیرہ درجے:۔

(۱) ارادت حق ۔(۲) استقامت ۔(۳) حیا ۔(۴) حریت ۔(۵) فتوت (یعنی جوانمردی) ۔(۶) محبت ۔(۷) عبودیت ۔(۸) مراقبہ یعنی حق تعالیٰ کے اسماء و صفات میں فکر کرنا ۔(۹) تمام تصرفات میں فکر ۔(۱۰) فقر ۔(۱۱) تصوف ۔(۱۲) صحبت ۔(۱۳) (تیرھواں درجہ "ادب" ہے)

وحی کی اقسام:۔

ارباب ظاہر یعنی محدثین عظام وغیرہ اور عارفان کرام سے بھی ثابت ہے کہ وحی کی سات قسمیں ہیں۔
(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو جناب کبریا کی جانب سے مقررہ الفاظ میں کلام الٰہی کا القاہو ۔یا لوح محفوظ سے معجزہ کی شکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر (کلام الٰہی) اترے ۔چنانچہ قرآن مجید کو اسی صفت یعنی " وصف اعجاز " کے ساتھ نازل فرمایا گیا۔
(2) دوسری قسم وہ ہے کہ الفاظ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوں لیکن اعجاز مقصود نہ ہو

چنانچہ حدیث قدسی میں فرشتہ اللہ کے مقررہ الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارتا ہے

(۳) تیسری قسم وہ ہے کہ صرف معنی فرشتے کے واسطے سے القاء ہوں اور عبارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ رُوْعِیْ اِنْ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ بِرِزْقِھَا" یعنی روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) نے یہ بات میرے دل میں ڈالدی کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک ہرگز نہ مریگا جب تک کہ وہ اپنا مکمل رزق حاصل نہ کرلے۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے کہ صرف معنی فرشے کے واسطے کے بغیر بارگاہ الہٰی سے آئے

(۵) پانچویں قسم وہ ہے کہ (وحی) گھنٹی کی صدا کی مانند ایک آواز کی صورت میں ہو "وَ ھٰذَا مِنْ اَشَدِّ اَنْوَاعِ الْوَحْیِ" (یعنی اور یہ وحی کی قسموں میں شدید ترین قسم ہوتی ہے)

کس ندانست کہ منزل گہِ معشوق کجا است
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

یعنی کوئی نہیں جانتا کہ معشوق کی منزل کہاں ہے؟ بس اتنا ہے کہ ہر گھنٹے کی آواز آتی ہے۔ (حافظ شیرازی علیہ الرحمہ کے) اس شعر کا اسی جانب اشارہ ہے۔

(۶) چھٹی قسم وہ ہے کہ "رویائے صادقہ" (یعنی سچے خواب) ہوں سچنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلرُّؤْیَةُ الصَّالِحَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءٍ مِنَ النُّبُوَّةِ" یعنی نیک آدمی کا نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف کا اشارہ اسی قسم کی طرف ہے اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ زمانہ نبوت (۲۳ سال) کی چھیالیس (۴۶) ششماہیاں شمار کی گئی ہیں کیونکہ نبوت اور وحی نازل ہونے کا زمانہ تیئس (۲۳) سال ہے جس کا دوگنا چھیالیس (۴۶) ہوتا ہے۔ ہر ششماہی کو نبوت کا ایک جز قرار دیا گیا ہے۔ لہذا وحی، نبوت اور الہام کا زمانہ چھیالیس اجزا پر مشتمل ہوا اور ہر ششماہی کو ایک جز قرار دیا گیا ہے اور زمانہ نبوت کے شروع میں چھ ماہ کے عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پر رویائے صادقہ (یعنی سچے خوابوں) کی صورت میں وحی غالب تھی ۔ لہذا ان چھ مہینوں کے عرصہ کو بھی نبوت کے زمانہ میں شامل کر لیا گیا ہے ۔

(۷) ساتویں قسم " اجتہاد انبیاء " کی صورت میں ہوتی ہے ۔ جو کچھ حق تعالیٰ نے احکام دئے ہیں ان پر انبیائے کرام اجتہاد فرماتے ہیں جس کو بھی وحی میں داخل کیا گیا ہے کیونکہ انبیائے کرام میں خطا کو قرار نہیں ہوتا ۔ مگر وحی کی پہلی قسم (دیگر انبیائے کرام اور خصوصاً) مقدس ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حد تک مخصوص فرمائی گئی اور جو دوسری اقسام ہیں وہ امت کے اولیائے کرام میں (الہام کی صورت میں) روزِ قیامت تک جاری ہیں اور جاری رہیں گی ۔

عربی عبارت کا ترجمہ :۔

نقطۂ قلب کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ۔ ان میں سے ایک تو " لحم صنوبری " ہے جو مونگے کی شکل کا ہوتا ہے اور سینہ میں سیدھی طرف واقع ہوتا ہے اور یہ مخصوص گوشت کا لوتھڑا باطنی خول کے اندر ہوتا ہے اور اس خول میں سیاہ خون ہوتا ہے اور وہی روح کا منبع اور معدن ہے اور یہی دل ہے جو چار پایوں میں بلکہ میت میں بھی موجود ہوتا ہے ۔ اور ان میں سے دوسرا " لطیفہ ربانی " ہے اور یہ جسمانی دل ہے جو لٹکی حالت میں ہوتا ہے اور یہی لطیفہ دراصل انسان کی حقیقت ہے اور یہی وہ شے ہے جس سے انسان کو عالم کا ادراک حاصل ہوتا ہے اور وہی مخاطب بھی ہے معائب بھی ہے اور مطالب بھی اور اس کو جسمانی قلب سے ایک (خاص) تعلق ہے اس کے اس تعلق کی کیفیت کا ادراک حاصل کرنے میں اکثر لوگوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور بے شک اسکا تعلق ایسی ہی مشابہت رکھتا ہے جیسے اجسام کے ساتھ اعراض کا تعلق اور مضافات کے ساتھ اصناف کا تعلق ہوتا ہے یا مستعمل کا اسکے سوا سے تعلق یا مکان کے ساتھ " رہنے " کا تعلق اور اس سے مراد یہی لطیفہ ہے اور قرآن میں ورد کی جگہ دل کی زبان سے مراد یہی معنی ہے کہ انسانوں میں سے بعض لوگ اشیاء کی حقیقت کو جان لیتے ہیں اور اس سے پاکیزگی حاصل کرتے ہیں اس لئے کہ اس لطیفہ اور جسمانی قلب کے درمیان ایک خاص تعلق ہے لہذا وہ سارے بدن سے متعلق ہوتا ہے اور

اگر بے پیر کارے پیش گیرد
ہلاکت را زِ بہرِ خویش گیرد

یعنی اگر مرشد کے بغیر کسی کام میں پیش قدمی کریگا تو اپنے ہاتھوں خود اپنی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔

بیعت و خلافت

بیعت کا طریقہ:۔

جو شخص سلوک کی غرض سے رجوع کرے اور بیعت کا ارادہ ظاہر کرے تو اس مرشد کو جسے خلافت و اجازت حاصل ہے، چاہیئے کہ پہلے استخارہ کرے اسکے بعد مرید کو تین دن تک روزہ رکھوائے پھر غسل کروائے اور اپنے روبرو اس طرح بٹھائے کہ اسکا منہ قبلہ کی طرف ہو۔اب (اگر مرد ہو تو) اسکے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پہلے تین بار تکبیر (اللہ اکبر) پڑھے اور مرید بھی اسی طرح پڑھتا جائے پھر تین بار درود شریف پڑھکر کلمۂ طیبہ، کلمۂ شہادت، کلمۂ تمجید، کلمۂ توحید اور صفتِ ایمان کی (مرید کو) تلقین کرے۔اور صفت ایمان کے مفہوم سے اس طریقہ پر آگاہ کرے مرشد پہلے دریافت کرے کہ "کیا اللہ پر تیرا ایمان ہے؟" مرید جواب دے کہ "ہاں اللہ پر میرا ایمان ہے" اسی طرح آخری صفت ایمان تک مرید سے کہلواتا جائے۔اسکے بعد تین بار استغفار پڑھوائے، تمام گناہوں سے توبہ کروائے اور خود (مرشد) بھی اس توبہ میں شریک رہے پھر "امر معروف و نہی منکر" (یعنی نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے پرہیز) کے بارے میں خبردار کرے اور اس پر عمل کرنے کا اس سے وعدہ لے۔اسکے بعد اگر مرد ہو تو اسے یہ آیت پڑھائے "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (فتح۔۱۰)" (یعنی اے محبوب! بے شک جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جس نے عہد توڑا تو بیشک اسکے عہد توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا اور جو کوئی اس چیز کو پورا کیا جسکا عہد اس نے اللہ سے کیا تھا تو وہ

اس کے لئے ہی وہ مستعمل ہوتا ہے لیکن اس سے تعلق قلب کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے پس اسکے تعلق کا اولین ذریعہ قلب ہے جسکا مقام، جسکا محل، جسکی مملکت، جسکا عالم اور جسکا مطلب خلائق میں معروف (جانا پہچانا) ہے۔

ابو بکر وراق کا قول:۔

حضرت ابو بکر وراق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قلب چھ چیزوں سے متعلق ہے (۱) حیات۔(۲) صحت۔(۳) سقم (بگاڑ)۔(۴) یقظہ (بیداری)۔(۵) نوم (نیند)۔(۶) محویت بالہدیٰ یا اسکی موت کا تعلق ہے۔ صحت صفائی کے ساتھ ہے اور اس میں خرابی کا تعلق ہے اسی طرح بیداری اور نیند سے فضلہ کا تعلق ہے۔

سہل بن عبداللہ کا قول:۔

حضرت سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قلبُ رقیق (یعنی ملائم) واقع ہوا ہے جس میں کوئی چیز راست اپنا اثر دکھاتی ہے۔ پس اس پر برے خطرات اثر انداز ہوتے ہیں، تو اس پر ذری سی بات کا بھی اثر زیادہ ہوتا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ نفس وہ جگہ ہے کہ اس پر مخلوق کی نظر لگی رہتی ہے اور دل وہ جگہ ہے کہ اس پر حق تعالیٰ کی نظر ہوتی ہے۔ بیشک اسی لئے تو اللہ عزوجل بندوں کے دلوں میں جلوہ گر رہتا ہے اور ہر دن اور ہر رات میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) مرتبہ وہ نظر کرم فرماتا ہے۔

الحاصل:۔

بہر حال ان اذکار میں سے جو بھی ذکر دل میں قائم ہو جائے اسکا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اس ذکر پر ہمیشہ پابندی کرے مگر اس رسالہ کے شروع میں بیان کئے گئے شغل شاہدی سے ہمیشہ ہمیشہ آخری سانس تک کبھی بھی ہرگز غافل نہ رہے اور اس ذکر میں محو رہے اور اوپر بتائے گئے طریقہ کے مطابق (مراقبہ کی) نماز پڑھنے کا پورا پورا اہتمام کرتا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سلوک میں شروع سے آخر تک یہی دو شغل جو سب سے افضل ہیں منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔ شرط یہ ہے کہ بیعت کے شرف سے مشرف اور اپنے پیر و مرشد سے اجازت یافتہ ہو۔

(اللہ) اسکو عنقریب بڑا اجر عطا فرمائے گا)

اگر عورت ہو تو اسکا ہاتھ (اپنے ہاتھ میں) نہ لے بلکہ پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے پیالے کو دونوں کے درمیان رکھکر اس پانی کے اندر ایک جانب خود اپنی شہادت کی انگلی رکھے اور ایک جانب اس مریدہ کی شہادت کی انگلی رکھے پھر اس آیت کی تلقین کرے اور مریدہ کی زبان سے بھی پڑھوائے۔ "یَآاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِذَاجَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَایَسْرِقْنَ وَلَایَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَایَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ممتحنہ۔۱۲)

(یعنی اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس حاضر ہوں اس بات پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگی اور نہ وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اور نہ کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے انکی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

پھر (مرید یا مریدہ سے) پوچھے کہ "کیا تم ان احکام اور شرائط کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مرشد سمجھتے ہو" تو وہ کہے کہ "ہاں میں نے ایسا ہی سمجھا" اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے لیکر اپنے مرشد تک ایک ایک شیخ کا نام لیکر پوچھتا جائے جسکے جواب میں وہ کہے کہ "ہاں میں نے سمجھا اور قبول کیا" اسکے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ خود اپنا نام لے کر پوچھے کہ "کیا تم نے اس گنہگار کو بھی (مرشد مانکر) قبول کیا؟" تو وہ کہے کہ "ہاں میں نے قبول کیا" اس کے بعد ہاتھ کھول کر اس کی شہادت کی انگلی (اگر مرد ہو) اپنے ہاتھ میں لے کر تین مرتبہ کلمۂ طیبہ کو شدت سے کھینچتے ہوئے نفی و اثبات کے خیال کے ساتھ یعنی "لَامَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور مرشد کے برزخ اور حضوری حق کا تصور کرتے ہوئے اونچی آواز سے پڑھے اور آخری یعنی تیسری بار کے بعد ایک بار "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر کہے۔ اسکے بعد قینچی کے ذریعہ اسکی پیشانی

سے تین بال کاٹے اسکے بعد طاقیہ یعنی چار رخی ٹوپی کو اپنے سر سے اتار کر اسکے سر پر پہنائے جو سب سنت موکدہ ہے۔ یعنی ہاتھ میں ہاتھ لینا، قینچی سے بال کترنا اور سر پر طاقیہ (ٹوپی) پہنانا بیعت میں اہم شرط ہے۔ اگر اس میں سے ایک کی بھی تکمیل نہ ہو تو بیعت درست نہ ہوگی۔ چنانچہ اسکی تفصیلی کیفیت، بیعت کے مسائل کے تحت لکھی گئی ہے۔ غرض بیعت سے فارغ ہونے کے بعد تخلیہ (تنہائی) کی جگہ مرید کو پہلے کلمۂ طیبہ کے جہری ذکر کی تلقین نفی و اثبات کے خیال کے ساتھ کرے اور اسکے بعد کلمۂ طیبہ یا صرف اسم ذات کے پاس انفاس کا طریقہ سمجھائے اور تاکید کرے کہ ہر حال میں ہمیشہ اس کی پابندی کیا کرے۔ اور پنجوقتہ نمازوں اور رمضان شریف کے روزوں کو لازم قرار دے اس طرح کہ کبھی قضا نہ کرے اور (روزانہ) درود شریف کو کم از کم ایک ہزار بار اور کلام شریف کے کم از کم تین پاروں کی تلاوت کرتے رہے بلکہ اگر توفیق ہو تو جس قدر زیادہ پڑھے وہ بہتر اور مناسب ہے کیونکہ اوراد میں اس سے بہتر کوئی دوسرا ورد نہیں اور اس کے علاوہ پیران طریقت کا شجرہ لکھکر مرید کو دے۔

خلافت کا طریقہ:۔

جب مرید خلافت کے لائق ہوجائے تو چند مشائخ و فقراء کی موجودگی میں خرقۂ خلافت عنایت کرے اور فرمانِ خلافت لکھکر دے جسکا طریقہ اس کتاب کے آخر میں لکھا ہے۔ اور مرید کو چاہیئے کہ جب اس نعمتِ بیعت (و خلافت) سے مشرف ہوجائے تو مرشد کے حکم کے مطابق عبادت اور ذکر و شغل میں رات دن مشغول ہوجائے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کے ارشاد کے بموجب حق تعالیٰ تک رسائی کیلئے یہ چھ (۶) باتیں شرط اور فرض ہیں ان میں مشغول رہا کرے (جو درج ذیل ہیں)

(۱) دوام وضو (یعنی ہمیشہ باوضو رہے)

(۲) دوام صوم صوری و معنوی (یعنی ظاہری و باطنی روزہ) اس طرح کہ افطار تھوڑا ہو اور نفس ہمیشہ بھوک کی حالت میں رہے۔

(۳) دوام سکوت از خلق (یعنی مخلوق کے ساتھ ملنا جلنا بند کردے)

(۴) دوام خلوت (یعنی تنہائی اختیار کرے)

(۵) نفی خواطر (یعنی خطرات کی نفی) کرتا رہے تاکہ دل میں کوئی بھی خطرہ گزرنے نہ پائے خواہ خیر کا خطرہ ہو کہ شر کا خطرہ دونوں بھی غیر حق ہیں۔
(۶) ذکر با ربط پیر و مراقبہ حضور حق (یعنی مرشد کے ربط اور حضوری حق کے مراقبہ کے ساتھ ذکر میں مشغول رہے) اس طرح کہ دل کی نظر سے حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانے اور اس مراقبہ میں پیر کے تصور (تصور شیخ) کو ملحوظ رکھے۔

چنانچہ مصنف "تحفتہ المبرا" کے اس قول کے مطابق کہ "یَتَعَلَّقُ قَلْبُ الْمُرِیْدِ بِالشَّیْخِ الْاِرَادَۃِ التَّامَّۃِ" (یعنی مرید کا دل، پوری ارادت کے ساتھ مرشد سے وابستہ رہے) پیر کا ربط یہ ہے کہ مرید پہلے اپنے میں شیخ کے ساتھ پوری ارادت (عقیدت) رکھے اور اس طرح کا اعتقاد رکھے کہ اس زمانے میں میرے پیر و مرشد کے سوا کوئی بھی دوسرا شخص حق تعالیٰ کی جناب میں مقبول نہیں اور مرشد کی صورت دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک روحانی اور دوسری جسمانی۔لیکن جسمانی کہ ایک ہی وقت میں دو جگہ نہیں ہو سکتی۔لہذا مرید اپنے پیر کی جس صورت کو حاضر سمجھتا ہے وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہوتی ہے بلکہ اس روحانی صورت کو ہی جسمانی سمجھتے ہوئے اعتقاد رکھے کہ پیر "سیر و طیر" کے مقام پر ہے کیونکہ شیخ کی صورت جسمانی، صورت روحانی کی تابع (فرمانبردار) ہے۔جہاں کہیں روح جائے صورت جسمانی بھی وہیں جاتی ہے۔جو کوئی (اوپر بیان کی گئی) ان چھ باتوں کو پیش نظر رکھے گا، امید ہے کہ پیر کی صورت کو دن رات اپنے سامنے پائے گا۔لہذا حق تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے یہی مشغلہ کافی ہے مگر یہ مشغلہ خود گوشہ نشینی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔اگر صاحب عیال (بیوی بچے والا) نہ ہو تو نور علی نور (گویا سونے پہ سہاگہ) ہے اور بیوی بچے والا ہو تو ان سب کو اللہ کے سپرد کر کے اپنے آپ سے کہے کہ "یہ سب خدا کے بندے ہیں۔خدا نے جو رزق میرے اور ان سب کے نصیب میں رکھا ہے وہ کسی اور کو نہ دے گا اور نہ ہی اس میں کوئی کمی کریگا۔یقین ہے کہ وہ بے رزق نہیں رہیں گے۔"

پیر و مرشد کا ادب:۔

(مرید کو چاہیے) کہ جتنا ہو سکے اپنے پیر کے آداب کو ملحوظ رکھے یعنی اسکے آگے

اونچی آواز سے کوئی بات نہ کرے اور پیر کی طرف کبھی پیٹھ نہ کرے اور بول و غایط (پیشاب اور پاخانہ) کرتے وقت پیر کے مکان یا مزار کی طرف منہ نہ کرے اور اگر (پیر کے) ہمراہ چلنا ہو تو پیچھے پیچھے چلے اور اس کا (پیرو مرشد کا) سایہ اپنے پاؤں کے نیچے آنے نہ دے البتہ (اگر سایہ اپنے زیر قدم آنے کا) اندیشہ ہو تو اس موقع پر آگے چلے۔ پیر کے بیٹھنے کے مقام پر خود نہ بیٹھے اور اسکے آداب کا لحاظ رکھے اور جب کبھی پیر کی خدمت میں حاضر ہو تو اپنی استطاعت کے موافق بہتر ہے کہ کوئی نہ کوئی چیز چاہے نقدی (رقم) یا اجناس (غلہ میوہ وغیرہ) بطور ہدیہ ضرور پیش کیا کرے۔ پیرو مرشد کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دے اور اس کے سامنے اس طرح باادب اور خاموش بیٹھے کہ نظر اپنے سینہ پر یا پیر کی دید میں رہے اور پیر کی اجازت کے بغیر بات نہ کرے اور وہ جو کچھ حکم دے اسکی فوراً تعمیل کیلئے تیار رہے۔ وہ بات اگر محال بھی ہو مثلاً پیر کہے کہ (اے مرید!) اونٹ کے چاروں پاؤں باندھکر اپنے دوش پر اٹھائے ہوے آسمان پر لے جا، تو اس کو بھی قبول کرلے (یعنی ناممکن بھی ہو تو انکار نہ کرے)۔ مرشد کے حکم کے آگے جان و مال کی کیا حقیقت ہے۔ جب تک اپنی جان و مال اور ننگ و ناموس (یعنی عفت و عزت) کو مرشد کے راستہ میں فدا نہ کرے گا منزل مقصود تک نہ پہنچیگا۔ اگر کبھی پیر سے کوئی کام بظاہر شریعت کے خلاف ہوتا محسوس ہو تو اس پر بے اعتقاد نہ ہوجائے بلکہ قصۂ خضر (قرآن کے سورۂ کہف میں حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ) یعنی کشتی میں سوراخ کردینے، لڑکے کو مار ڈالنے اور گرتی دیوار کھڑی کردینے کو یاد کرکے اپنے اعتقاد کے رشتہ کو مزید مضبوط کرنا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے سارے اہل و عیال اور جان و مال سے زیادہ پیر سے محبت رکھے۔ جس قدر پیر کی محبت زیادہ ہوگی ظاہری و باطنی مدارج کا کشف اسی قدر زیادہ ہوتا جائے گا۔ بہر حال پیر کا نام نہایت کمال ادب سے زبان پر لایا کرے۔

ہر کسے را نام پیر آید بدست
برکشاید قفلِ ہر گنجے کہ ہست

یعنی جس شخص کو پیر کے نام کی برکتیں نصیب ہوجاتی ہیں تو وہ ہر خزانے کا قفل کھول سکتا ہے۔

شجرہ خوانی:۔

اپنے پیروں کا شجرۂ طریقت صبح وشام پڑھتا رہے اور ان حضرات کے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں مناجات پڑھکر امداد طلب کرے تو ضرور اسکی تکمیل ہوجائے گی اور مدارج سلوک میں ترقی اور پیر کی خوشنودی حاصل ہوگی۔اس لئے فقیر نے اس رسالہ کا اختتام پیروں کے شجرہ اور اپنے سلسلہ یعنی سلسلۂ عالیۂ قادریہ و چشتیہ پر کیا ہے کیونکہ فقیران دونوں خانوادوں سے مشرف ہے یعنی فقیر کے آباء و اجداد نسب اور خلافت کے لحاظ سے دراصل سلسلۂ عالیۂ قادریہ سے وابستہ ہیں مگر میرے پیر دستگیر یعنی حضرت شاہد اللہ قدس سرہٗ جو اہل سلسلہ چشتیہ کے سرتاج اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی خاص اولاد میں سے ہیں اور جنکا اپنا خاندان چشتیہ ہے لیکن اسکے سوا سلسلۂ عالیۂ قادریہ میں بھی خلافت سے آپ مشرف ہیں کیونکہ آپ کے پیرو مرشد قادریہ اور چشتیہ دونوں سلسلوں میں خلافت رکھتے تھے۔اس فقیر کو عالم ارواح میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے حکم سے سلسلۂ عالیۂ چشتیہ کی خلافت کا شرف افتخار حاصل ہوا ہے۔میرا کتنا بڑا نصیب ہے کہ اس نعمت سے بھی سرفراز ہوں (یعنی قادریہ سلسلہ کے ساتھ ساتھ چشتیہ سلسلہ کا بھی حامل ہوں)

شجرۂ خلافت سلسلۂ عالیۂ قادریہ

ضروری وضاحت:۔سلسلۂ عالیۂ قادریہ کا شجرہ شریف دو طرح پر ہے۔سلسلہ کے شروع میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلفائے کرام کے منجملہ دو خلفاء یعنی حضرات امام حسین اور خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہما سے دو شاخیں نکلیں اور آگے چلکر بطور سنگم حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کی ایک ذات گرامی میں یکجا جمع ہوگئیں کیونکہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کو حضرت امام علی موسیٰ رضا اور حضرت شیخ داؤد طائی رضی اللہ عنہما دونوں پیران طریقت نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا ہے اس طرح حضرت سیدنا علی اور حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہما کے درمیان

بالترتیب پہلی شاخ میں چھ (۶) واسطے یعنی حضرات امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسی کاظم اور امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہم شامل ہیں تو دوسری شاخ میں تین (۳) واسطے یعنی حضرات خواجہ حسن بصری، خواجہ جبیب عجمی اور خواجہ داؤد طائی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ رسالہ ہذا "شاہد الوجود" میں دونوں شاخوں کے اسمائے گرامی کو ایک ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے جنکو ذیل میں نقل کرتے ہوئے شاخ دوم کے واسطوں کو قوسین میں درج کیا جاتا ہے۔)

الٰہی بحرمت حضرت شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین سید المرسلین خاتم النبیین خلاصۂ موجودات اشرف کائنات احمد مجتبی محمد مصطفی الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت حضرت سید الاولیاء والاتقیا امام المشارق و المغارب علی بن ابو طالب الہاشمی کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما۔

الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ

(الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرات خواجہ جبیب عجمی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ داؤد طائی رضی اللہ عنہ)

الٰہی بحرمت حضرت شیخ دیں معروف کرخی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو بکر شبلی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت شیخ ابو الفرج یوسف طرطوسی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو الحسن علی بن یوسف قریشی الہنکاری رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو سعید مبارک ابن علی مخزمی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت غوث اعظم میراں محی الدین سید عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت سید ابو بکر عبد الرزاق قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید ابو صالح نصیر الدین قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید ابو نصر محی الدین قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید حسن قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید احمد قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید علی قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید موسیٰ قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید حسن قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید احمد قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ بہاؤ الدین انصاری قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید زین الدین قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید نظام الدین قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد الحی قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید حاجی حسین قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید محی الدین قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید حافظ حسین قادری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالقادر قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید احمد شاہ قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت سید مخدوم محی الدین سلطان المحققین عرف سید امیاں صاحب قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت شاہد محمد معروف شاہد اللہ قادری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت خاکپائے درویشاں فقیر حقیر سید صاحب حسینی قادری عفی عنہ

شجرہ خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ

(وضاحت:۔ حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا واسطہ جہاں سلسلہ قادریہ کی دوسری شاخ میں شامل ہے وہیں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بھی شامل ہے جو درج ذیل سلسلہ عالیہ چشتیہ سے ظاہر ہے)

الٰہی بعزت و حرمت سلطان الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین خاتم النبیین سید الاولین والاخرین ابوالقاسم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
الٰہی بحرمت امام المشارق و المغارب مظہر العجائب والغرائب حضرت علی ابن ابی طالب الہاشمی کرم اللہ وجہہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابراہیم ادھم بلخی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بدرالدین حذیفتہ المرعشی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ ابواسحق چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابواحمد چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابومحمد پاک باز چشتی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ نصیر الدین یوسف چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ نظام الدین بداونی محبوب الٰہی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جمال الدین مغربی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ کمال الدین بیابانی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ میراں جی شمس العشاق قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ برہان الدین شمس المحققین قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید علی گنج بخش قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ برہان الدین اولیا قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ عاشق داور قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید محمد معرفت نور دریا قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید شاہ حافظ حسین چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید شاہ عبد القادر چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ سید احمد پادشاہ چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید شاہ مخدوم محی الدین سرکار عرف سید امیاں چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ محمد معروف چشتی شاہد اللہ قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت خاکپائے درویشاں فقیر حقیر سید صاحب حسینی قادری عفی عنہ

شجرۂ قادریہ منظوم کردہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ

یا اللہ العالمیں از بہرِ خواجۂ عالمیں
بہرِ حیدر ہم بحسنین و بہ زین العابدیں

از برائے باقر و جعفر و کاظم ہم رضا
ہم بحقِ شیخِ دیں معروفِ کرخی پیشوا

نیز بہرآں حسن بصری و خواجہ اعجمی
ہم بہ داؤد و شہ معروفِ کرخی اعظمی

بہرِ سرّی و جنید و شبلی و بوالفضل ہم
یوسفِ طرطوسی وہنکاری عالی ہمم

ہم بشیخِ بوسعید و غوث الاعظم دستگیر
عبدِ رزاق و ابی صالح نصیرالدین پیر

ازبرائے بونصر ہم از محمد ہم حسن
ہم بہ احمد ہم برائے شاہ علی شیخِ زمن

ہم برائے سیدِ موسیٰ وہم سید حسن
از برائے سید احمد ہم بہاؤ الدینِ من

بہرِ سید شاہ محمد ہم بہ زین الدینِ عین
ہم نظام الدین و عبدالحی وہم حاجی حسین

ہم بہ سید شاہ محی الدین و شاہ حافظ حسین
از برائے عبدِ قادر ہم بہ احمد نورِ عین

بہرِ سید شاہ مخدومِ جہاں سیدا میاں
بہرِ شیخم شاہد اللہ شاہِ معروفِ زماں

خاتمہ سید حسینی ہم مریداں کلہم
بالقائے خویش کن بالخیر از فضل و کرم

شوق و فوقِ قربِ تو فرما عطا
بیخودی در عشقِ وجہ مصطفی

یا الٰہی بر ہمہ ارواحِ ایں پیرانِ ما
فاتحہ و اخلاص اَوْصِلْ با تصحیحِ مَاقَرَا

شجرۂ چشتیہ منظوم کردہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ

الٰہی بہرِ سلطانم محمد خواجۂ عالم
بحقِ حیدر و خواجہ حسن بصری ولی اعظم

بعبد الواحدِ زیدی فضیل و ادھمی سلطاں
حذیفہؒ المرعش و بصری و دینوری علی اکرم

ابواسحق چشتی و ابو احمد ولی چشتی
بحقِ بو محمد ہم نصیرالدین سلطانم

بہ قطب الدین و شاہ حاجی و عثمان و معین الدین
بہ قطب الدین اوشی ہم فریدالدیں شکر گنجم

بداؤنی نظام الدیں ولی محبوبِ حقانی
نصیرالدین ہم سید محمد خواجگاں باہم

جمال الدیں کمال الدین و میراں جی و شاہ برہاں
امین الدین اعلیٰ ہم بہ سید شاہ علی ہمدم

پئے برہان و عاشق ہم محمد نورِ دریائے
حسین و بہرِ قادر ہم شہِ احمد بحق قائم

بحقِ شیخ مخدوم شہِ سیدامیاں کامل
طفیلِ شاہدم خواجہ شہِ معروف حق شیخم

حسینی را رہِ عرفاں کشا دیدارِ خود بنما
بوجہِ نورِ مولائے محمد خواجۂ عالم

درود و فاتحہ سورہ ہر آنچہ خواندم از قرآں
پئے ارواحِ ایں پیراں رسیاں بہرِ شہ جانم

مناجات بحضور خالق کائنات

الٰہی شب و روز ہر دم بدم
بیادِ تو مشغول کن دم بدم

یعنی اے میرے معبود! رات دن ہر ہر لمحہ میری ہر ہر سانس کو تیری یاد میں مشغول کر دے۔

جرائم عفو کن بحقِ رسول
ہم از پاک اولادِ حضرت بتول

یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت بتول (بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا) کے طفیل سے (میرے) گناہوں کو معاف فرمادے۔

بکوئے محبانِ تو بارہا
رساں ازرہِ صدقِ و حسنِ وفا

یعنی تیرے چاہنے والوں کے کوچے میں سچائی اور وفاداری کے راستے سے مجھے بار بار پہنچادے۔

پس آنکہ ہمیں آرزو کن قبول
لقائے تو بنما بنورِ رسول

یعنی پھر اس گھڑی میری اس آرزو کو بھی قبول فرما کہ رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے ساتھ تیرا جلوہ مجھے دکھلادے۔

رسد چوں دمِ واپسیں زیں جہاں
بذکرِ تو گردد روانم رواں

یعنی جب اس دنیا سے کوچ کرنے کا میرا آخری وقت آپہنچے تو میری روح کو تیرے ذکر کے ساتھ روانہ فرما۔

باحوالِ قبرم و ہم روزِ حشر
اماں دہ رساں نزدِ خیرالبشر

یعنی قبر کے معاملے میں نیز حشر کے دن مجھے امان دے کر خیرالبشر (حضور صلی اللہ علیہ

وسلم) کے قریب پہنچا دے۔

بر آباء و اجدادِ من از کرم
کشادہ درِ رحم کن دم بدم

یعنی اپنے کرم سے میرے آباء واجداد پر ہر لمحہ رحمت کا دروازہ کھلا رکھ۔

رساں مادرم زالقربِ بتول
بعفو جرائم طفیلِ رسول

یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل سے میری والدہ ماجدہ کو گناھوں کی معافی کے ساتھ بی بی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا قرب عطا فرما۔

الٰہی دعا کن پذیرا تمام
بحقِ محمد علیہ السلام

اے میرے معبود! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے (میری) تمام دعا کو قبول فرما۔

دعائے خاتمۂ کتاب

الٰہی چواز فضلِ خود ایں کلام
طفیلِ محمد کہ شد انصرام

یعنی اے میرے معبود! تیرے فضل ہی سے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل سے یہ کلام (کتاب) تکمیل پایا۔

بچشمِ ہمہ مومنان رسول
رساں از عنایت بدرجہ قبول

یعنی تو اپنی عنایت سے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے والوں کی نظر میں (اسکو) درجہ قبولیت تک پہنچا دے۔

خصوص ایں گنہگار بندہ ترا
ہم اولاد و احفاد و احباب را

یعنی خصوصاً اس بندۂ گنہگار کو نیز اسکی اولاد اور انکے بچوں کو اور احباب کو (توفیقِ عمل دے)

بتوفیقِ عملش سر افراز کن
درِ رحمتت برہمہ باز کن

یعنی اس پر عمل کرنے کی توفیق سے سربلند فرما اور ان سب پر تیری رحمت کا دروازہ کھول دے۔

بارگاہِ نبوی سے سند قبولیت:۔

اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اسکی مدد اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے سہ شنبہ (منگل) کی شب بتاریخ ۶/ ماہ صفر ۱۲۶۵ھ (بارہ سو پینسٹھ) ہجری جب یہ رسالہ اس مناجات پر اختتام کو پہنچا تو وہ رات اس فقیر کے حق میں گویا شبِ قدر ثابت ہوئی کیونکہ اسی رات کو (یہ فقیر) اپنے پیر دستگیر کی صورت میں خواجۂ عالم (رسول اکرم) علیہ السلام والصلوۃ وعلی الہ الطیبات کے جمال مبارک کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ پانچ جز (یعنی) اس رسالہ کے پانچ حجلے (ابواب) انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو رکھے ہوے ہیں۔ جن میں سے ایک جز کو فقیر نے اٹھایا ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا۔

"بدار! من درست نمودہ ام" یعنی "رکھدو! میں نے درست کر دیا ہے"

فقیر کے دل میں یہ خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تو امی ہے پھر آپ نے اس کو کس طرح درست فرمایا ہوگا۔ یکایک اسی گھڑی دوسرا خیال آیا کہ آپ نے اپنے اعجازِ نبوت کی قوت سے درست فرمایا ہے۔

اظہارِ مسرت و ممنونیت:۔

اس خیال کے ساتھ ہی فقیر کو ایک ایسی مسرت حاصل ہوی جسکا کیا کہنا کہ بیان سے باہر ہے۔ سرور دنیا و دیں اور رحمتہ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مبارک نے مجھ جیسے گنہگار کو اس دولتِ عظمٰی اور نعمتِ کبرٰی سے سرفراز فرمایا جو ناقابلِ تصور ہے۔

اگر ہر موئے من گردد زبانے
نہ گردد شکرِ آں شمہ بیانے

یعنی اگر میرا بال بال زبان بن جائے تو پھر بھی اسکا شمہ (ذرہ) برابر شکر تک ادا نہیں کیا جاسکتا۔

مگر توفیق خواہم از الہٰی
پئے ارسالِ صلواتِ "کماھی"

مگر میں اللہ تعالی سے توفیق چاہتا ہوں کہ ایسا درود بھیجوں جو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے شایان شان ہو۔

فدا ہر دم شدہ بر نامِ والا
بصلواتش شوم مدہوش و والہ

(اور) آپ کے نامِ نامی پر ہر دم فدا ہو کر آپ پر درود پڑھنے میں مدہوش اور شیفتہ ہوجاؤں

محمد یا رسول اللہ محمد
ہمیں گردد بدل ذکرِ ممجد

" محمد یارسول اللہ محمد " (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ بزرگ وبرتر ذکر میرے دل میں ہوتا ہی رہے۔

کہ صلّی اللہ علیہ و آلِ اطہار
مع الاصحاب والاحباب و اخیار

آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر اور آپکے اصحاب، احباب اور نیک امتیوں پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو۔

مناجات بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ! منِ مسکیں گدایت
غلامِ غوث کاں آلِ صفایت

یعنی یارسول اللہ! میں آپ کا ایک مسکین گدا ہوں اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں جو آپ ہی کی آل پاک سے ہیں۔

گنہ گارم سراپا بے نہایت
عرق بارم کزیں اندر ندامت

یعنی سر سے پاؤں تک بے انتہا گنہگار ہوں اور شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں

بحقِ غوث الاعظم جرم ہایم
ببخشا از جنابِ کبریایم

یعنی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے عرض ہے کہ میرے جو بھی گناہ ہیں انہیں بارگاہ کبریا سے بخشوا دیجئے۔

دلم را از حضورِ ذکرِ باری
بحبِّ خویشتن مشغول داری

یعنی میرے دل کو ذکر باری تعالیٰ کے حضور کے ساتھ آپ اپنی محبت میں مشغول رکھئے۔

جمالِ پاک ہر شب در مثالم
نما بروجہ مرشد باکمالم

یعنی خواب میں ہر رات میرے مرشد باکمال کی صورت میں آپ کا اپنا جمال پاک دکھلائیے۔

نصیبِ چشم کن از گردِ نعلین
ہمیشہ سرمہ از بہرِ حسنین

یعنی ہمیشہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے طفیل، اپنے نعلین اقدس کی گرد بطور سرمہ میری آنکھوں کیلئے عطا فرمائیے۔

رسد چوں وقتِ آخر یا محمد
چناں کن فضل بہرِ پیر و مرشد

یعنی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جب میرا آخری وقت آپہنچے تو میرے پیرومرشد کے وسیلے سے کچھ ایسی نوازش فرمائیے کہ

حسینیؔ زیں جہاں گردد روانہ
بوجہِ پیرومرشد درمیانہ

یعنی حسینیؔ جب اس دنیا سے روانہ ہو تو میرے پیرومرشد کی صورت میں آپ کا جلوہ سامنے رہے۔

بذکرِ لاالہ الا ھو ھو
محمد مصطفیٰ صلّی اللہ ھو ھو

یعنی لاالہ الاھوھو محمد مصطفیٰ صلی اللہ ھوھو کا ذکر کرتے کرتے (میں کوچ کر جاؤں)

گفتگو مختصر:۔

بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت پیر شاہد اللہ قدس سرہٗ کی توجہ سے ہی یہ فقیر مرشدان کامل اور محققان واصل کے ارشادات پر مشتمل ان کلمات کی ترجمانی کا کام سرانجام دے سکا جو آنحضرت محبوب رب العالمین خاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ اس خاندان کا کوئی بھی مرید پورے شوق اور وصال حق کی رغبت کے ساتھ سلوک کے راستہ پر گامزن ہوگا اور اوپر بیان کئے گئے ارشادات کے مطابق ذکر اور مراقبہ پر عمل پیرا ہوگا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے طفیل سے اور اپنے سلسلہ کے پیرو مرشد کی توجہ سے چند دنوں میں اسکا اثر ظاہر ہوگا اور وہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے اعتقاد کے ساتھ شریعت کی راہ پر بہرحال مضبوطی سے قائم رہے اور اپنے سلسلہ کے مرشدوں سے خصوصاً حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کرے یعنی صبح و شام اپنے پیران طریقت کا شجرہ پڑھا کرے ۔ اسکے بعد نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر جانتے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے مدد طلب کرتے ہوئے اس کتاب میں لکھی گئی ان دونوں مناجات کو پڑھے جن میں سے ایک باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اور دوسری سرور کائنات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی ہے۔ اس کے بعد فاتحہ یا کلام مجید کی ایک منزل اور درود شریف روزانہ پڑھکر اس کا ثواب نام بنام ان حضرات کی مقدس و مطہر روحوں کو پہنچائے۔

ایصال ثواب کا طریقہ:۔

(پہلے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پدری اجداد پھر مادری اجداد کی ارواح کو ایصال ثواب کرے) چنانچہ پدری شجرۂ نسب کے بزرگوں کیلئے اس طور سے کہے "اِلٰی اَرْوَاحِ حَضْرَتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَہْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ "یعنی حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ ثم حضرت امام حسن المجتبیٰ ثم حسن مثنیٰ

ثم سید عبد اللہ محض ثم سید موسیٰ الجون ثم سید عبد اللہ ثانی ثم سید موسیٰ ثانی ثم سید داؤد ثم سید محمد ثم سید یحییٰ زاہد ثم سید عبد اللہ ثم سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست (رضی اللہ عنہم اجمعین)

پھر حضرت پیران پیر کے مادری اجداد کے اسمائے گرامی اس ترتیب سے لے۔ ثم حضرت امام حسین ثم امام زین العابدین ثم امام محمد باقر ثم امام جعفر الصادق ثم سید موسیٰ کاظم ثم سید علی رضا ثم سید علاؤالدین محمد الجواد ثم سید کمال عیسیٰ ثم ابو عطا عبد اللہ ثم سید محمود طاہر ثم سید محمد ثم سید ابو جمال ثم سید عبد اللہ صومعی ثم فاطمہ ثانیہ ثم حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین اسکے بعد باقی آباء و اجداد کا واسطہ نام بنام لے۔ آخر میں اس گنہگار فقیر کو ان بزرگوں کے پاؤں کی خاک برابر تصور کرتے ہوئے فاتحہ کی نعمت سے ممنون فرمائیں اور دعائے خیر میں یاد رکھیں مقصود یہ کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ اور جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ بھی اس فقیر کی دعا سے خالی نہ رہے گا۔

اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (یعنی بے شک میرا پروردگار قریب ہے اور دعا قبول فرمانے والا ہے)

شجرۂ نسب حضرت مصنف علیہ الرحمہ

(ضروری وضاحت:۔ کتاب ہذا "شاہد الوجود" کے مصنف حضرت سید صاحب حسینی علیہ الرحمہ کا خاندانی شجرۂ نسب اٹھائیں (۲۸) ویں پشت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے جسکی تفصیل حال تک کہیں بھی کسی کے پاس دستیاب نہ ہوسکی البتہ اپنے کتب خانہ صوفیہ واقع تصوف منزل نزد ہائیکورٹ میں موجود اس شجرۂ نسب کی واحد نقل کو سب سے پہلی بار منظر عام پر لانے کی سعادت اس کمترین مترجم کو حاصل ہوئی جسے برادر ماموں زاد عالیجناب سید احمد قادری صاحب عرف بڑے حضرت مرحوم نے اپنے تعارفی رسالۂ موسومہ "شجر غوثیہ ٹیکمال میں" میں اور مترجم نے اپنی کتاب "مقدس ٹیکمال" میں شائع کیا جس سے نقل کیجا کر ہندوستان اور پاکستان کی دیگر اردو اور انگریزی کتب میں بھی اس شجرہ نسب کی اشاعت عمل میں

آئی ورنہ "شاہد الوجود" کے اصل مسودہ میں یہ کامل شجرۂ نسب موجود ہی نہیں ہے۔ صرف پہلے کے دو اور آخر کے پانچ اسمائے گرامی دیئے گئے ہیں۔ لہذا حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا مذکورہ بالا مکمل شجرہ نسب ذیل میں درج کیا جاتا ہے)

۱۔ حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضرت بی بی فاطمہ خاتون جنت (زوجۂ محترمہ حضرت سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہا)

۳۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت سید حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت سید عبد اللہ المحض رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سید موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت سید عبد اللہ ثانی رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت سید موسیٰ ثانی رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت سید داؤد رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت سید محمد رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت سید یحییٰ زاہد رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت سید عبد اللہ رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت سید ابو صالح موسیٰ رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت سید ابو بکر تاج الدین عبد الرزاق قادری بغدادی قدس سرہٗ

۱۶۔ حضرت سید ابو صالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۱۷۔ حضرت سید ابو النصر شمس الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۱۸۔ حضرت سید عبد اللہ قادری بغدادی قدس سرہٗ

۱۹۔ حضرت سید ابراھیم قادری قدس سرہٗ

۲۰۔ حضرت سید جعفر قادری قدس سرہٗ

۲۱۔ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ

۲۲۔ حضرت سید محمد عبد الغفار قادری قدس سرہٗ

۲۳۔ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ
۲۴۔ حضرت سید عبد الرؤف قادری قدس سرہٗ
۲۵۔ حضرت سید عبد الوہاب قادری قدس سرہٗ
۲۶۔ حضرت سید قریش قادری قدس سرہٗ
۲۷۔ حضرت سید ابو الفتح ہدایت اللہ قادری قدس سرہٗ
۲۸۔ حضرت سید سلطان الموحدین قادری قدس سرہٗ
۲۹۔ حضرت سید حمید قادری قدس سرہٗ
۳۰۔ حضرت سید عبد الملک قادری قدس سرہٗ
۳۱۔ حضرت سید عمر قادری قدس سرہٗ
۳۲۔ حضرت سید احمد قادری قدس سرہٗ
۳۳۔ حضرت سید علی مسعود قادری قدس سرہٗ
۳۴۔ حضرت سید اولیا قادری قدس سرہٗ
۳۵۔ حضرت سید ابو الحسن قادری قدس سرہٗ
۳۶۔ حضرت سید احمد قادری قدس سرہٗ
۳۷۔ حضرت سید جمال اللہ قادری الہ آبادی قدس سرہٗ
۳۸۔ حضرت سید عبد الواحد قادری قدس سرہٗ
۳۹۔ حضرت سید شکر اللہ قادری قدس سرہٗ
۴۰۔ حضرت سید عبد الواحد قادری ثانی قدس سرہٗ
۴۱۔ حضرت سید عبد الرزاق قادری قدس سرہٗ
۴۲۔ حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ

(نوٹ:۔ کتاب ہذا کے مصنف حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ کے صاحبزادے حضرت سید لیٰسین پادشاہ قادری علیہ الرحمہ کی دختر حضرت ام الخیر فاطمہ عرف بی با علیہا الرحمہ، فقیر مترجم کی والدہ ماجدہ ہوتی ہیں)

منظوم شجرۂ بے نظیر

اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ ھٰذَا مَاقَرَأْتُ بِالْفَصِیْح
مِنْ کَلَامِکَ وَالصَّلٰوۃِ الْکُلِّ عَلٰی رُوْحِ الصَّحِیْح

یعنی بر روحِ محمد شاہِ ختم المرسلیں
ثم برارواحِ اہلِ بیت وہم اصحابہ
بالخصوصاً برگرامی روحِ خواجۂ اولیا
ثم بر روحِ امامِ دوّ میں شاہِ حسن
ہم علی زین العبادؑ و باقرؑ و صادق صفا
باہمہ باقی امامِ ہشت و چارِ مہتدیں
ثم برخواجہ حسؔن بصری و خواجہ اعجمی
سرّی سقطی و جنید وشبلی وبوالفضل ہم
ہم خصوصاً برگرامی روحِ غوثِ دوسرا
ہم مع اجدادِ اول " الحسن ابن الحسن "
ہم علی عبداللہ ثانی پیشوائے بالکرام
ثم داؤد و محمد ، یحییٰ و عبداللہ ہم
ہم علی اجدادِ پاکِ مادریؔ اوتمام
ثم برسید محمد شہ علاوالدین امیں
سیدِ محمود ہم سید محمد نامدار
ہم علی روحِ مطہرؔ مادرِ او فاطمہ
ثم براستادِ او حمادِ دبّاس صفا
ثم برارواحِ فرزندانِ اطہر مستطاب
سیدِ بوبکر تاج الدین شاہِ نامدار
سیدِ عیسیٰ وہم بوبکر وجبار و عزیز
سید عبداللہ و یحیی سیدِ موسیٰ امیں
ہم حبیب و زاہدِ منصور عبدالخالق است
برہمہ ارواحِ اسباطِ مبارک صالحہ

بعد ازاں برانبیا صلِّ علیہم اجمعیں
ہم علی ارواحِ پاک و کلھم احبابہ
حیدرِ شیرِ خدا یعنی علیِ مرتضی
ہم علی روحِ حسین المجتبی شاہِ زمن
ثم برموسائے کاظم ہم علی موسی رضا
کاں نقی وہم تقی و عسکری مہدیؔ دیں
ہم علی داؤد ہم معروفِ کرخی اعظمی
یوسف وعلیُ القریشی بوسعیدِ محترم
سید عبدالقادرِ سلطانِ جملہ اولیاء
ثم عبداللہ و موسی الجون شیخِ موتمن
ثم سید موسی ثانی مرشدِ عالی مقام
برابی صالح ابیؔ غوث الاعظم محترم
اولیں سید علی موسیٰ رضا ثامن امام
ہم کمال عیسیٰ وسید بو عطا ہادیِ دیں
بوجمال وصومعی عبداللہ شاہِ روزگار
بنتِ خاصِ صومعی عبداللہ عرفے باہمہ
ثم براحمد اخی و خواہرانش باخدا
یعنی سیف الدین اول سیدِ عبدالوہاب
عبدالرزاق است نامِ آں شہِ عالی وقار
سید ابراہیم ہم شاہِ محمد باتمیز
یوسف و صالح وہم غفار شیخِ مہتدیں
شاہ رؤف وہم مجدد دیں ولیِّ فائق است
ثم براخلافِ ماباقی درود و فاتحہ

(نوٹ :۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی جانب سے اپنے مریدین ، طالبین اور متوسلین کیلئے بزرگان دین کے نام بنام توسل کے ساتھ فاتحہ خوانی میں سہولت کی غرض سے مذکورہ بالا منظوم شجرہ اس لحاظ سے منفرد، مخصوص اور بے نظیر ہے کہ اس میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے علاوہ خود حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کے پدری نسب کے گیارہ (۱۱)، مادری نسب کے چودہ (۱۴)، مابقی ائمہ اہل بیت کے چار (۴)، طریقت کی دونوں قادری شاخوں کے گیارہ (۱۱)، دیگر اساتذہ کے دو (۲) اور اولاد و احفاد کے سترہ (۱۷) نام اس طرح تمام بزرگوں کے جملہ باسٹھ (۶۲) اسمائے گرامی کی شمولیت کی بدولت یہ شجرۂ شریفہ فیوض و برکات کا گویا ایک عطرِ مجموعہ بن گیا ہے جو متوسلین کیلئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں)

فاتحہ کی ترکیب:۔

فاتحہ کا طریقہ یہ ہے کہ طعام یا شیرینی پر پہلے کلام اللہ اور درود شریف سے جو کچھ ہوسکے پڑھ کر اسکا ہدیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی ارواح مبارکہ کے حضور پیش کرے ۔اسکے بعد اوپر لکھے گئے منظوم شجرۂ مبارکہ کو ایک بار پڑھیں ۔ پھر آٹھ (۸) بار سورۂ فاتحہ، بارہ (۱۲) بار سورۂ اخلاص اور تین (۳) بار درود شریف پڑھکر اپنی مشکل اور حاجت کو بارگاہ ایزدی میں پیش کرتے ہوئے دعا کرے تو (انشاء اللہ) ضرور حاجات پوری ہونگی اور مشکلات حل ہونگی ۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی میرے سلسلوں کے توسل کے ذریعہ مدد طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اسکی حاجت پوری فرمائے گا ورنہ وہ کل قیامت کے دن میرا دامن پکڑ لے۔

قطعۂ تاریخ تصنیف

برادر باوفا شاہد عطا نے، انکی عمر دراز اور انکا شوق زیادہ ہو، اس کتاب کا نام "شاہد الاذکار" تجویز کیا تھا۔ یہ فقیر اسکو تضمین کر کے قطعۂ تاریخ یہاں درج کرتا ہے تاکہ انکی یادگار کے طور پر باقی رہے۔

چون بتائیدِ شاہدِ مختار
شد تمام این مکاتبِ اسرار

در پئے سال شد ندا از غیب
کن شمارش "لشاہد الاذکار" (۱۲۶۵ھ)

یعنی جب شاہد مختار کی تائید سے ان اسرار بھرے مضامین کا لکھنا پایۂ تکمیل کو پہنچا تو تصنیفِ کتاب کے سال کے بارے میں غیب سے آواز آئی کہ "لشاہد الاذکار" سے (بحسابِ ابجد اعداد) شمار کر لے تو سن ۱۲۶۵ ہجری برآمد ہوگا۔

حرفِ آخر:۔

اے عزیز! اس رسالہ کی عبارت گو رنگینی سے خالی ہے مگر اسکے معنی جاننے کیلئے نظرِ عمیق اور فہمِ دقیق (یعنی گہری نگاہ اور باریک سمجھ) چاہیئے۔ اس میں بھرے ہوے مضامین، اسرارِ غیب و شہادت کے نکتوں اور انوار وحدت و کثرت کے معموں میں غور و خوض کرے اور اسکی حقیقت کی تہ تک رسائی کی کوشش کرے تاکہ سلوک کا دروازہ کھل جائے۔

اشعار تشکر:۔

بحمد اللہ کہ سعیم گشت مشکور
طفیلِ شاہد و اربابِ مغفور

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری کوشش، حضرت شاہد اللہ علیہ الرحمہ اور اربابِ مغفور کے طفیل سے کامیاب ہو گئی۔

کہ یعنی ایں عروسِ فکرِ معنی
بحلیۂ لفظ شد رنگیں بیانی

یعنی فکرِ معنی کی اس دلہن کو الفاظ کی رنگیں بیانی سے سجایا گیا ہے۔

زہے رنگیں کہ نیرنگیِ عالم
ازاں گردد عیاں در شکلِ آدم

واہ اسکا جلوہ بھی کتنا رنگیں ہے کہ اس سے ایجاد کردہ سارے عالم کی نیرنگی حضرت آدم علیہ السلام کی ایک شکل میں جلوہ گر ہے۔

پئے نظارۂ عشاقِ مولی
بحسنِ دل فروزد نارِ اولی

مولا کے عاشقوں کے دیدار کی خاطر دل کے حسن میں ایک آگ ہے کہ لگی ہوی ہے۔

بمنصۂ انصرام آمد بجلوت
زہے جلوت کہ باشد عینِ خلوت

جلوت کی شہ نشیں پروہ رونق افروز ہوا تو واہ اسکی جلوت جاکر عین خلوت بن گئی۔

دریں شکرش بخواں ازدل حسینی
صلوۃِ طیبہ برنورِ عینی

اے حسینی! اس پر اظہار تشکر کرتے ہوے، آنکھوں کے نور (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پاک پڑھ۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَ اَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

الحمدللہ کتاب ہذا شاہد الوجود (کی نقل) آج بتاریخ ۲۴/ ماہ جمادی الاولی ۱۳۰۳ ہجری پایہ تکمیل کو پہنچی۔ فقط

کاتب الحروف

اضعف العباد سید لیٰسین پادشاہ قادری غفرلہٗ

ابن

حضرت سید صاحب حسینی قادری علیہ الرحمہ (مولف کتاب ہذا)

منظوم دعائے "اسماء الحسنیٰ"

کتاب ہذا کی طباعت میں اپنا فراخدلانہ حصہ ادا کرنے والے عزیز القدر قاضی افضل الدین صاحب فاروقی نے (جنکے جد امجد حضرت منیر الدین علیہ الرحمہ صدر قاضی پربھنی خود حضرت مصنف قدس سرہٗ کے نبیری زادے تھے) اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سے مرصع مولوی دانشؔ صاحب مرحوم کی اردو میں منظوم قدیم مناجاتِ ذیل کو کتاب کے آخر میں شامل کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے جو ان کے خاندان میں بہت مقبول بتائی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے "اللہ" اے مرے "رحمٰن" — بخشدے یک قلم مرے عصیاں
میرے حالِ تباہ پہ کرکے نظر — رحم کر یا "رحیم" تو مجھ پر
اے "ملک" دو جہاں کے شاہنشاہ — دین و دنیا میں رکھ بعزت وجاہ
میرے "قدوس" آبِ رحمت سے — دل مرا صاف کر کدورت سے
تندرستی دے یا "سلام" مجھے — ساتھ صحت کے رکھ مدام مجھے
میرے "مومن" مری اعانت کر — اے "مہیمن" مری حفاظت کر
کر عزیزِ جہاں "عزیز" مجھے — کر عطا عزت و تمیز مجھے
کار سازِ جہاں ہے تو "جبار" — میرے بگڑے ہوئے بنادے کار
"متکبر" ہے کبر تجکو سزا — مجھکو کبر و غرور سے تو بچا
کر عطا حسنِ خلق یا "خالق" — ہمسروں میں رہوں سدا فائق
کر بری تہمتوں سے یا "باری" — خلق میں ہو نہ ذلت و خواری
یا "مصور" تو نیک صورت دے — نیک سیرت دے، نیک طینت دے
ہوں گنہگار بخش یا "غفار" — الاماں تیرے قہر سے "قہار"
بخش "وہاب" مجھکو مال و منال — لطف سے اپنے کردے مالا مال
مجھکو "رزاق" بخش رزقِ حلال — تنگیِ رزق کی مصیبت ٹال
بابِ رحمت تو کھولدے مجھ پر — میرے "فتاح" مشکلیں حل کر
علم دے یا "علیم" اور عمل — رازِ مخفی تمام کردے حل
زور و قوت دے مجھکو یا "قابض" — دشمنوں پر رہوں سدا قابض

مجھ پہ "باسط" ہو تیرا خوانِ بسیط
تیرا لطف وکرم ہو سب پہ محیط

دشمنوں کو مرے دکھا نیچا
توہی "خافض" ہے اے مرے مولا

دونوں عالم میں مجھکو یا "رافع"
رکھ تو فرخندہ بخت وخوش طالع

مجھکو رکھ یا "معز" عزت سے
باز رکھ یا "مذل" ذلت سے

کرعطا یا "سمیع" شنوائی
دے مجھے یا "بصیر" بینائی

اے "حکم" اتنا دے مجھے امکاں
ہوں ترے حکم سے نہ روگرداں

آئے یا "عدل" جب عدالت پر
رحم فرمانا میری حالت پر

میں ہوں بندہ کمال زار و نحیف
لطف سے یا "لطیف" کردے لطیف

مجھکو کر یا "خبیر" واقف کار
تا کھلیں مجھ پہ سب ترے اسرار

مجھکو دے یا "حلیم" طبعِ حلیم
ہو عطا یا "عظیم" خُلقِ عظیم

بخشدے یا "غفور" میرے قصور
اس جہاں سے اٹھا مجھے مغفور

غم سہوں دل پہ یا سرور کروں
شکر تیرا ہی یا "شکور" کروں

اے خدائے زمن "علی" و "کبیر"
دونوں عالم میں رکھ مری توقیر

رکھ حفاظت سے یا "حفیظ" مجھے
زار ہوں یا "مقیت" قوت دے

کر مجھے یا "حسیب" روزِ حساب
داخلِ خلد بے حساب و کتاب

دے مجھے یا "جلیل" جاہ جلال
کرکرم مجھ پہ اے کریم کمال

"کل حوادث سے یا "رقیب" بچا
کر قبول اے "مجیب" میری دعا

میرے "واسع" مجھے دے خوشحالی
دولت و علم فارغ البالی

تو مجھے یا "حکیم" حکمت دے
یا "ودود" اپنی ہی محبت دے

دے مجھے یا "مجید" مجد و علا
ہمسروں میں کر امجد و اعلیٰ

روزِ بعث و نشور یا "باعث"
ہونا میری نجات کا باعث

تو شہادت دے یا "شہید" مجھے
راہ میں اپنے کر شہید مجھے

راہِ حق پر مجھے چلا یا "حق"
نہ پھروں دربدر کبھی ناحق

کام پورا کر اے "وکیل" مرا
کوئی تجھ سا نہیں کفیل مرا

یا "قوی" مجھکو تاب و طاقت دے
زور دے یا "متین" ہمت دے

یا "ولی" صاحبِ ولایت کر
فضل کر مجھ پہ اور عنایت کر

کر مجھے یا "حمید" تو محمود
حمد سے تیرے دل رہے خوشنود

علم عرفاں عطا ہو یا "محصی"
اچھی ہر ابتداء ہو یا "مبدی"

قبر سے یا "معید" روزِ نشور
تو اٹھا مجھکو مقبل و مغفور

مجھکو یا "حی" کر دے زندہ دل
دے مجھے اپنی یاد والا دل

دل میں پیدا نہ ہو خیالِ غیر
خاتمہ اے "ممیت" ہو بالخیر

جب تک اے "حی" جاں رہے تن میں
تو ہی بس میہماں رہے تن میں

میرے "قیوم" رکھ مجھے دائم
دینِ احمد پہ محکم و قائم

دل غنی کر غناوے یا "واجد"
مجھکو مجد و علا دے یا "ماجد"

تو ہے "واحد" پلادے وحدت
مستِ توحید رکھ بصد عزت

یا "احد" شرک سے بچا مجھکو
یا "صمد" کردے بے ریا مجھکو

قدرتِ کاملہ سے اے "قادر"
کر مجھے نفس پر مرے قادر

"مقتدر" کر مجھے وہ خوش تقدیر
میرے حق میں ہو خاک بھی اکسیر

یا "مقدم" ہو جلد میرا کام
خیر و خوبی سے جس کا ہو انجام

یا "موخر" نہ اس میں ہو تاخیر
بہتری کی مرے جو ہو تدبیر

روزِ بعث و نشور یا "اول"
نام نیکوں میں ہو مرا اول

ہو مرا وقتِ زیست جب آخر
کلمہ ہو زباں پہ یا "آخر"

اپنے فضل و کرم سے یا "ظاہر"
کر مجھے سرِّ غیب کا ماہر

زنگ آلود ہے مرا باطن
صاف باطن عطا ہو یا "باطن"

اپنے بندوں میں کر مجھے عالی
اے مرے "والی" اور "متعالی"

اپنے احسان و لطف سے یا "بر"
نیک کاروں میں مجھکو شامل کر

کرلے مقبول توبۂ تائب
تو ہے "توّاب" حاضر و غائب

میرے اعمالِ بد کا نام نہ لے
"منتقم" مجھ سے انتقام نہ لے

یا "عفو" درگزر گناہوں سے
دیکھنا رحم کی نگاہوں سے

رحم کر یا "رؤف" رحمت کر
لطف و احسان کر عنایت کر

"مالک الملک" ملک و دولت دے
حشمت وجاہ و عز و صولت دے

بخش جاہ و جلال دے انعام
اے مرے "ذوالجلال والاکرام"

میرے "مقسط" ہے عدل تیرا کام
معدلت گستری ہو میرا کام

بخش دلجمعی مجھکو یا "جامع"
کر مجھے سرِّ غیب کا جامع

اے غنی کردے مجھکو مستغنی
مرے "مغنی" مجھے بنادے غنی

منع کر میرے دل کو عصیاں سے
تو اے "مانع" بچانا شیطاں سے

مجھکو یا "ضار" تو ضرر سے بچا
دین و دنیا کے شور و شر سے بچا

نفع پہنچانا مجھکو یا "نافع"
تو ہے سارے جہان کا نافع

ظلمتِ جہل دور کر یا " نور " — مجھکو نور یقیں سے کر معمور
میرے " ھادی " دکھا وہ راہ ہدیٰ — جسکے رہرو تھے انبیائے علا
انس دے مجھکو فرض وسنت سے — دور رکھ یا " بدیع " بدعت سے
تیرا لطف و کرم ہو یا " باقی " — نہ رہے رنج کی بنا باقی
کردے اپنے کرم سے یا " وارث " — مجھکو دینِ متین کا وارث
توہی ہے یا " رشید " راہ نما — ہر گھڑی مجھکو نیک راہ دکھا
مشکلوں میں نہ ہوں خطور مجھے — کر عطا صبر یا " صبور " مجھے
میرے مانباپ پر عنایت ہو — اقربا پر بھی چشمِ رحمت ہو
بخش کل امتِ محمد کو — نیک بندوں کے ساتھ میں بد کو
از طفیلِ محمدِ عربی — ہووے حاصل مجھے مرادِ دلی
از برائے علی و بنتِ رسول — ہو دعا میری یا الہی قبول
بہرِ حسنین و غوثِ اعظم پیر — مجھکو فردوس کی ملے جاگیر
بہرِ کل انبیاء ولی صدیق — تابعیں ، تبع تابعین طریق
بخشدے صاف یا غفور مجھے — دید کا اپنے دے سرور مجھے
پڑھ نبی پر سلام اے دانشؔ — ختم کر حق کے نام اے دانشؔ

سلام

بحضور حضرت شاہ معروف شاہد اللہ قادری فاروقی پیرو مرشد حضرت مصنف قدس سرہما

(عرض کردہ قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظمؔ قادری مترجم کتاب ہذا)

شاہِ معروف السلام یا شاہد اللہ السلام — مرشدِ عالی مقام یا شاہد اللہ السلام

سالکوں کے رہنما ہو عارفوں کے پیشوا — اے اماموں کے امام یا شاہد اللہ السلام

دست بستہ سرنگوں یوں عرض ہم کرتے ہیں سب — با ادب با احترام یا شاہد اللہ السلام

اشتیاقِ دید میں سب عاشقوں کا آپ کے — آج ہے کیا ازدحام یا شاہد اللہ السلام

رحمتِ حق بانٹنے کو ہے فرشتوں کا نزول — آپ کے ہاں صبح و شام یا شاہد اللہ السلام

پاتے ہیں دل کی مرادیں اپنے بھی اور غیر بھی — آپ کا فیضان عام یا شاہد اللہ السلام

سرفرازی و عطا تو خاصہ ہے آپ کا — مانگنا ہے میرا کام یا شاہد اللہ السلام

مستِ وحدت بن گیا وہ میکدے سے آپ کے — پی لیا جو ایک جام یا شاہد اللہ السلام

کتنے اب تک بن گئے اور بن رہے ہیں آج بھی — آپ کا لے لے کے نام یا شاہد اللہ السلام

ہم بھلے ہیں یا برے جیسے بھی کچھ ہیں، ہیں مگر — آپ ہی کے ہیں غلام یا شاہد اللہ السلام

اعظمِؔ صوفی پہ بھی ہوجائے اک نظر کرم

بہرِ پیرانِ کرام یا شاہد اللہ السلام

تعارف صفۃ المصنفین حیدرآباد (رجسٹرڈ)

صفۃ المصنفین حیدرآباد کا قیام ماہ ربیع المنور ۱۴۱۴ھ مطابق ماہ سپٹمبر ۱۹۹۳ء عمل میں آیا اور ماہ جون ۹۴ء میں رجسٹرڈ کیا گیا جس کا نمبر 2829/94 ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں۔

(۱) اولیاء اللہ کی قلمی عربی و فارسی تصانیف کا ترجمہ مع متن طبع کرنا۔
(۲) اولیاء اللہ کی قلمی یا مطبوعہ اردو تصانیف کو انگریزی یا ہندی زبان میں طبع کرنا۔
(۳) اہل قلم حضرات کی تصنیفات و تالیفات کی طباعت میں تعاون کرنا۔
(۴) بتدی اہل قلم افراد کی ہمت افزائی کرنا اور مختلف موضوعات پر ان سے مقالات لکھانا۔
(۵) مختلف علمی عنوانات پر مذاکرات کا انعقاد عمل میں لانا اور ان مقالات کا کتابچہ طبع کرنا
(۶) ایک دینی کتب خانے کا قیام عمل میں لانا۔

تنظیمی عہدہ دار

(۱) قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری (صدر)
(۲) پروفیسر محمد عبدالرزاق فاروقی (نائب صدر)
(۳) حکیم و ڈاکٹر سید محی الدین قادری ہادی (معتمد)
(۴) ڈاکٹر حفیظ الدین عقیل ہاشمی (نائب معتمد)
(۵) سید حبیب الدین قادری (خازن)

اراکین عاملہ

(۱) ڈاکٹر سید شاہ عبدالقادر حسینی (دستگیر پاشاہ)
(۲) ڈاکٹر سید شاہ حمید الدین شرفی قادری
(۳) سید شاہ غوث محی الدین قادری اعظم
(۴) محمد اعظم الدین صدیقی
(۵) سید محمود پاشاہ قادری زرین کلاہ
(۶) سید شاہ اسحٰق نور الدین قادری (حبیب پاشاہ)
(۷) محمد عبدالرشید سجانی
غلام حسین ایڈوکیٹ (مشیر قانونی)